’’بلاشبہ آئمہ۔۔۔اللہ کے بندوں کو اللہ کی معرفت و پہچان کرانے والے ہیں‘‘۔
(نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۰)

نہج البلاغہ اور معرفت خدا

ترتیب و تدوین
مقبول حسین علوی

مرکز افکار اسلامی

ہر قسم کے استفادہ کی عمومی اجازت ہے

نہج البلاغہ اور معرفت خدا

ترتیب وتدوین: مقبول حسین علوی

تاریخ اشاعت: رجب المرجب ۱۴۴۳ ہجری بمطابق فروری ۲۰۲۲ء

ناشر: مرکز افکار اسلامی

خط وکتابت: پوسٹ بکس نمبر ۱۲۱، راولپنڈی، پاکستان

فون: 0335-1625579

ویب سائٹ: www.afkareislami.com

ایمیل: afkareislami@yahoo.com

مرکز افکار اسلامی

فہرست

مقدمہ	۷	خطبہ ۸۴: علمِ الٰہی	۴۹
اہمیتِ معرفتِ خدا		خطبہ ۸۸: قائم ودائم	۴۹
علی علیہ السلام باب معرفت	۱۷	رازق وعالم	۵۰
خطبات		دشمنوں پر سخت	۵۰
خطبہ ۱: کمالِ معرفت	۲۵	خطبہ ۸۹: فصاحت امیر المؤمنینؑ کی جھلک	۵۲
غیر محدود	۲۵	فیض وعطا	۵۵
خطبہ ۲: حمد کا فلسفہ	۳۰	اللہ کا کنبہ	۵۷
خطبہ ۴۵: شکرِ الٰہی	۳۳	قرآن اور معرفت خدا	۵۸
خطبہ ۴۶: دعائے سفر	۳۴	راسخین علم	۵۸
خطبہ ۴۹: غیر مرئی	۳۵	کنہ معرفت کا امکان	۵۹
واجب معرفت	۳۵	خالق وقادر	۶۰
خطبہ ۶۳: سب کچھ اللہ	۳۶	کوئی اس کی شبیہ نہیں	۶۰
غیر محتاج	۳۷	کوئی اس کے برابر نہیں	۶۱
خطبہ ۷۰: اللہ کا خاص عبد	۳۸	قادر ومرید	۶۲
دعا کا طریقہ	۴۱	نظم کائنات	۶۴
خطبہ ۸۱: حقیقتِ صفات الٰہی	۴۳	خلقتِ ملائکہ	۶۵
بہترین موعظہ	۴۳	اوصافِ ملائکہ	۶۶
استحقاقِ نعمات	۴۵	معرفت کی مٹھاس	۶۸
کونسی نعمات؟	۴۵	اللہ سے لو لگانا	۶۹
اسلاف سے عبرت	۴۵	خلقتِ زمین	۷۱
خطبہ ۸۳: صفات ثبوتیہ وسلبیہ	۴۷	چٹیل زمین پر ابرِ رحمت	۷۳

خلقتِ آدم	۷۴
تقسیم رزق	۷۵
موت کی گرہ	۷۵
علیم وخبیر خالق	۷۶
بارگاہ الٰہی میں دعا	۸۰
انسان اور بزم قدرت	۸۲
خطبہ ۹۲: عقل وفہم سے بالاتر	۸۳
خطبہ ۹۴: اول وآخر	۸۳
خطبہ ۹۷: دین کی سلامتی کا سوال	۸۴
خطبہ ۹۸: حقوق کی ادئیگی میں مدد	۸۵
خطبہ ۹۹: حقیقی گواہی	۸۵
خطبہ ۱۰۴: آسان شریعت	۸۶
خطبہ ۱۰۶: مخلوقات سے مخلوقات پر عیاں	۸۷
خطبہ ۱۰۷: ہر ضعیف کی قوت	۸۸
قادرِ مطلق	۸۸
مرجعِ خلائق	۸۹
اوصافِ ملائکہ	۹۲
تسبیح پروردگار	۹۳
خطبہ ۱۰۸: توسل کے ذرائع	۹۳
خطبہ ۱۱۰: اوصاف الٰہی ممکن نہیں	۹۴
خطبہ ۱۱۲: غموں پر بھی حمد	۹۵
شہادتین میزانِ عمل	۹۵
خطبہ ۱۱۳: چوپائیوں کا خدا	۹۶
طلب باراں کی دعا	۹۷
خطبہ ۱۲۶: اللہ مصدر علم غیب	۹۹
خطبہ ۱۲۷: اطاعتِ پروردگار	۱۰۰
خطبہ ۱۲۸: اللہ سے امید	۱۰۰
خطبہ ۱۳۰: ہر حال میں حمد خدا	۱۰۱
خطبہ ۱۳۱: عظمتِ الٰہی	۱۰۴
خطبہ ۱۴۱: جہان خدمت گزارِ انسان	۱۰۵
بندوں کی آزمایش	۱۰۵
رزق اترنے کا سبب	۱۰۵
طلب باران	۱۰۶
خطبہ ۱۴۵: بعثتِ نبیؐ کا مقصد	۱۰۸
عظمتِ خدا کا اقرار	۱۰۹
خطبہ ۱۴۷: دین کے دوستون	۱۰۹
خطبہ ۱۵۰: مخلوق سے خالق کی پہچان	۱۱۰
معرفتِ پروردگار کی بنیادیں	۱۱۱
خطبہ ۱۵۳: حقیقتِ معرفت	۱۱۳
چمگادڑ سے دلیل خالق	۱۱۴
خطبہ ۱۵۵: حمد کلید ذکر	۱۱۶
خطبہ ۱۵۸: حقیقت حمد	۱۱۷
عظمت خدا	۱۱۷
خطبہ ۱۶۱: فرشِ زمیں بچھانے والا	۱۱۹
اللہ قریب ہے یا دور؟	۱۲۰
اُنیس اوصافِ جمال وجلال	۱۲۱

مخلوق پر خالق کے احسانات	۱۲۲	وہ محتاج نہیں	۱۵۶
خطبہ ۱۶۳: پرندوں کی تخلیق	۱۲۳	قدرتِ پروردگار	۱۵۷
مور میں خالق کی کرشمہ سازیاں	۱۲۵	واحد وقہار	۱۵۸
خطبہ ۱۶۹: آسمان وزمین کا پروردگار	۱۳۰	بے نیاز ہستی	۱۵۹
خطبہ ۱۷۶: علمِ الٰہی کی بلندی	۱۳۱	غیر فانی	۱۶۰
خطبہ ۱۷۷: دیدارِ خدا	۱۳۲	خطبہ ۱۸۶: پردہ پوشی پر حمد	۱۶۱
خطبہ ۱۷۸: امتحان پر حمد	۱۳۴	خطبہ ۱۸۷: مقامِ معرفت	۱۶۲
خطبہ ۱۸۰: ثنائے پروردگار	۱۳۵	خطبہ ۱۸۹: پے در پے نعمات	۱۶۳
اللہ عقلوں کے لئے ظاہر	۱۳۶	خطبہ ۱۹۰: اللہ کی شانِ کبریائی	۱۶۴
اللہ کے گواہ	۱۳۶	شیطان کی مذمت	۱۶۵
ہر شے اللہ کے لیے ظاہر	۱۳۷	خطبہ ۱۹۱: بے نیاز ذات	۱۶۶
اللہ کے اوصاف ناممکن	۱۳۹	اللہ توفیق کا مرکز	۱۶۶
خطبہ ۱۸۱: بن دیکھے مشہور	۱۴۰	خطبہ ۱۹۳: عرفان پروردگار	۱۶۷
اللہ کا ذکر کیسے؟	۱۴۱	توحید ورسالت کی گواہی	۱۶۷
خطبہ ۱۸۳: حواس سے بالاتر	۱۴۳	بخشش وعطا کا سوال	۱۶۸
عقلوں کے لیے روشن	۱۴۴	خطبہ ۱۹۵: علی علیہ السلام مطیع خدا	۱۶۹
چیونٹی کا خالق	۱۴۵	خطبہ ۱۹۶: رازوں سے آگاہ اللہ	۱۷۰
مخلوق سے خالق کی معرفت	۱۴۸	حالت خوف میں پناہ گاہ	۱۷۰
مکڑی سے اللہ کی پہچان	۱۴۹	اطاعتِ خدا	۱۷۱
پرندوں سے پروازِ معرفت	۱۵۰	تقوی بطور ڈھال	۱۷۳
خطبہ ۱۸۴: خطبۂ توحید	۱۵۱	خطبہ ۱۹۷: تنہائیوں کے گواہ	۱۷۴
وہ بدلتا نہیں	۱۵۳	خطبہ ۲۰۹: اللہ کی نقش آرائیاں	۱۷۵
صفات سلبیہ	۱۵۴	خطبہ ۲۱۱: توصیف سے بالاتر	۱۷۷

خطبہ ۲۱۳: اللہ کے احسانات ۱۷۷
اللہ سے سوال ۱۷۸
خطبہ ۲۲۰: اللہ سے انس ۱۷۹
اللہ کریم ۱۷۹
خطبہ ۲۲۲: اللہ کا فقیر ۱۸۱
خطبہ ۲۲۴: ذکرِ خدا سے انس ۱۸۱
مصلحتوں کا راہنما ۱۸۲

مکتوبات و وصیتیں

(خط: ۱۵) ۱۸۴
امیدوں کا مرکز ۱۸۴
(خط: ۲۷) ۱۸۵
(وصیت: ۳۱) ۱۸۶
(خط: ۵۲) ۱۹۰

حکم و مواعظ

(حکمت: ۲۴) ۱۹۳
(حکمت: ۲۹) ۱۹۳
(حکمت: ۸۲) ۱۹۳
(حکمت: ۹۹) ۱۹۴
(حکمت: ۱۰۰) ۱۹۴
(حکمت: ۱۲۶) ۱۹۴
(حکمت: ۱۲۹) ۱۹۵
(حکمت: ۲۰۳) ۱۹۵
(حکمت: ۲۳۷) ۱۹۵
(حکمت: ۲۵۰) ۱۹۶
(حکمت: ۲۷۶) ۱۹۷
(حکمت: ۲۹۰) ۱۹۷
(حکمت: ۳۱۰) ۱۹۸
(حکمت: ۳۲۴) ۱۹۸
(حکمت: ۴۰۴) ۱۹۸
(حکمت: ۴۷۰) ۱۹۹

مقدمہ

اہمیتِ معرفتِ خدا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَا یَبۡلُغُ مِدۡحَتَہُ الۡقَآئِلُوۡنَ وَ انۡحَسَرَتِ الۡاَوۡصَافُ عَنۡ کُنۡہِ مَعۡرِفَتِہٖ وَ ھُوَ الۡمَعۡرُوۡفُ مِنۡ غَیۡرِ رُؤۡیَۃٍ وَ اَظۡھَرَ مِنۡ اٰثَارِ سُلۡطَانِہٖ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَجِیۡبِ اللّٰہِ، وَ سَفِیۡرِ وَحۡیِہٖ وَ رَسُوۡلِ رَحۡمَتِہٖ . اَلَّذِیۡ لَہٗ شَرَآئِفُ الصَّلٰوۃِ وَ نَوَامِیَ الۡبَرَکَاۃِ۔ اَلَّذِیۡ بَعَثَہُ اللّٰہُ بِالۡحَقِّ لِیُخۡرِجَ عِبَادَہٗ مِنۡ عِبَادَۃِ الۡاَوۡثَانِ اِلٰی عِبَادَۃِ الرَّحۡمَانِ، وَ عَلٰی اٰلِہِ الۡاَطۡھَارِ الَّذِیۡنَ ھُمۡ قُوَّامُ اللّٰہِ عَلٰی خَلۡقِہٖ، وَعُرَفَآئُہٗ عَلٰی عِبَادِہٖ۔ وَ لَا یُقَاسُ بِھِمۡ اَحَدٌ مِنۡ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ وَ ھُمۡ اَسَاسُ الدِّیۡنِ وَ عِمَادُ الۡیَقِیۡنِ۔ اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ قَالَ عَلِیٌّ اَمِیۡرُالۡمُؤۡمِنِیۡنَ علیہ السلام: اَوَّلُ الدِّیۡنِ مَعۡرِفَتُہٗ۔

اللہ سبحانہ کی معرفت کی تہ و حقیقت اور کنہ و اصلیت ممکن نہیں مگر وہ اُن چیزوں سے بھی زیادہ معروف ہے جو آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ ایمان و یقین کی پختگی حاصل ہوجائے تو اُس کی معرفت کے میٹھے و شیرین ذائقے و مزے چکھے جاسکتے ہیں۔ قرآن مجید میں رب جلیل کے بتائے ہوئے اوصاف کو سامنے رکھتے ہوئے اور قرآن کے نورِ ہدایت سے کسبِ ضیا کر کے اور علمِ قرآن میں راسخ و پختہ معلّمین قرآن سے سبق لیتے ہوئے اللہ کی معرفت کا سفر طے کیا جاسکتا ہے۔ اللہ سبحانہ نے خود یہ معلّم منتخب کئے اُنہیں تعلیم دی اور حکم فرمایا کہ جائیں میرے بندوں کو میرا پتا بتائیں اور میری طرف بلائیں حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرمایا:

﴿ فَاذۡھَبَا بِاٰیٰتِنَآ اِنَّا مَعَکُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ. فَاۡتِیَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَآ اِنَّا

رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾[1]

''تم دونوں ہمارے معجزوں اور نشانیوں کے ساتھ جائیں، ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں، تو تم دونوں فرعون کے پاس جائیں اور کہیں کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِس دعوت کے لیے انبیاءؑ کو بھیجتا رہا اور وہ بندوں کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ دعوت الی اللہ کا یہ سلسلہ جب خاتم الانبیاءؐ تک پہنچا تو آپؐ نے اس دعوت میں بے شمار تکلیفیں اور زحمتیں اٹھائیں اور نہ ماننے والوں کے لیے اتنے غمزدہ رہتے کہ اللہ سبحانہ کو تسلّی دینی پڑی۔

﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾[2]

''شاید اِس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لاتے آپؐ اپنی جان دے دیں گے''۔

خاتم الانبیاءؐ پر دین کی تکمیل ہوئی اور اللہ سبحانہ نے آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اب وہی اللہ کی طرف بلانے اور اللہ کی معرفت و پہچان کرانے کا کام ائمہ ہدیٰؑ کے ذمہ لگا۔ آئمہ ہدیٰؑ کے سلسلہ امامت کی پہلی کڑی کا نام علی ابنِ ابی طالبؑ ہے علی علیہ السلام وہ ذاتِ گرامی ہیں کہ جن کے لیے پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا۔ ''میں شہرِ علم ہُوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں''

علوم میں سے اہم ترین علم اللہ کی ذات وصفات کا علم ہے۔ یہ علم حاصل کرنے کیلئے بھی علم کے دروازے پر دستک دینی پڑے گی اور علم ومعرفتِ پروردگار کے لئے خدمتِ امامؑ میں حاضر ہونا پڑے گا۔ اس دور میں امامؑ کے علم کا ذخیرہ آپؑ کے کلام میں موجود ہے اور آپؑ کے کلام کے بکھرے ہوئے موتی وجواہر ہر دور میں علما جوہری بن کر تلاش کرتے اور جمع کرتے رہے۔ اُن علما میں سے ایک ذاتِ گرامی سید رضیؒ کی ہے جنہوں نے امامؑ کے کلام کا کچھ منتخب حصہ جمع کیا اور اُس مجموعہ کا نام ''نہج البلاغہ'' رکھا۔

امامؑ کے کلام کی رفعت وبلندی اور دقت وگہرائی اور سید رضیؒ کے اخلاص ومحبت نے نہج البلاغہ کو وہ مقام عطا کیا کہ اب تک چھوٹی بڑی تین سو کے قریب اِس کی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ اردو میں نہج البلاغہ کے متعدد ترجمے شائع ہو چکے ہیں اُن میں قدیمی ترجموں میں سے اہل سنت عالم سید رئیس احمد جعفری ندوی اور اُن کے رفقاء کا ترجمہ اور

---

[1] سورہ شعراء آیہ: ۱۵، ۱۶۔

[2] سورہ شعراء آیہ: ۳۔

آخری ترجموں میں سے مولانا سید ذیشان حیدر جوادی صاحب کا ترجمہ بازار میں موجود ہے۔ اردو ترجموں میں سے علمی و ادبی اور دقت نظر و باریک بینی کے اعتبار سے علامہ مفتی جعفر حسینؒ کے ترجمہ کو ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ نہج البلاغہ کی اہمیت و منزلت جاننے کے لیے ''منہاج نہج البلاغہ'' علامہ سید سبط الحسن الہنسوی اور علامہ علی نقی نقوی کا مقدمہ نہج البلاغہ جو علامہ مفتی جعفر حسینؒ کے ترجمہ کے لیے لکھا گیا یقیناً مفید و معاون ہیں۔

نہج البلاغہ میں درجنوں موضوعات کا تذکرہ ہے اور جس موضوع کو پڑھا جائے یہی محسوس ہوتا ہے کہ امامؑ کو اسی میں سب سے زیادہ کمال حاصل ہے۔ اُن موضوعات میں سے اہم ترین موضوع معرفتِ خدا ہے۔ نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں امامؑ کا فرمان اِس موضوع کی اہمیت سے آگاہ کرتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ { اَوَّلُ الدِّيْنِ مَعْرِفَتُهٗ }[1] ''اللہ کی معرفت دین کی ابتدا ہے''۔

نہج البلاغہ ہی میں امامؑ نے ائمہؑ کو معرفت کا وسیلہ قرار دیا۔

{ وَاِنَّمَا الْاَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ، وَعُرَفَآئُهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ }[2]

''بلاشبہ آئمہ اللہ کی مخلوق پر اللہ کے مقرر کئے ہوئے سر پرست ہیں اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی معرفت و پہچان کرانے والے ہیں''۔

معرفتِ خدا کے موضوع پر علی مرتضیٰ علیہ السلام کو جو کمال حاصل ہے اس کے بارے اہل سنت عالم ابن ابی الحدید المعتزلی المتوفی ۶۵۶ھ جنہوں نے بیس جلدوں میں نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے، لکھتے ہیں:

وَ قَدْ عَرَفْتَ اَنَّ اَشْرَفَ الْعُلُوْمِ هُوَ الْعِلْمُ الْاِلٰهِيّ، لِاَنَّ شَرَفَ الْعِلْمِ بِشَرَفِ الْمَعْلُوْمِ، وَ مَعْلُوْمُهٗ اَشْرَفُ الْمَوْجُوْدَاتِ، فَكَانَ هُوَ اَشْرَفُ الْعُلُوْمِ۔ وَمِنْ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِقْتَبَسَ وَ عَنْهُ نَقَلَ، وَ اِلَيْهِ اِنْتَهٰى، وَ مِنْهُ ابْتَدَاءَ[3]

''آپؑ جانتے ہیں کہ علوم میں سے اشرف و اعلیٰ علم اللہ کے بارے علم ہے کیونکہ علم کا شرف معلوم کے شرف و بلندی کی وجہ سے ہوتا ہے اور علم الٰہی کا معلوم (یعنی اللہ کی ذات) اشرف

---

[1] خطبہ: ۱۔

[2] خطبہ: ۱۵۰۔

[3] شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۱۷۔

موجودات ہے تو اِس کا علم اشرف و اعلیٰ علم ہے اور یہ علم آپؑ کے کلام سے اقتباس کیا گیا ہے۔ آپؑ سے نقل ہوا ہے۔ اِس علم کی انتہا بھی آپؑ پر ہے اور ابتدا بھی آپؑ سے ہے''۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وَمَا اَقُوْلُ فِی رَجُلٍ سَبَقَ النَّاسَ اِلَی الْهُدیٰ وَ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ عَبَدَهٗ وَ کُلُّ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَعْبُدُ الْحَجَرَ وَ یَجْحَدُالْخَالِقَ لَمْ یَسْبِقْهُ اَحَدٌ اِلَی التَّوْحِیْدِ اِلَّا السَّابِقُ کُلِّ خَیْرٍ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ[1]

''میں اُس شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جو سب لوگوں سے ہدایت میں سبقت رکھتا ہے سب سے پہلے اللہ پر ایمان لایا اور اُس کی عبادت کی جبکہ زمین پر سب پتھروں کی عبادت کر رہے تھے اور خالق کا انکار کر رہے تھے۔ آپ سے توحید کی طرف کسی کو سبقت حاصل نہیں سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو ہر اچھائی میں سبقت رکھتے ہیں''۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

فَسُبْحَانَ مَنْ خَصَّهٗ بِالْفَضَائِلِ الَّتِیْ لَاتَنْتَهِیْ اَلْسِنَةُ الْفُصَحَاءِاِلٰی وَصْفِهَا، وَجَعَلَهٗ اِمَامَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ، وَ قُدْوَةَ کُلِّ صَاحِبِ خَصِّیْصَةٍ[2]

''پاک ہے وہ ذات جس نے آپؑ کو ایسے فضائل سے مخصوص کیا کہ فصحاء کی زبانیں اُن کے وصف بیان کرنے سے قاصر ہیں اور اُنہیں ہر صاحب علم کا امام بنایا اور ہر صاحب فضیلت کے لیے قائد و نمونہ قرار دیا''۔

خطبہ ۱۰۷ جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بہت بلند مقام پر ہے اور اسے خطبۃ الزہراء یعنی چمکتا ہوا خطبہ کہتے ہیں۔ ابن ابی الحدید اس خطبہ کے آخر میں گویا وجد میں آ گئے اور لکھتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّتَعَلَّمَ الْفَصَاحَةَ وَالْبَلَاغَةَ، وَ یَعْرِفَ فَضْلَ الْکَلَامِ بَعْضِهٖ عَلٰی بَعْضٍ، فَلْیَتَاَمَّلْ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ؛ فَاِنَّ نِسْبَتَهَا اِلٰی کُلِّ فَصِیْحٍ مِّنَ الْکَلَامِ ـ عَدَا کَلَامِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ـ نِسْبَةُ الْکَوَاکِبِ الْمُنِیْرَةِ الْفَلَکِیَّةِ اِلَی الْحِجَارَةِ الْمُظْلِمَةِ

[1] شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید، ج ا، ص ۳۰۔

[2] شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید، ج ا، ص ۱۳۳۔

الْاَرْضِيَّةِ؛ ثُمَّ لِيَنْظُرِ النَّاظِرُ اِلٰى مَا عَلَيْهَا مِنَ الْبَهَاءِ، وَالْجَلَالَةِ وَالرُّوَاءِ، وَالدِّيبَاجَةِ، وَمَا تُحْدِثُهُ مِنَ الرَّوْعَةِ وَالرَّهْبَةِ، وَالْمَخَافَةِ وَالْخَشْيَةِ؛ حَتّٰى لَوْ تُلِيَتْ عَلٰى زِنْدِيْقٍ مُلْحِدٍ مُصَمِّمٍ عَلٰى اِعْتِقَادِ نَفْيِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ لَهَدَّتْ قُوَاهُ، وَ ارْعَبَتْ قَلْبَهُ، وَ اَضْعَفَتْ عَلٰى نَفْسِهِ، وَ زَلْزَلَتْ اِعْتِقَادَهُ؛ فَجَزَى اللّٰهُ قَائِلَهَا عَنِ الْاِسْلَامِ اَفْضَلَ مَا جَزٰى بِهِ وَلِيًّا مِنْ اَوْلِيَائِهِ! فَمَا اَبْلَغَ نُصْرَتَهُ لَهُ! تَارَةً بِيَدِهِ وَ سَيْفِهِ، وَ تَارَةً بِلِسَانِهِ وَ نُطْقِهِ، وَ تَارَةً بِقَلْبِهِ وَ فِكْرِهِ! اِنْ قِيْلَ: جِهَادٌ وَ حَرْبٌ فَهُوَ سَيِّدُ الْمُوَحِّدِيْنَ وَالْمُحَارِبِيْنَ، وَ اِنْ قِيْلَ: وَعْظٌ وَ تَذْكِيْرٌ؛ فَهُوَ اَبْلَغُ الْوَاعِظِيْنَ وَالْمُذَكِّرِيْنَ، وَ اِنْ قِيْلَ: فِقْهٌ وَ تَفْسِيْرٌ فَهُوَ رَئِيْسُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُفَسِّرِيْنَ، وَ اِنْ قِيْلَ: عَدْلٌ وَ تَوْحِيْدٌ، فَهُوَ اِمَامُ اَهْلِ الْعَدْلِ وَالْمُوَحِّدِيْنَ:

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ　　　اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ [1]

''جو شخص فصاحت و بلاغت کو سیکھنا چاہتا ہے اور ایک کلام کی دوسرے پر فضیلت کو جانا چاہتا ہے اُسے اِس خطبہ میں غور کرنا چاہیے۔ اللہ اور رسول اللہؐ کے کلام کے علاوہ ہر فصیح کلام سے اِس کی نسبت ایسے ہے جیسے آسمان کے چمکتے ہوئے ستاروں کو زمین کے تاریک پتھروں سے ہے۔ پھر دیکھنے والا دیکھے کہ اِس کلام میں کتنا حسن، عظمت، سیرابی اور خوبصورتی ہے اور اِس خطبہ سے کتنا رُعب و دبدبہ اور خوف و ڈر پیدا ہوتا ہے۔ اِس خطبہ کو اگر ایسے بے دین و ملحد کے سامنے پڑھا جائے جو قیامت کے دن مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور قیامت میں اُنہیں پیش کرنے کی نفی و انکار پر مضبوط عقیدہ رکھتا ہو تو اس کی طاقت بلبلانے لگے گی، دل خوف زدہ ہوگا خود میں کمزوری اور عقیدے میں بھونچال محسوس کرے گا۔ خدا اس خطبہ کے کہنے والے کو اسلام کے طرف سے وہ بہترین جزا دے جو وہ اولیاء کو دیتا ہے۔ اسلام کے لیے اُس کی مدد کتنی عظیم تھی، کبھی ہاتھ سے، تو کبھی تلوار سے، کبھی زبان سے، تو کبھی بیان سے، کبھی دل سے تو کبھی فکر سے مدد کی۔ اگر جنگ و جہاد کے لحاظ سے کہا جائے تو وہ مجاہدوں اور جنگجوؤں کا سردار اور اگر وعظ و نصیحت کے اعتبار سے کہا جائے تو وہ سب سے بڑا واعظ اور یاددہانی کرانے والا

[1] شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۲۰۲۔

ہے۔ اگر فقہ و تفسیر کو سامنے رکھا جائے تو وہ فقہاء و مفسرین کا رئیس ہے اور اگر عدل و توحید کی بات کی جائے تو وہ اہل عدل و موحّدین کا امامؑ ہے۔

اللہ کے لیے یہ ناممکن نہیں کہ پورے جہان کو ایک میں جمع کر دے‘‘۔

شرح ابن ابی الحدید ایسے فضائل امیر المؤمنینؑ سے بھری ہوئی ہے ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ التَّوْحِيْدَ وَالْعَدْلَ وَالْمَبَاحِثَ الشَّرِيْفَةَ الْاِلٰهِيَّةَ، مَا عُرِفَتْ اِلَّا مِنْ كَلَامِ هٰذَا الرَّجُلِ، وَ اَنَّ كَلَامَ غَيْرِهٖ مِنْ اَكَابِرِ الصَّحَابَةِ لَمْ يَتَضَمَّنْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ اَصْلًا وَلَا كَانُوْا يَتَصَوَّرُوْنَهٗ، وَلَوْ تَصَوَّرُوْهُ لَذَكَرُوْهُ۔ وَ هٰذَا الْفَضِيْلَةُ عِنْدِيْ اَعْظَمُ فَضَائِلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔[1]

’’واضح رہے کہ توحید و عدل اور دوسری عظیم الٰہی بحثیں اِس شخصیت کے کلام کے علاوہ نہیں جانی جاسکتیں۔ آپ کے علاوہ بزرگ صحابہ کے کلام میں ایسی کوئی چیز اصلاً شامل نہیں اور وہ ایسی گفتگو کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے اگر ان کے تصور میں کچھ ہوتا تو بیان کرتے اور میرے نزدیک یہ فضیلت آپؑ کے فضائل میں سے بڑی فضیلت ہے‘‘۔

شیعہ علما میں سے مرحوم کلینیؒ اصول کافی کتاب التوحید باب جوامع التوحید میں امیر المؤمنینؑ کا توحید سے متعلق ایک خطبہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَهِيَ كَافِيَةٌ لِمَنْ طَلَبَ عِلْمَ التَّوْحِيْدِ اِذَا تَدَبَّرَهَا وَفَهِمَ مَا فِيْهَا، فَلَوِ اجْتَمَعَ اَلْسِنَةُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَيْسَ فِيْهَا لِسَانُ نَبِيٍّ عَلٰى اَنْ يُبَيِّنُوْا التَّوْحِيْدَ بِمِثْلِ مَا اَتٰى بِهٖ۔ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ۔ مَا قَدَرُوْا عَلَيْهِ۔ وَ لَوْلَا اِبَانَتُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا عَلِمَ النَّاسُ كَيْفَ يَسْلُكُوْنَ سَبِيْلَ التَّوْحِيْدِ۔[2]

’’علم توحید کے طلب گار اگر اِس خطبہ میں غور و فکر کریں تو اُن کے لئے یہی خطبہ کافی ہے اور اگر انبیاءؑ کے علاوہ تمام جن و انسان یک زبان ہو کر اِس جیسی توحید جیسی آپؑ۔ اُن پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ نے بیان کی ہے بیان کریں تو ان کے بس کی بات نہیں۔ اگر آپؑ توحید کو

[1] شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید، ج ۶، ص ۳۴۶۔

[2] اصول کافی ج ۱، ص ۱۳۶۔

بیان نہ کرتے تو لوگوں کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ راہِ توحید کو کیسے طے کرنا ہے''۔

اِن صفحات میں نہج البلاغہ سے امیر کلامؑ کے وہ کلمات جہاں آپؑ نے توحید و معرفتِ خدا کا تذکرہ فرمایا، یا کسی انداز سے بھی اللہ سبحانہ کو یاد کیا اُنہیں پیش کیا گیا ہے۔ اہل سنت کے مشہور عالم و مصنف اور نہج البلاغہ کے مترجم سید رئیس احمد جعفری ندوی نہج البلاغہ کے ترجمہ کے مقدمہ میں جسے انہوں نے ''شذرات'' کا نام دیا ہے لکھتے ہیں: خدا کی یکتائی پر جو محکم دلیلیں اِس کتاب میں ملیں گی وہ کہیں اور نہیں مل سکتیں۔ جس طرح قرآن حکیم میں خدا کی معرفت کے لیے چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی چیزوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، اِسی طرح اِن خطبات کے خطیب نے ان چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی چیزوں کی سبق آموزی کو اتنا واضح کر دیا ہے کہ بات دل میں اتر جاتی ہے پھر کسی قسم کا وسوسہ اور اندیشہ باقی نہیں رہ جاتا، خدا کی یکتائی پر اعتقاد جم جاتا ہے اور وہ یقین محکم حاصل ہو جاتا ہے جسے دنیا کا کوئی وسوسہ متزلزل نہیں کر سکتا۔[1]

علی علیہ السلام وہ عبدِ خدا اور غلامِ مصطفیؐ ہیں جن کا یہ اعلان ہے کہ:

{وَ لَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ اَنِّیْ لَمْ اَرُدَّ عَلَی اللّٰہِ وَ لَا عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَاعَةً قَطُّ}.[2]

''پیغمبر کے وہ اصحاب جو احکامِ شریعت کے امین ٹھہرائے گئے تھے اِس سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اُس کے رسول کے احکام سے سرتابی نہیں کی''۔

علی علیہ السلام وہ شاگردِ اول مصطفیؐ ہیں جو اپنے بارے میں نبی اکرمؐ کا قول خود نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

{اِنَّکَ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ وَ تَرٰی مَا اَرٰی اِلَّا اَنَّکَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ، وَلٰکِنَّکَ وَزِیْرٌ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خَیْرٍ}.[3]

''اے (علیؑ) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو''۔

علی علیہ السلام قرآن کے ہم وزن و مفسر اور مکتب توحید و خدا شناسی کے معلّم و مدرس منبر خطابت پر گفتگو فرما رہے تھے

---

[1] نہج البلاغہ ترجمہ رئیس احمد جعفری ص ۸۸۔

[2] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵۔

[3] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵۔

کہ سائل نے سوال کیا: یا امیر المؤمنینؑ! کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا میں اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟ اُس نے کہا آپؑ کیوں کر دیکھتے ہیں تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ:

{ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ، وَ لٰكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوْبُ بِحَقَآئِقِ الْاِيْمَانِ }.[1]

''آنکھیں اُسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اُسے پہچانتے ہیں''۔

علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں کبھی زمین و آسمان پر اللہ کی قدرت وحکومت کے ذریعہ، کبھی چیونٹی اور کھجور کے درخت کی خلقت کی باریکیوں کو پیش کر کے، کبھی مور کے پروں کے رنگوں کی تفصیل بتا کر، کبھی مکڑی اور چمگادڑ جیسی مخلوق میں اللہ کی قدرت کی کرشمہ سازی کو بیان کر کے اللہ کی معرفت کرواتے ہیں اور مخلوق کو اللہ کی معرفت و پہچان کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

{ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّيْ لِخَلْقِهٖ بِخَلْقِهٖ، وَ الظَّاهِرِ لِقُلُوْبِهِمْ بِحُجَّتِهٖ }.[2]

''تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو اپنی مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی حجت و برہان کے ذریعے سے دلوں میں نمایاں ہے''۔

علی علیہ السلام معلّم توحید و معرفت اور مبلّغ قرآن و حکمت، خدا شناسی کے اسرار و رموز بیان فرما کر یہ واضح فرماتے ہیں کہ دین کے تمام مسائل میں گزشتہ زمانے میں بھی لوگوں نے ہم سے ہدایت پائی۔

{ بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَآءِ، وَ تَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَآءَ }.[3]

''اور ہماری وجہ سے تم نے گمراہی کے اندھیروں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندیوں کی چوٹیوں پر قدم رکھا''۔

اور آئندہ بھی ہم ہی رہنمائی کریں گے۔

{ بِنَا يُسْتَعْطَى الْهُدٰى، وَ يُسْتَجْلَى الْعَمٰى }.[4]

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵۔

[2] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵۔

[3] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵۔

[4] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵۔

''ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جاسکتی ہے''۔

اس کتاب میں نہج البلاغہ میں بیان ہونے والے صفات الہیہ کی تفصیل بیان نہیں کی گئی بلکہ نہج البلاغہ کی ترتیب کے لحاظ سے معرفتِ خدا کے موضوع پر عربی عبارات اور ترجمہ پیش کیا گیا اور بعض مقامات پر مختصر شرح کی گئی۔ قارئین کی سہولت کے لیے بعض مقامات پر مہم مفاہیم کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ عبارتوں کا عنوان قائم کیا گیا ہے ورنہ امیر المؤمنینؑ کا ہر جملہ ایک مکمل کتاب اور موضوع ہے۔ تمام عبارتوں کے حوالہ جات علامہ مفتی جعفر حسینؒ کے ترجمہ کے مطابق درج کئے گئے ہیں۔ تفصیل کے طلبگار مختلف شروح کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲۰ جلدیں، منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغہ مرحوم حبیب اللہ خوئی ۲۱ جلدیں، بہج الصباغۃ فی شرح نہج البلاغہ علامہ محمد تقی تستری ۱۴ جلدیں، اور پیامِ امام آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی ۱۵ جلدیں، تفصیل کے لئے مفید شرحیں ہیں۔ شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی پانچ جزء، فی ظلال نہج البلاغہ محمد جواد مغنیہ ۴ جلدیں اور شرح نہج البلاغہ مفتی محمد عبدہ مصری ۳ حصے مختصر شروح کے طور پر اچھی کتابیں ہیں۔

اللہ سبحانہ سے دُعا ہے کہ وہ اِن رہنماؤں کے ذریعہ ہمیں اپنی پہچان کرائے۔ کہیں ان سے آگے بڑھ کر گمراہ اور پیچھے رہ کر ہلاک نہ ہوجائیں امیر المومنین یہی دعوت دے رہے ہیں۔

{اُنْظُرُوْا اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوْا سَمْتَهُمْ، وَ اتَّبِعُوْا اَثَرَهُمْ فَلَنْ يُّخْرِجُوْكُمْ مِنْ هُدًى، وَ لَنْ يُّعِيْدُوْكُمْ فِيْ رَدًى. فَاِنْ لَّبَدُوْا فَالْبُدُوْا، وَ اِنْ نَّهَضُوْا فَانْهَضُوْا، وَلَا تَسْبِقُوْهُمْ فَتَضِلُّوْا، وَ لَا تَتَاَخَّرُوْا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوْا}.[1]

''اپنے نبیؐ کے اہل بیتؑ کو دیکھو، ان کی سیرت پر چلو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو۔ وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے۔ اگر وہ کہیں ٹھہریں تو تم بھی ٹھہر جاؤ اور اگر وہ اٹھیں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے اور نہ انہیں چھوڑ کر پیچھے رہ جاؤ ورنہ تباہ ہوجاؤ گے''۔

والسلام

مقبول حسین علوی

مرکزِ افکار اسلامی

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵۔

علی علیہ السلام باب معرفت

سورج کی حرارت وتپش میں چلتے ہوئے صاحب شعور مسافر پر اگر کسی طرف سے سایہ آ جائے تو وہ پہچاننے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ کون مہربان ہے جس نے مجھے یہ ٹھنڈک مہیا کی اور اُس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر بھوک کی حالت میں اسے کوئی غذا فراہم کرتا ہے تو انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ اس محسن کو پہچان کر اس کے احسان کی قدردانی کی جائے۔

انسان کی زندگی کے طویل سفر میں لاتعداد سہولتوں اور نعمتوں سے فیضیاب ہونے پر بھی انسانی شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اِس مُنعم ومحسن کو پہچانے اور اُس کا شکریہ ادا کرے۔ وہ مُنعم حقیقی سب کچھ دے کر صدا دیتا ہے۔

﴿وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى﴾[1]

''اور ہم نے تمہارے اوپر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا''۔

اس خالق کی نعمات میں غور وفکر اور اس کی کائنات کی کاریگریوں میں تفکر وتدبر کے ذریعہ اس عطا کرنے والے اور صانع وکاریگر کو جاننا معرفت کہلاتا ہے۔ اس کی معرفت اس کے شکریہ کے لیے ضروری ہے اور اسی معرفت کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اِس منعم ومعطی اور خالق کو پہچاننا اتنا اہم اور ضروری ہے کہ علی علیہ السلام جیسے راہنما کا نہج البلاغہ میں فرمان ہے: اَوَّلُ الدِّيْنِ مَعْرِفَتُهٗ۔ (خطبہ:۱) ''دین کی ابتدا اس کی معرفت ہے''۔

امام رضا علیہ السلام معرفت کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اَوَّلُ عِبَادَةِ اللّٰهِ مَعْرِفَتُهٗ وَ اَصْلُ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ تَوْحِيْدُهٗ۔[2] ''اللہ کی اوّلین عبادت اس کی معرفت ہے اور اللہ کی معرفت کی بنیاد اس کی توحید ہے''۔

اللہ کو کیسے پہچانا جائے اور اُس تک کیسے پہنچا جائے اُس کے لئے علی علیہ السلام ہی نے بتا دیا کہ {وَاِنَّمَا الْاَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ، وَعُرَفَآئُهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ}۔[3] ''بلاشبہ آئمہؑ اللہ کی مخلوق پر اللہ کے مقرر کیے ہوئے حاکم

---

[1] بقرہ، آیہ ۵۷۔

[2] التوحید شیخ الصدوق، ص، ۳۶۔

[3] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۰۔

ہیں اور اس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں''۔ کربلا جیسا انسان ساز مدرسہ قائم کرنے کے لئے اللہ کے گھر کعبہ کو حج کے موقع پر چھوڑ کر جانے والے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑتے ہوئے اپنے خطبہ میں توحید کی طرف یوں دعوت دی۔ مَنْ کَانَ بَاذِلاً فِیْنَا مُهْجَتَهٗ، وَ مُوَطِّنًا عَلٰی لِقَاءِ اللّٰهِ نَفْسَهٗ فَلْیَرْحَلْ مَعَنَا فَاِنَّنِیْ رَاحِلٌ مُصْبِحًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی[1] ''جو ہماری راہ میں خون جگر خرچ کرنا چاہتا ہے اور جس نے اللہ سے ملاقات کا پختہ ارادہ کرلیا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے میں کل صبح جا رہا ہوں''۔

امامؑ نے کربلا کے اِس مدرسہ توحید میں سجدوں سے معرفتِ پروردگار کرائی۔ جوش ملیح آبادی لکھتے ہیں:

ہاں وہ حسینؑ جس کا ابد آشنا ثبات　　کہتا ہے گاہ گاہ حکیموں سے بھی یہ بات
یعنی درونِ پردہ صدرنگِ کائنات　　ایک کارساز ذہن ہے، اک ذی شعور ذات
سجدوں سے کھینچتا ہے جو "مسجود" کی طرف
تنہا جو اک اشارہ ہے "معبود" کی طرف

اہلِ بیتؑ حقیقت میں معلّمِ توحید ہیں اور اِس سلسلہ امامت کی پہلی کڑی امیر المؤمنینؑ سید الموحّدین و امام الموحّدینؑ ہیں۔ علامہ شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب التوحید میں اہل بیت سے توحید سے متعلق ۵۸۳ احادیث نقل کیں جو علم توحید کا ایک بہت بڑا خزانہ ہیں۔ اسی طرح سید الموحّدین علیؑ ابن ابی طالبؑ اور باقی آئمہ سے، خاص کر امام زین العابدینؑ سے منقول دُعائیں معرفت پروردگار اور اللہ سے خود کو جوڑنے کے لئے ایک بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ آلِ محمدؐ کے ان علمی سرمایوں میں سے نہج البلاغہ اور امام سجاد علیہ السلام کی دعاؤں کے مجموعہ صحیفہ سجادیہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

اِس وقت فقط امام الموحدین علی علیہ السلام کے کلام کے مجموعہ نہج البلاغہ سے معرفت پروردگار کے بارے میں کچھ پیش کرنا مقصود ہے۔ عقائد پر لکھی جانے والی درجنوں کتابیں توحید کی بحث میں نہج البلاغہ کی عبارتوں سے مزیّن ہیں۔ برصغیر کی عظیم شخصیت حضرت علامہ سید دلدار علی غفران مآب اعلیٰ اللہ مقامہ عقائد کے پانچ جلدوں پر مبنی کتاب ''مرآۃ العقول معروف بہ عماد الاسلام'' کی ابتدا نہج البلاغہ کے اِس جملہ سے کرتے ہیں۔ {اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّیْ لِخَلْقِهٖ بِخَلْقِهٖ، وَ الظَّاهِرِ لِقُلُوْبِهِمْ بِحُجَّتِهٖ}[2] تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو اپنی مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے۔ سید العلماء علامہ سید حسن فرزند علامہ سید دلدار علی عقائد کی کتاب ''حدیقہ سلطانیہ''

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۶۷۔

[2] نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۶۔

کی پہلی جلد کے مقدمہ میں وجوب معرفت کی بحث نہج البلاغہ کے اس جملے سے کرتے ہیں۔{اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُهٗ }[1] دین کی ابتدااس کی معرفت ہے۔

اُس مالک کی معرفت کے لیے رسول اللہؐ سے کسی شخص نے سوال کیا یارسول اللہؐ آپ مجھے جدید علم سکھائیں۔ آپؐ نے فرمایا''رَاْسُ الْعِلْمِ''، علم کے سردار کے بارے میں، آپ نے کیا سیکھا جو آپ جدید علم سیکھنا چاہتے ہیں؟ عرض کی، مَا رَاْسُ الْعِلْمِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ[2] یارسول اللہؐ کونسا علم علوم کا سردار ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی معرفت کا جو حق ہے اس معرفت کا حصول۔

معرفت پروردگار کی اہمیت کو جاننے کے بعد اس سردارِ علوم کے حصول کا سوچا جائے تو سید الانبیاؐ کا یہ فرمان روز روشن کی طرح نظر آتا ہے، اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا۔''میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں''۔رسول اللہؐ کے اس فرمان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے معرفت کے حصول کے لیے قدم اُٹھتا ہے تو امام الموحّدین علیؑ کی یہ صدا گونجتی ہوئی اپنی طرف بلاتی ہے {فَاسْئَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ، فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ! لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ فِیْمَا بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَ السَّاعَةِ ،وَلَاعَنْ فِئَةٍ تَهْدِیْ مِائَةً وَ تُضِلُّ مِائَةً اِلَّآ اَنْبَاْتُكُمْ }[3] ''اب (موقع ہے جو چاہو) مجھ سے پوچھ لو، بیشتر اِس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کرو گے کہ جس نے سو کو ہدایت کی ہو اور سو کو گمراہ کیا ہو''۔سید الموحّدین علی بن ابی طالبؑ کا یہ اعلان آج بھی نہج البلاغہ میں موجود ہے۔امامؑ کے اس دعوے سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ علیؑ جیسے راہنما سے ہی معرفت جیسا مہم علم حاصل کیا جا سکتا ہے اور امامؑ کے علوم کا ایک منبع و سرچشمہ نہج البلاغہ ہے۔

ایک مقام پر امامؑ اپنے ساتھ سب اہل بیتؑ کو مرکزِ علم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: {تَاللّٰهِ! لَقَدْ عَلِمْتُ تَبْلِیْغَ الرِّسَالَاتِ، وَ اِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَ تَمَامَ الْكَلِمَاتِ۔وَ عِنْدَنَا اَهْلِ الْبَیْتِ اَبْوَابُ الْحِكَمِ وَ ضِیَآءُ الْاَمْرِ }[4] ''خدا کی قسم! مجھے پیغاموں کے پہنچانے، وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۔

[2] التوحید، الصدوق ص، ۲۷۸۔

[3] نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۸۔

[4] نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۸۔

کرنے کا خوب علم ہے اور ہم اہل بیتؑ (نبوت) علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں''۔ایک اور مقام پر امام الموحّدین علیؑ اپنا اور اہل بیتؑ کا تعارف اس طرح کراتے ہیں { نَحْنُ ۔۔۔مَعَادِنُ الْعِلْمِ ، وَ يَنَابِيْعُ الْحِكَمِ }[۱] ''ہم علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں''۔ایک جگہ امامؑ اس تعارف کو یوں بیان فرماتے ہیں { فَاِنَّهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ ،وَ مَوْتُ الْجَهْلِ }[۲] ''وہی (اہلبیتؑ) علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں''۔

سیرتِ امیر المومنینؑ میں علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ کے یہ جملات نقل کیے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ اُصُوْلَ التَّوْحِيْدِ وَالْعَدْلِ مَاخُوْذَةٌ مِنْ كَلَامِ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ خُطَبِهٖ فَاِنَّهَا تَتَضَمَّنُ مِنْ ذٰلِكَ مَالَا زِيَادَتُهٗ عَلَيْهِ وَلَا غَايَتُهٗ وَرَائَهٗ وَ مَنْ تَاَمَّلَ الْمَاْثُوْرَ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ كَلَامِهٖ عَلِمَ اَنَّ جَمِيْعَ مَا اَسْهَبَ الْمُتَكَلِّمُوْنَ مِنْ بَعْدِ فِيْ تَصْنِيْفِهٖ وَ جَمْعِهٖ اِنَّمَا هُوَ تَفْصِيْلٌ لِتِلْكَ الْجُمَلِ وَ شَرْحٌ لِتِلْكَ الْاُصُوْلِ۔[۳]

''تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ توحید و عدل کے اصول امیر المؤمنینؑ کے کلمات و خطبات سے ماخوذ ہیں کیونکہ وہ تمام الہیاتی مطالب پر حاوی ہیں اِن میں نہ اضافہ ممکن ہے اور نہ اِن سے آگے کوئی حد ہے۔ چنانچہ جو شخص آپؑ کے کلام پر نظر کرے وہ جان لے گا کہ آپؑ کے بعد متکلّمین نے جن تفصیلی مباحث کی تالیف و تدوین کی وہ آپؑ ہی کے بیان کردہ مجملات کی تفصیل اور آپؑ ہی کے پیش کردہ اصول کی تشریح و توضیح ہیں''۔

آپ کے ہاتھ میں موجود اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ نہج البلاغہ کی تعلیمات سے پروردگار کی معرفت حاصل کی جائے۔امام الموحّدینؑ کا یہ دعویٰ بھی اسی نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ ہم باب و در ہیں۔فرمایا { نَحْنُ الشِّعَارُ وَ الْاَصْحَابُ وَ الْخَزَنَةُ وَ الْاَبْوَابُ ، وَ لَا تُؤْتَى الْبُيُوْتُ اِلَّا مِنْ اَبْوَابِهَا ، فَمَنْ اَتَاهَا مِنْ غَيْرِ اَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا }[۴] ''ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے''۔اِس لیے اسی

---

[۱] نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۷۔

[۲] نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۵۔

[۳] غرر و درر، سیرت امیر المؤمنینؑ علم الہیات۔صفحہ ۷۴۴۔

[۴] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۲۔

دروازہ پر دستک دے کر درس توحید و معرفت پروردگار کا سوال کیا جا سکتا ہے۔ امیر المومنینؑ کے کلام کا ایک ایک جملہ اور زندگی کا ہر ہر عمل معرفت کا چمکتا ہوا چراغ ہے۔ جوش ملیح آبادی نے اس کا اظہار یوں کیا،

اے مرتضی اے امام زماں شیر کردگار　　عرفان کی سلطنت میں نہیں تجھ سا تاجدار

ذعلب الیمانی نے امام الموحدینؑ سے پوچھا {هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَقَالَ: اَفَاَعْبُدُ مَا لَا اَرٰى؟ فَقَالَ: وَ كَيْفَ تَرَاهُ؟ }[1] ''اے امیر المؤمنینؑ! کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟ اس نے کہا کہ آپؑ کیونکر دیکھتے ہیں؟'' ابن ابی الحدید ان جملات کی شرح میں لکھتے ہیں: وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَفَاَعْبُدُ مَا لَا اَرٰى؟ مَقَامٌ رَفِيْعٌ جِدًّا لَا يَصْلِحُ اَنْ يَّقُوْلَهٗ غَيْرُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔[2] ''آپؑ کا یہ فرمان اَفَاَعْبُدُ مَالَا اَرٰى، نہایت ہی بلند مقام ہے اور آپؑ کے علاوہ کوئی یہ کہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا''۔

مولا الموحدینؑ کے معرفت الٰہی کے ان الفاظ { لَمْ تُحِطْ بِهِ الْاَوْهَامُ بَلْ تَجَلّٰى لَهَا بِهَا، وَ بِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا }[3] ''عقلیں اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتیں، بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کے لیے آشکارا ہوا ہے اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل وفہم میں آنے سے انکاری ہے''۔ کے بارے میں علامہ محمد تقی جعفری لکھتے ہیں ''خدا شناسی کے بارے میں اِس جملہ سے بلند تر کوئی کلام نہیں''۔[4] علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے نہج البلاغہ کا بہترین ترجمہ کیا۔ کسی نے پوچھا ترجمہ کرتے وقت کہاں زیادہ لطف آیا تو معرفتِ پروردگار کے ایک جملے کے ترجمہ کو پیش کیا۔ {كَائِنٌ لَّا عَنْ حَدَثٍ }[5] ''وہ ہے ہوا نہیں''۔ یہ انداز معرفت امیر المومنینؑ ہی اپنا سکتے ہیں اور معرفت کا باب یہی علیؑ ہیں۔

انسان کی معرفت جتنی بلند ہوگی زندگی میں اِس کے اثرات اتنے واضح ہوں گے۔ سید الموحدین امیر المؤمنینؑ کے ہر عمل میں توحید کی جھلک نظر آتی ہے۔ مولانائے روم نے ''از علی آموز اخلاص عمل'' کے عنوان سے ۵۲ اشعار کی

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۷۔

[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۹، ص ۶۴۔

[3] نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۳۔

[4] کاوشی در نہج البلاغہ ج ۲، ص ۱۳۷۔

[5] نہج البلاغہ خطبہ ۱۔

ایک طویل نظم میں امیرالمومنینؑ کے اوصاف بیان کیے، خاص کر جنگ خندق میں دشمن نے آپؑ کے چہرہ اقدس پر تھوک دیا تو امامؑ نے اُسے چھوڑ دیا۔ مولانا روم مثنوی دفتر اول میں اس منظر کو پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ علیؑ سے سوال ہوا کہ تلوار کیوں روک لی تو فرمایا:

گفت من تیغ از پی حق می زنم   بنده حقم نه مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر هوا   فعل من بر دین من باشد گوا
تا احب لله آید نام من   تا که ابغض لله آید کام من
تا که اعطا لله آید جود من   تا که امسك لله آید بود من
بخل من لله عطا لله و بس   جمله لله ام نیم من آن کس

(ترجمہ) فرمایا میں حق کی خاطر تلوار چلاتا ہوں، میں حق کا بندہ ہوں اپنی ذات کا محکوم نہیں ہوں۔

میں حق کا شیر ہوں خواہشات کا شیر نہیں ہوں، میرا عمل میرے دین کا گواہ ہے۔

یہاں تک کہ اللہ کی خاطر محبت سے میری شہرت ہو، تا کہ اللہ کی خاطر کسی سے بغض و نفرت میری خواہش ہو۔

تا کہ اللہ کی خاطر عطا کرنا میری سخاوت ہو، تا کہ اللہ کے خاطر کسی سے روک لینا میرا وجود بن جائے۔

میرا نہ دینا اللہ کے لیے اور میرا دینا بھی بس اللہ کے لیے ہے، میرا سب کچھ اللہ کے لیے ہے میں کچھ نہیں ہوں۔

حقیقی معرفت یہ ہے کہ جن کو رب کی معرفت ہوتی ہے اُنہیں کچھ مل جائے تو تکبر نہیں کرتے اور سب کچھ چھن جائے تو مایوس نہیں ہوتے۔ کسی سے راضی ہوں تو حد سے نہیں بڑھتے اور کسی سے غضبناک ہوں تو ظلم نہیں کرتے۔ علی علیہ السلام کی زندگی میں یہ کردار چمکتا ہوا چراغ ہے۔ علی علیہ السلام کا کلام ہو یا عمل ہو توحید کی معرفت کی نشاندہی کرتا ہے۔ امامؑ نے ایک عارف کی زندگی کا خلاصہ ان لفظوں میں پیش فرمادیا:

{اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ}[1]

---

[1] نہج البلاغہ: حکمت ۲۳۷۔

''ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت وخواہش کے پیش نظر کی، یہ تجارت کرنے والوں کی عبادت ہے، اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی، یہ غلاموں کی عبادت ہے، اور ایک جماعت نے ازروئے شکروسپاس گزاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے''۔

دریائے معرفت میں غوطہ زن ہونے کیلئے سفینہ سید الموحدینؑ کا سہارا لے کر نہج البلاغہ سے مفاہیم پیش کرتے ہیں اِس عجز واقرار کے ساتھ کہ{ لَا یَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَآئِلُوْنَ }[1] ''تمام حمد اُس اللہ کے لیے جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں''۔ اور اس اظہار کے ساتھ کہ{لَمْ یُطْلِعِ الْعُقُوْلَ عَلٰی تَحْدِیْدِ صِفَتِهٖ }[2] ''اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدونہایت پر مطلع نہیں کیا''۔ اور یہ قبول کرتے ہوئے کہ{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی انْحَسَرَتِ الْاَوْصَافُ عَنْ کُنْهِ مَعْرِفَتِهٖ } [3] ''تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس کی معرفت کی حقیقت ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں''۔ شہید مرتضیٰ مطہریؒ فرماتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلامی معارف وتعلیمات میں عمیق عقلی بحثیں پہلی مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کے خطبوں، دُعاؤں اور گفتگوؤں میں نظر آتی ہیں۔[4]

سیر وسلوک الی اللہ اور معرفت کے اِس گلشن میں اِس امید سے قدم رکھتے ہیں کہ اس نے خود اپنی معرفت کی راہیں روشن کی ہیں۔ میر انیس کہتے ہیں:

گلشن میں پھروں کہ سیرِ صحرا دیکھوں — یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے — حیران ہوں کہ ان دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

امیر المؤمنینؑ معرفت کے عمومی ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں {اَحَقُّ وَ اَبْیَنُ مِمَّا تَرَی الْعُیُوْنُ}۔ [5] ''وہ اُن چیزوں سے بھی زیادہ ثابت وآشکار ہے کہ جنہیں آنکھیں دیکھتی ہیں''۔ اور ایک مقام پر امامؑ فرماتے ہیں{وَ اَقَامَ مِنْ شَوَاهِدِ الْبَیِّنَاتِ عَلٰی لَطِیْفِ صَنْعَتِهٖ، وَ عَظِیْمِ قُدْرَتِهٖ، مَا انْقَادَتْ لَهُ

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ا۔

[2] نہج البلاغہ خطبہ ۴۹۔

[3] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۳۔

[4] علم کلام درس ۷۔

[5] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۳۔

الْعُقُوْلُ مُعْتَرِفَةً بِهٖ، وَ مُسَلِّمَةً لَهٗ }[۱] ''اور اپنی لطیف صفات اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جن کے سامنے عقلیں اُس کی ہستی کا اعتراف اور اُس کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہوئے سر اطاعت خم کر چکی ہیں''۔ اللہ سبحانہ کی معرفت کی راہیں روشن کرتے ہوئے ایک جگہ امامؑ ارشاد فرماتے ہیں {اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلٰی وُجُوْدِهٖ بِخَلْقِهٖ }[۲] ''تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے کہ جو کائنات کی خلقت سے اپنے وجود کا پتا دیتا ہے''۔ امام الموحّدینؑ نے معرفتِ الٰہیہ کے لئے اللہ کی کتاب قرآن کو جو ہمارے ہاتھوں میں ہے کو معرفت کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے، فرمایا: {فَتَجَلّٰی سُبْحَانَهٗ لَهُمْ فِیْ كِتَابِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّكُوْنُوْا رَاَوْهُ}[۳] ''وہ ذات پاک اپنے بندوں کے لئے بغیر دکھائی دئے اپنی کتاب میں جلوہ طراز ہے''۔

معرفت پروردگار کے اس سفر میں امیر المومنینؑ کے ان الفاظ سے اگلی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔ {اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا تَاْخُذُ وَ تُعْطِیْ، وَ عَلٰی مَا تُعَافِیْ وَ تَبْتَلِیْ }[۴] ''تو جو کچھ لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن مرضوں سے شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے سب پر تیرے لیے حمد و ثنا ہے''۔

---

[۱] نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۳۔

[۲] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۰۔

[۳] نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۵۔

[۴] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۸۔

(خطبہ:۱)

اوصاف الٰہی سے عاجزی

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَآئِلُوْنَ، وَ لَا یُحْصِیْ نَعْمَآئَهُ الْعَادُّوْنَ وَ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّهٗ الْمُجْتَهِدُوْنَ. الَّذِیْ لَا یُدْرِكُهٗ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَ لَا یَنَالُهٗ غَوْصُ الْفِطَنِ. الَّذِیْ لَیْسَ لِصِفَتِهٖ حَدٌّ مَّحْدُوْدٌ، وَ لَا نَعْتٌ مَّوْجُوْدٌ، وَ لَا وَقْتٌ مَّعْدُوْدٌ، وَ لَاۤ اَجَلٌ مَّمْدُوْدٌ. فَطَرَ الْخَلَآئِقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَ نَشَرَ الرِّیَاحَ بِرَحْمَتِهٖ، وَ وَتَّدَ بِالصُّخُوْرِ مَیَدَانَ اَرْضِهٖ}.

”تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں، نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اس کیلئے توصیفی الفاظ ہیں، نہ اس (کی ابتدا) کیلئے کوئی وقت ہے جسے شمار میں لایا جا سکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا اور تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں“۔

کمالِ معرفت

{اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُهٗ، وَ كَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِیْقُ بِهٖ، وَ كَمَالُ التَّصْدِیْقِ بِهٖ تَوْحِیْدُهٗ، وَ كَمَالُ تَوْحِیْدِهِ الْاِخْلَاصُ لَهٗ، وَ كَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَهٗ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْهُ، لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ اَنَّهَا غَیْرُ الْمَوْصُوْفِ، وَ شَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوْفٍ اَنَّهٗ غَیْرُ الصِّفَةِ}.

”دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے، کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے، کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے،

کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے"۔

{فَمَنْ وَّصَفَ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَقَدْ قَرَنَهٗ، وَ مَنْ قَرَنَهٗ فَقَدْ ثَنَّاهُ، وَ مَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّاَهٗ، وَ مَنْ جَزَّاَهٗ فَقَدْ جَهِلَهٗ، وَ مَنْ جَهِلَهٗ فَقَدْ اَشَارَ اِلَيْهِ، وَ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهٗ، وَ مَنْ حَدَّهٗ فَقَدْ عَدَّهٗ، وَ مَنْ قَالَ: "فِيْمَ؟" فَقَدْ ضَمَّنَهٗ، وَ مَنْ "قَالَ: "عَلَامَ؟" فَقَدْ اَخْلٰى مِنْهُ}

"لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے اس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اس نے دوئی پیدا کی اور جس نے دوئی پیدا کی اس نے اس کیلئے جز بنا ڈالا اور جو اس کیلئے اجزاء کا قائل ہوا وہ اس سے بے خبر رہا اور جو اس سے بے خبر رہا اس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اسے محدود سمجھا وہ اسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا اور جس نے یہ کہا کہ "وہ کس چیز میں ہے"؟ اس نے اسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ "وہ کس چیز پر ہے؟" اس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں"۔

{كَائِنٌ لَّا عَنْ حَدَثٍ، مَّوْجُوْدٌ لَّا عَنْ عَدَمٍ، مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ، وَ غَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا بِمُزَايَلَةٍ، فَاعِلٌ لَّا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَ الْاٰلَةِ، بَصِيْرٌ اِذْ لَا مَنْظُوْرَ اِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهٖ، مُتَوَحِّدٌ اِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَاْنِسُ بِهٖ وَ لَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهٖ}.

"وہ ہے ہوا نہیں، موجود ہے مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا، وہ ہر شے کے ساتھ ہے نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے نہ جسمانی دوری کے طور پر، وہ فاعل ہے لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی، وہ یگانہ ہے اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان ہو جائے۔"

نہج البلاغہ کا یہ پہلا خطبہ اللہ کے اوصاف اور اس کی عظمت اور آدمی کے فکر و شعور کی کمزوری اور اس کی عاجزی

کے اظہار کے لئے ہے۔ امیر المومنینؑ نے بارہ اوصاف الٰہی بیان فرمائے۔ {لَا یَبْلُغُ مِدْحَتَہُ الْقَائِلُوْنَ}۔ ''اس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں''۔ پہلا وصف یہ کہ بندے اُس کی مدح وثنا کے بیان سے قاصر ہیں اور فکر ووہم اُس کی ذات کی حقیقت کو درک نہیں کر سکتے۔ اور یہیں مشہور جملہ ارشاد فرمایا کہ دین کی ابتداء اُس کی معرفت ہے۔ دو چیزیں الگ الگ بیان فرما دیں کہ معرفت دین کی بنیاد ہے اور حقیقتِ معرفت ممکن نہیں گویا تعریف وحمد کا حق ادا کرنے سے عجز وناتوانی کا اظہار ہی حقیقت میں اُس کی حمد ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا:

سَمِعَ الْاِمَامُ الصَّادِقُ رَجُلاً یَقُوْلُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ لَہٗ۔ اَکْبَرُ مِنْ اَیِّ شَیْئٍ؟ قَالَ الرَّجُلُ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ۔ فَقَالَ الْاِمَامُ کَانَ اللّٰہُ وَ لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئٌ۔ قَالَ الرَّجُلُ فَمَاذَا اَقُوْلُ۔ قَالَ الْاِمَامُ۔ قُلْ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ اَنْ یُوْصَفَ۔[1]

''امام جعفر صادق علیہ السلام نے کسی شخص کو اللہ اکبر کہتے ہوئے سنا۔ آپؑ نے اس سے پوچھا، کس چیز سے اکبر و بڑا ہے؟ اس نے عرض کی، ہر شے سے بڑا۔ امامؑ نے فرمایا، ایک وقت ایسا تھا کہ اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی اور شے نہیں تھی۔ اُس شخص نے عرض کی پھر کیا کہوں؟ امامؑ نے فرمایا کہو، وہ اس سے بڑا ہے کہ اس کے اوصاف بیان کیے جائیں''۔

اللہ سبحانہ کے اوصاف کے بیان سے انسان کے عاجز ہونے کی طرح اس کی نعمات کا شکر بھی انسان کے بس میں نہیں ایک روایت میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ: فِیْمَا اَوْحَی اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلٰی مُوْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا مُوْسیٰ اُشْکُرْنِیْ حَقَّ شُکْرِیْ فَقَالَ یَا رَبِّ وَ کَیْفَ اَشْکُرُکَ حَقَّ شُکْرِکَ وَ لَیْسَ مِنْ شُکْرٍ اَشْکُرُبِہٖ اِلَّا وَ اَنْتَ اَنْعَمْتَ بِہٖ عَلَیَّ قَالَ یَا موسیٰ اَلْاٰنَ شَکَرْتَنِیْ حِیْنَ عَلِمْتَ اَنَّ ذَالِکَ مِنِّیْ۔[2]

''امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ اللہ سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ میرا شکر ادا کرنے کا حق ادا کرو۔ عرض کی پروردگارا! تیرے شکر کا حق کیسے ادا کر سکتا ہوں جب

---

[1] فی ظلال نہج البلاغہ ج۱، ص۱۷۹۔

[2] اصول کافی ج۲، ص۹۸/ حدیث۲۷۔

کہ تیرے شکر کی ادائیگی بھی ایک نعمت ہے اس لیے شکر کی ادائیگی کی توفیق پر بھی شکر کی ادائیگی ضروری ہے۔ ارشاد پروردگار ہوا۔ موسیٰ جب اس شکر کو بھی میری طرف سے نعمت سمجھا اور اس کی ادائیگی سے ناتوانی کا اظہار کیا تو شکر کا حق ادا ہو گیا۔

{وَ لَا يُحْصِيْ نَعْمَآئَهُ الْعَادُّوْنَ}۔ ''جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے'' اللہ سبحانہ کی دی ہوئی مادی و معنوی، ظاہری و باطنی، فردی و اجتماعی نعمات گنی نہیں جا سکتیں۔ انسان اپنے وجود کے اندر کی باریکیاں اور نعمات نہیں گن سکتا چہ جائیکہ وہ دوسری نعمات کو گنے۔ انسان کے بدن کے بارے جتنی تحقیقات آگے بڑھ رہی ہیں اُتنا ہی اللہ کی عطاؤں کا احساس واضح ہو رہا ہے۔ جب اُس کی نعمات کو مکمل طور پر نہیں جان سکتے تو اُس کی ذات کو کہاں جان سکتے ہیں۔

{فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهٖ} ''اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا''۔ یہاں صفاتِ جمال وجلال یا صفاتِ ثبوتیہ وسلبیہ کو بیان کرنے کے بعد صفاتِ فعل کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ امامؑ مخلوق کی خلقت کی شگفتگیوں اور باریکیوں سے خالق کی عظمت دکھانا چاہتے ہیں۔ خاص کر ہوا اور پہاڑوں کا ذکر فرمایا۔ ہوا کے ساتھ رحمت کا تذکرہ کر کے احساس دلایا کہ ہوا تیرے ہر وقت کی ضرورت ہے چند لحظے اِس کے بغیر تو نہیں گزار سکتا مگر تجھے کبھی احساس بھی نہیں دلایا۔ اِس کی ضرورت پڑنے پر اور پھر طلب کرنے پر نہیں چھوڑا بلکہ اپنی رحمت سے بغیر مانگے دیتا ہے۔ امامؑ کا یہ فرمان اِس آیت کی تفسیر ہے۔ ﴿وَ هُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾۔[1] ''اور وہی تو ہے جو ہواؤں کو خوشخبری کے طور پر اپنی رحمت کے آگے آگے بھیجتا ہے''۔ اور پہاڑوں کا ذکر کیا اُن کی بلندیوں اور مضبوطی کی بناء پر یا اُن کے فوائد اور اُن کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کی طرف توجہ دلانے کے لیے۔ یہ فرمان اِس آیت کی تفسیر ہے. ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا﴾۔[2] ''کیا ہم نے زمین کو گہوارہ نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟''۔

{اَوَّلُ الدِّيْنِ مَعْرِفَتُهٗ} ''دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے''۔ یہ جملہ خداشناسی کا مکمل باب اور خلاصہ ہے۔ دین عقائد، وظائف الٰہی، اعمال واخلاق سب کو شامل ہے اِن سب کی بنیاد اللہ کی معرفت ہے اور پھر تصدیق و توحید واخلاص اسی بنیاد کی دیواریں اور اسی تنے کی شاخیں ہیں۔ اور توحید کا کمال اخلاص کو قرار دیا یعنی ہر حال میں بس وہی مدنظر رہے۔ اِس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ {وَ كَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَهُ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ}۔ ''اور کمالِ

---

[1] سورہ اعراف آیہ ۵۷۔

[2] سورہ نباء آیہ ۷۔

اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے''۔خداشناسی اور توحید کے راستے میں سب سے بڑا خطرہ قیاس کی وادی میں گرنا ہے۔یعنی اللہ کی صفات کا مخلوق کی صفات سے مقایسہ کرنا۔مخلوق کی صفات میں نقص وعیب پائے جاتے ہیں اِس لئے مخلوق کی صفات کو مدنظر رکھتے ہوئے خالق کی صفات سمجھ نہیں آتیں اور یہ بھی لازم ہے کہ اللہ کی صفات کو اس کی ذات سے الگ نہ جانا جائے کیونکہ یہ خیال کہ ایک وقت وہ تھا جب اللہ تھا اور یہ صفات اُس میں نہیں تھیں، یہ قیاس خداشناسی میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔اللہ کی صفات نہ کسی اور میں پائی جاتی ہیں اور نہ اُس کی صفات اُس کی ذات سے الگ ہیں خدا قیاس وخیال اور گمان ووہم سے بلند تر ہے۔

غیر محدود

{وَ مَنْ قَالَ: ''عَلَامَ؟'' فَقَدْ اَخْلٰى مِنْهُ}۔''اور جس نے یہ کہا کہ ''وہ کس چیز پر ہے؟'' اس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں''۔خدا کسی چیز پر ہے کی یہ سوچ اُسے محدود کرتی ہے۔امامؑ نے یہاں مختلف انداز سے واضح فرمایا کہ وہ محدود نہیں ہے۔اگر اللہ کو مثلاً کہا جائے کہ وہ عرش پر ہے، کرسی پر ہے آسمان پر ہے تو یہ اُسے محدود کرتا ہے۔مثلاً عرش پر ہے تو وہ وہاں محدود ہے۔باقی مقامات اُس سے خالی ہیں۔وہ عرش پر ہے یا اُس کی کرسی کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد اُس کی حکومت کی وسعت ہے۔وہ نہ مکان میں محدود ہے نہ زمان میں محدود ہے۔اسی مفہوم کا ایک فرمان امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے۔عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ علیہ السلام قَالَ اَتٰی حِبْرٌ مِنَ الْاَحْبَارِ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ، فَقَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! مَتٰی کَانَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَیْلَكَ اِنَّمَا یُقَالُ مَتٰی کَانَ لِمَا لَمْ یَکُنْ، فَاَمَّا مَاکَانَ فَلَایُقَالُ، مَتٰی کَانَ، کَانَ قَبْلَ الْقَبْلِ بِلَاقَبْلٍ، وَ بَعْدَ الْبَعْدِ بِلَابَعْدٍ، وَلَا مُنْتَهٰی غَایَةٍ لِتَنْتَهِیَ غَایَتُهٗ، فَقَالَ لَهٗ: اَنَبِیٌّ اَنْتَ؟ فَقَالَ: لِاُمِّكَ الْهَبَلُ اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبِیْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ [1]

''امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ یہودی علماء میں سے ایک عالم امیرالمؤمنینؑ کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین! آپ کا رب کب سے ہے؟ فرمایا تم پر افسوس ہے کب سے وہاں کہا جاتا ہے جب کوئی چیز نہ ہو مگر جو ہمیشہ سے ہے وہاں کب سے ہے نہیں کہا جاتا۔وہ قبل سے بھی قبل ہے اس سے پہلے کوئی پہل نہیں۔اور بعد کے بھی بعد ہے بغیر کسی بعد کے۔اس کی کوئی انتہا نہیں جس پر اس کا اختتام ہو۔اس یہودی نے آپؑ سے عرض کیا۔آیا آپ نبی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا آپ کی ماں آپ کے سوگ میں بیٹھے۔میں رسول اللہؐ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں''۔

---

[1] الکافی: باب الکون والمکان کتاب التوحید ج ۱، ص، ۱۲۲۔

{اَنْشَاَ الْخَلْقَ اِنْشَآءً}۔ ''اُس نے مخلوق کو خلق و انشاء کیا جو حق انشاء ہے''۔ یہاں سے امامؑ نے مخلوق کی تفصیل بیان فرمائی، عالم آفرینش کے عجائب، فضا و خلا، پانی و ہوا اور ملائکہ و انبیاء کی خلقت کی تفسیر بیان فرما کر مخلوق سے خالق کی معرفت کرائی۔ مخلوق کی زندگیوں کے عجائبات جو اللہ نے انہیں ودیعت فرمائے اور امام الموحدینؑ نے ان کی زندگی کی جس انداز میں وضاحت فرمائی اس میں معرفت کے درجنوں درس موجود ہیں مگر اس تحریر میں اس سے زیادہ تشریح مقصود نہیں ہے۔

(خطبہ:۲)

حمد کا فلسفہ

{اَحْمَدُهٗ اسْتِتْمَامًا لِّنِعْمَتِهٖ، وَ اسْتِسْلَامًا لِّعِزَّتِهٖ، وَ اسْتِعْصَامًا مِّنْ مَّعْصِيَتِهٖ، وَ اَسْتَعِيْنُهٗ فَاقَةً اِلٰى كِفَايَتِهٖ، اِنَّهٗ لَا يَضِلُّ مَنْ هَدَاهُ، وَ لَا يَئِلُ مَنْ عَادَاهُ، وَ لَا يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ، فَاِنَّهٗ اَرْجَحُ مَا وُزِنَ، وَ اَفْضَلُ مَا خُزِنَ}.

''اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں، اس کی نعمتوں کی تکمیل چاہنے، اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اس کی معصیت سے حفاظت حاصل کرنے کیلئے اور اس سے مدد مانگتا ہوں اس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے۔ جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا، جسے وہ دشمن رکھے اسے کوئی ٹھکانا نہیں ملتا، جس کا وہ کفیل ہو وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ یہ (حمد اور طلب امداد) وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلہ بھاری ہے اور ہر گنجِ گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے''۔

{وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، شَهَادَةً مُّمْتَحَنًا اِخْلَاصُهَا، مُعْتَقَدًا مُّصَاصُهَا، نَتَمَسَّكُ بِهَآ اَبَدًا مَّآ اَبْقَانَا، وَ نَدَّخِرُهَا لِاَهَاوِيْلِ مَا يَلْقَانَا، فَاِنَّهَا عَزِيْمَةُ الْاِيْمَانِ، وَ فَاتِحَةُ الْاِحْسَانِ، وَ مَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ، وَ مَدْحَرَةُ الشَّيْطٰنِ}.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے، ایسی گواہی جس کا

خلوص پر کھا جا چکا ہے اور جس کا نچوڑ بغیر کسی شائبہ کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے، زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے اور اسی کو پیش آنے والے خطرات کیلئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے، یہی گواہی ایمان کی مضبوط بنیاد اور حسنِ عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان کی دوری کا سبب ہے"۔

امامؑ نے بہت سے خطبوں کی طرح یہ خطبہ بھی حمدِ باری تعالیٰ سے شروع فرمایا۔ البتہ یہاں حمد کی تین وجوہ بھی بیان فرمائیں کہ میں حمد کو نعمتوں کی تکمیل، عظمت الٰہی کی تعظیم اور معصیت سے حفاظت کی تدبیر کے طور پر ادا کرتا ہوں۔ ابن ابی الحدید جب ان جملوں کی شرح لکھتے ہیں تو ان مختصر جملات کے مفاہیم سے گویا وجد میں آ گئے اور لکھتے ہیں: فَسُبْحَانَ مَنْ خَصَّهُ بِالْفَضَائِلِ الَّتِيْ لَاتَنْتَهِي اَلْسِنَةُ الْفُصَحَاءِ اِلى وَصْفِهَا، وَجَعَلَهُ اِمَامَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ، وَ قُدْوَةَ كُلِّ صَاحِبِ خَصِيْصَةٍ۔[1] "پاک ہے وہ ذات جس نے علیؑ کو ان فضائل سے مخصوص کیا کہ فصحاء کی زبانیں اُن کے وصف بیان کرنے سے قاصر ہیں اور اُنہیں ہر صاحب علم کا امام بنایا اور ہر صاحب فضیلت کے لیے قائد و نمونہ بنایا"۔ امامؑ نے حمد کے بعد تمام اچھائیوں اور نیکیوں، فضیلتوں اور عظمتوں کی بنیاد یعنی توحید کی شہادت و گواہی کے لیے کلمہ توحید کو دُہرایا اور واضح فرمایا کہ یہ گواہی میرے وجود کے ذرّے ذرّے میں اور روح کے عمق میں سمائی ہوئی ہے۔

{نَتَمَسَّكُ بِهَا اَبَدًا مَّا اَبْقَانَا}۔ "ہم زندگی بھر اس کی شہادت و گواہی سے متمسک و وابستہ رہیں گے"۔ امامؑ نے جیسا کہ زندگی کے کسی ایک لحظہ میں بھی غیر خدا کے سامنے سر نہیں جھکایا اِسی طرح حقیقت توحید کو زندگی کے ہر عمل میں ثابت کر کے دکھایا۔ امامؑ نے زندگی کے ہر میدان میں "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اعلان کیا اور ہر قدم اسی گواہی کے سائے میں اٹھایا۔ کسی کو چاہا تو خدا کے لیے، کسی کو دور کیا تو بھی خدا کے لیے۔ مصلائے عبادت ہو تو خدا کے لیے اور میدان کارزار میں تلوار کی حرکت ہو تو خدا کے لیے۔ تلوار چلے اور اسے ثقلین کی عبادت سے افضل ہونے کا شرف ملے تو وجہ یہی توحید پر عقیدہ ہے اور میدان میں عمر بن عبدود جیسے دشمن کو قتل کرنے سے رک جائے تو اللہ کے لئے جنگ کی نشانی قرار پائے۔ امامؑ جنگ خندق میں عمرو کو قتل کرنے کی بجائے اس سے رخ موڑ کر دور ہو گئے۔ اسلامی فوج میں اس عمل کی وجہ سے اضطراب پیدا ہوا اور امامؑ نے پھر مڑ کر عمرو کو قتل کر دیا۔ جب آپؑ عمرو کا سر لے کر آئے اور آپؑ سے رک جانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

قَدْ كَانَ شَتَمَ اُمِّيْ وَ تَفَلَ فِيْ وَجْهِيْ فَخَشِيْتُ اَنْ اَضْرِبَهُ لِحَظِّ نَفْسِيْ، فَتَرَكْتُهُ حَتّٰى سَكَنَ مَا

[1] ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۳۳۔

بِیْ ثُمَّ قَتَلْتُہٗ فِی اللّٰہِ۔[1] ''اُس نے میری ماں کو گالی دی اور میرے منہ پر تھوکا تو مجھے ڈر لگا کہ میرا اسے قتل کرنا کہیں میری ذات کی وجہ سے نہ ہو تو میں نے اُسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ میرا غصہ ختم ہوا تو میں نے خدا کے لیے اُسے قتل کر دیا''۔

اس واقعہ کو مولانا روم نے مثنوی دفتر اول میں درجنوں اشعار میں نظم کیا جو واقعاً پڑھنے کے لائق ہیں۔ امامؑ بار بار توحید کا تذکرہ کر کے چاہنے والوں کو درسِ توحید دینا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں ان کے دلوں میں روح توحید زندہ رہے اور ان کی زندگی میں رنگ الٰہی کی جھلک نظر آئے۔ علامہ جواد مغنیہ نے ان جملات کی شرح میں لکھا کہ کلمۃ التوحید فقط حروف نہیں بلکہ زندگی کا دستور اور دل کی شریعت ہے۔ تاریخ وانسانیت رسول اللہؐ کے بعد کسی ایک فرد سے آشنا نہیں جو علیؑ و حسین ابن علیؑ کی طرح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے متمسک رہا ہو۔ ان دونوں کے لئے عقل وقلب، گوشت و خون مال وعیال اور اس کے علاوہ سب کچھ مکڑی کے منہ میں پتے کی مانند تھا اور اس کا گواہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی خاطر ان کا ذبح ونحر ہونا ہے۔[2]

علامہ اقبالؒ نے تو امام حسینؑ کے لیے یہ تک لکھ دیا:

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است — پس بنائے لا الہ گرویدہ است

حق کی خاطر خاک وخون میں غلطاں ہو گئے — اور یوں لا الہ کی بنیاد بن گئے

امامؑ نے زندگی بھر توحید میں اخلاص، توحید سے تمسک اور توحید کے سامنے تسلیم کا جو نمونہ پیش کیا وہ ایک الگ باب ہے۔ امامؑ کا نعمات کو یاد کر کے حمد ادا کرنا معرفت کے اضافے کا ایک اہم سبق ہے۔ اور اُس نعمت دینے والے اللہ کے سامنے تسلیم اللہ سے ارتباط کا عالی ترین درجہ ہے۔ امامؑ کے تسلیم کے اِس مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا: لَا تَسُبُّوْا عَلِیًّا فَاِنَّہٗ مَمْسُوْسٌ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ۔[3] ''علیؑ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ ذاتِ پروردگار سے جڑے ہوئے ہیں''۔

توحید میں اخلاص کے بارے میں رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں: عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَ اِخْلَاصُہٗ بِھَا اَنْ حَجَزَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَمَّا حَرَمَ اللّٰہُ۔[4] ''زید بن ارقم نے رسول اللہؐ سے نقل کیا ہے کہ جس نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب ج ۱، ص ۵۱۔

[2] فی ظلال نہج البلاغہ ج ۱، ص ۷۵۔

[3] علامہ محمد تقی جعفری، ترجمہ وتفسیر نہج البلاغہ ج ۲، ص ۲۵۰۔ بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب، حلیۃ الاولیاء ابونعیم ج ۱، ص ۶۸۔

[4] منہاج البراعۃ ج ۲، ص ۲۸۷۔

اور اخلاص یہ ہے کہ جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس شخص کو حرام سے روک لے''۔

توحید کے بعد امیر المومنینؑ خطبے کو یوں جاری رکھتے ہیں {وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ}۔ ''اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد و رسول ہیں''۔ علامہ جواد مغنیہ اس جملے کی شرح میں لکھتے ہیں: لَا غِنٰی لِكَلِمَةِ التَّوْحِيْدِ۔ عَلٰی عَظْمَتِهَا۔ اِلَّا مَعَ الشَّهَادَةِ لِمُحَمَّدٍ بِالرِّسَالَةِ. وَلَا غِنٰی بِهٰذِهِ الشَّهَادَةِ اِلَّا مَعْ كَلِمَةِ التَّوْحِيْدِ، وَ كُلٌّ مِنْهُمَا جُزْءٌ مُّتَمِّمٌ لِلْآخِرِ! وَالْاِسْلَامُ يَقُوْمُ عَلَيْهِمَا وَ عَلَى الْاِيْمَانِ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔[1] ''کلمہ توحید اپنی عظمت کے باوجود محمدؐ کی رسالت کی شہادت کے بغیر کافی نہیں اور رسالت کی شہادت کلمہ توحید کے بغیر کافی نہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو مکمل کرنے والا جزء ہے۔ اسلام ان دونوں اور روز آخرت پر ایمان پر قائم ہے''۔

(خطبہ:۴۵)

شکرِ الٰہی

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَقْنُوْطٍ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ، وَ لَا مَخْلُوٍّ مِّنْ نِّعْمَتِهٖ، وَ لَا مَاْيُوْسٍ مِّنْ مَّغْفِرَتِهٖ، وَ لَا مُسْتَنْكَفٍ عَنْ عِبَادَتِهٖ، الَّذِیْ لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ، وَ لَا تُفْقَدُ لَهٗ نِعْمَةٌ}۔

''تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے جس کی رحمت سے ناامیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں۔ نہ اُس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اُس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے اور نہ اُس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے اور نہ اُس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رکتا ہے''۔

خطبہ کے اِس حصہ میں امامؑ نے اللہ سبحانہ کے چھ اوصاف بیان فرمائے۔ آپؑ نے اللہ سبحانہ کی رحمت، نعمت، مغفرت اور عبادت کا ذکر فرمایا اور یہ سب نعمات تقاضا کرتی ہیں کہ اُس کی حمد و ثنا کی جائے اور اُس منعم کا شکریہ ادا کیا جائے اور اُس کریم کے شکریہ کی ادائیگی کے لیے اُس کی معرفت ضروری ہے۔ انسان کے رب سے تعلق جوڑنے کے لیے اور مایوسی سے بچنے کے لیے مختصر اور مہم جملات ہیں۔ اِن اوصاف میں امامؑ نے درجنوں آیات کا خلاصہ اپنے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

---

[1] فی ظلال نہج البلاغہ ج ۱، ص ۲۵۷۔

(خطبہ:۴۶)

دعائے سفر

{ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ، وَ كَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَ سُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَ الْمَالِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَ اَنْتَ الْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ، وَ لَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ، لِاَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُوْنُ مُسْتَصْحَبًا، وَ الْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُوْنُ مُسْتَخْلَفًا }.

”اے اللہ! مَیں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ اور اہل و مال کی بدحالی کے منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور بال بچوں کا محافظ ہے۔ سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کرسکتا، کیونکہ جسے پیچھے چھوڑا جائے وہ ساتھی نہیں ہوسکتا اور جسے ساتھ لیا جائے اسے پیچھے نہیں چھوڑا جاسکتا“۔

امامؑ کی زندگی کے مشکل مراحل میں سے ایک مرحلہ شام والوں کی بغاوت تھی۔ اس بغاوت کو خاموش کرنے کے لئے آپؑ نے بہت کوشش کی۔ خطوط لکھے، افراد کو بھیجا مگر کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا۔ مجبور ہو کر آپؑ نے جنگ کے لئے شام کا ارادہ کیا۔ جب آپؑ شام کے سفر کے لئے آمادہ ہوئے اور گھوڑے کی رکابوں میں پاؤں رکھا تو اللہ سبحانہ کو اِن الفاظ سے یاد کیا اور دعا کی۔ یہ دعا و الفاظ اِس ولی اللہ الاعظم کے اللہ پر توکل و بھروسا کو ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ کے دو وصف خصوصیت سے بیان فرمائے۔ سفر میں ساتھی اور وطن میں خاندان کا سرپرست ہے۔ اِن صفتوں میں واضح فرمایا کہ اللہ زمان و مکان کی حدوں کا محتاج نہیں۔ اُس کے لئے دور و نزدیک برابر ہیں۔ امامؑ نے گویا اِس آیت کی تفسیر اپنے الفاظ میں پیش کی۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ [1] ”تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے“۔

بہت سے شارحین نے اِس خطبہ کے شرح میں دُعا کی اہمیت، اثرات اور الفاظ بیان کئے۔ اللہ کو کن الفاظ سے پکارنا ہے اسے بیان کیا ہے۔ بہت سی دُعائیں قرآن سے نقل کیں۔ قرآنی دعائیں معرفت پروردگار کا بہترین ذریعہ ہیں۔ حضرت نوحؑ اُس ہولناک طوفان سے کشتی کے ذریعے قوم کو بچانے کے لیے نکلے تو اللہ سبحان نے خود دُعا بتائی۔

---

[1] سورہ حدید آیہ ۴۔

﴿فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَکَ عَلَی الْفُلْکِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ [1] ''اور جب آپ اور آپ کے ساتھی کشتی پر سوار ہو جائیں تو کہیں ثناء کامل ہے اُس اللہ کے لئے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔ اور کہیں: میرے رب! ہمیں بابرکت جگہ اتارنا اور تو بہترین جگہ دینے والا ہے''۔ امامؑ کے اندازِ دُعا کی تفصیل کے لئے دُعائے کمیل، دُعائے صباح و مناجات شعبانیہ جیسی درجنوں دُعائیں موجود ہیں۔

(خطبہ:۴۹)

غیر مرئی

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَطَنَ خَفِیَّاتِ الْاُمُوْرِ، وَ دَلَّتْ عَلَیْهِ اَعْلَامُ الظُّهُوْرِ، وَ امْتَنَعَ عَلٰی عَیْنِ الْبَصِیْرِ، فَلَا عَیْنُ مَنْ لَّمْ یَرَهُ تُنْکِرُهٗ، وَ لَا قَلْبُ مَنْ اَثْبَتَهٗ یُبْصِرُهٗ}۔

''تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے۔ اس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا، پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا''۔

واجب معرفت

{سَبَقَ فِی الْعُلُوِّ فَلَا شَیْءَ اَعْلٰی مِنْهُ، وَ قَرُبَ فِی الدُّنُوِّ فَلَا شَیْءَ اَقْرَبُ مِنْهُ، فَلَا اسْتِعْلَاؤُهٗ بَاعَدَهٗ عَنْ شَیْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ، وَ لَا قُرْبُهٗ سَاوَاهُمْ فِی الْمَکَانِ بِهٖ، لَمْ یُطْلِعِ الْعُقُوْلَ عَلٰی تَحْدِیْدِ صِفَتِهٖ، وَلَمْ یَحْجُبْهَا عَنْ وَّاجِبِ مَعْرِفَتِهٖ، فَهُوَ الَّذِیْ تَشْهَدُ لَهٗ اَعْلَامُ الْوُجُوْدِ، عَلٰٓی اِقْرَارِ قَلْبِ ذِی الْجُحُوْدِ، تَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا یَقُوْلُ الْمُشَبِّهُوْنَ بِهٖ وَ الْجَاحِدُوْنَ لَهٗ عُلُوًّا کَبِیْرًا!}۔

---

[1] سورہ مومنون آیہ ۲۸/۲۹۔

"وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہوسکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے۔ اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کردیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر ان کے برابر کردیا ہے۔ اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدو نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے ان کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں"۔

امیر المومنینؑ کا یہ خطبہ معرفت کی متعدد منازل کی نشاندہی پر مشتمل ہے۔ ایک مرحلہ آپؑ نے یہ بیان فرمایا کہ آنکھ اُسے دیکھ نہیں سکتی مگر وہی آنکھ ہر موجود شے کی پیشانی پر اُس اللہ کا پتا پڑھ سکتی ہے۔ آج علم و ہنر جتنا بڑھ رہا ہے اللہ کی ذات کی نشانیاں واضح تر ہو رہی ہیں۔ نہ اُس کا بلند ہونا اُسے اپنے بندوں سے دور کرتا ہے اور نہ ہی اُس کا قرب اُسے اُن جیسا بناتا ہے۔ خصوصیت سے آخر میں فرمایا جو مخلوقات سے اُسے تشبیہ دیتے ہیں اللہ ان کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے۔ اللہ سبحانہ کو پہچاننے کے لئے علی امیر المومنینؑ اور آپؑ کی اولاد کا کلام ذریعہ اور باب ہے۔ ان کے کلام میں کوئی ابہام نہیں اور ان کے کلام کا اور کردار کا مہم مقصد اسی کریم اللہ کی معرفت کرانا ہے۔

اسی انداز کو دُعائے عرفہ میں امام حسین علیہ السلام پیش فرماتے ہیں: مَتٰی غِبْتَ حَتّٰی تَحْتَاجَ اِلٰی دَلِیْلٍ یَدُلُّ عَلَیْكَ وَمَتٰی بَعُدْتَ حَتّٰی تَكُوْنَ الْاٰثَارُ هِیَ الَّتِیْ تُوصِلُ اِلَیْكَ عَمِیَتْ عَیْنٌ لاَ تَرَاكَ عَلَیْهَا رَقِیْبًا۔ ''تیری ذات کب غائب ہے کہ کسی دلیل کی محتاج ہو جو تجھ پر دلالت کرے اور توں کب دور ہے کہ آثار تجھ سے ملانے کا سبب بنیں۔ وہ آنکھ اندھی ہے جو تجھ کو ان سب پر نگران نہ سمجھے''۔

(خطبہ: ۶۳)

سب کچھ اللہ

{ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَسْبِقْ لَهٗ حَالٌ حَالًا، فَیَكُوْنَ اَوَّلًا قَبْلَ اَنْ یَّكُوْنَ اٰخِرًا، وَیَكُوْنَ ظَاهِرًا قَبْلَ اَنْ یَّكُوْنَ بَاطِنًا }۔

”تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اوّل اور ظاہر ہونے سے پہلے باطن رہا ہو“۔

{كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَيْرُهٗ قَلِيْلٌ، وَكُلُّ عَزِيْزٍ غَيْرُهٗ ذَلِيْلٌ، وَكُلُّ قَوِيٍّ غَيْرُهٗ ضَعِيْفٌ، وَكُلُّ مَالِكٍ غَيْرُهٗ مَمْلُوْكٌ، وَكُلُّ عَالِمٍ غَيْرُهٗ مُتَعَلِّمٌ، وَكُلُّ قَادِرٍ غَيْرُهٗ يَقْدِرُ وَ يَعْجِزُ، وَ كُلُّ سَمِيْعٍ غَيْرُهٗ يَصَمُّ عَنْ لَّطِيْفِ الْاَصْوَاتِ، وَ يُصِمُّهٗ كَبِيْرُهَا، وَ يَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا، وَ كُلُّ بَصِيْرٍ غَيْرُهٗ يَعْمٰى عَنْ خَفِيِّ الْاَلْوَانِ وَ لَطِيْفِ الْاَجْسَامِ، وَ كُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرُهٗ غَيْرُ بَاطِنٍ، وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرُهٗ غَيْرُ ظَاهِرٍ}.

”اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا، وہ قلت وکمی میں ہوگا۔ اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے۔ اس کے علاوہ ہر قدرت وتسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز اور اس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہوسکتا اور کوئی باطن اس کے سوا ظاہر نہیں ہوسکتا“۔

غیر محتاج

{لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهٗ لِتَشْدِيْدِ سُلْطَانٍ، وَ لَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ زَمَانٍ، وَ لَا اسْتِعَانَةٍ عَلٰى نِدٍّ مُّثَاوِرٍ، وَ لَا شَرِيْكٍ مُّكَاثِرٍ، وَ لَا ضِدٍّ مُّنَافِرٍ، وَ لٰكِنْ خَلَآئِقُ مَرْبُوْبُوْنَ، وَ عِبَادٌ دَاخِرُوْنَ، لَمْ يَحْلُلْ فِي الْاَشْيَآءِ فَيُقَالَ: هُوَ فِيْهَا كَآئِنٌ، وَ لَمْ يَنْاَ عَنْهَا فَيُقَالَ: هُوَ مِنْهَا بَآئِنٌ}.

”اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب ونتائج سے اسے کوئی خطرہ تھا یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدمقابل کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا

تھی، بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں۔ وہ دوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان کے اندر ہے اور نہ ان چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے"۔

{لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ابْتَدَاَ، وَ لَا تَدْبِيْرُ مَا ذَرَاَ، وَ لَا وَقَفَ بِهٖ عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ، وَ لَا وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيْمَا قَضٰى وَ قَدَّرَ، بَلْ قَضَآءٌ مُّتْقَنٌ، وَ عِلْمٌ مُّحْكَمٌ، وَ اَمْرٌ مُّبْرَمٌ. الْمَاْمُوْلُ مَعَ النِّقَمِ، الْمَرْهُوْبُ مَعَ النِّعَمِ}.

"ایجادِ خلق اور تدبیر عالم نے اسے خستہ و درماندہ نہیں کیا اور نہ (حسب منشا) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اسے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے، بلکہ اس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں۔ مصیبت کے وقت بھی اسی کی آس رہتی ہے اور نعمت کے وقت بھی اس کا ڈر لگا رہتا ہے"۔

اس خطبہ میں امامؑ نے اٹھارہ اوصافِ الٰہی بیان فرمائے۔ پہلے حصہ میں مثالیں دے کر ارشاد فرمایا کہ قدرت وقوّت اور حکومت و علم وغیرہ اُس کی ذاتی صفات ہیں اور وہی اِن کا مالک ہے اور مخلوق کو ان چیزوں میں سے جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کی عطا ہے۔ دوسرے حصے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ کی معرفت نصیب ہو تو اُس کے آثار انسان کی زندگی میں نظر آنے چاہیں۔ معرفتِ الٰہی انسان کے کمال کا سبب اور اللہ کے قرب کا ذریعہ ہونی چاہیئے۔ آخری دو جملوں میں امامؑ فرماتے ہیں کہ جس نے اُسے پہچان لیا وہ شدید سے شدید مصیبت میں بھی اُسی کریم کی آس و امید میں رہتا ہے اور نعمتوں کا تسلسل ہو تو بھی اللہ کا ڈر لگا رہتا ہے۔

(خطبہ: ۷۰)

اللہ کا خاص عبد

{ اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَ دَاعِمَ الْمَسْمُوْكَاتِ، وَ جَابِلَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا: شَقِيِّهَا وَ سَعِيْدِهَا، اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوَاتِكَ، وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ، الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَ الْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ، وَ الْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَ الدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ، وَ

الدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْاَضَالِيْلِ}.

"اے اللہ! اے فرش زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے! دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے! اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے اپنے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند (دل) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے"۔

{كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ قَآئِمًا بِاَمْرِكَ، مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ، غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَ لَا وَاهٍ فِيْ عَزْمٍ، وَاعِيًا لِّوَحْيِكَ، حَافِظًا لِّعَهْدِكَ، مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِاَمْرِكَ حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسَ الْقَابِسِ، وَ اَضَآءَ الطَّرِيْقَ لِلْخَابِطِ، وَ هُدِيَتْ بِهِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَ الْاٰثَامِ، وَ اَقَامَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَ نَيِّرَاتِ الْاَحْكَامِ، فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ، وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ، وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ، وَ بَعِيْثُكَ بِالْحَقِّ، وَ رَسُوْلُكَ اِلَى الْخَلْقِ}.

"جیسا ان پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا اس کو انہوں نے اٹھایا، (تیرے امر کے ساتھ قیام کیا) اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کیلئے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہو گئے۔ نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری وحی کے حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے حکموں کے پھیلانے کی دھن میں لگے رہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے روشنی ڈھونڈنے والے کیلئے شعلے بھڑکا دیئے اور اندھیرے میں بھٹکنے والے کیلئے راستہ روشن کر دیا۔ فتنوں فسادوں میں سرگرمیوں کے بعد دلوں نے آپؐ کی وجہ سے ہدایت پائی۔ انہوں نے راہ دکھانے والے نشانات قائم کئے، روشن و تابندہ احکام جاری کئے۔ وہ تیرے امین، معتمد اور تیرے علم مخفی کے خزینہ دار تھے اور قیامت کے دن تیرے گواہ اور تیرے پیغمبر برحق اور خلق کی طرف فرستادہ رسول تھے"۔

{اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ مَفْسَحًا فِيْ ظِلِّكَ، وَ اجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ

فَضْلِكَ. اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَآءِ الْبَانِيْنَ بِنَآئَهٗ، وَ اَكْرِمْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهٗ، وَ اَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ، وَ اجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ، مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ، ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ، وَ خُطَّةٍ فَصْلٍ}.

”خدایا! ان کی منزل کو اپنے زیر سایہ وسیع وکشادہ بنا اور اپنے فضل سے انہیں دہرے حسنات عطا کر۔ خداوندا! تمام بنیاد قائم کرنے والوں کی عمارت پر ان کی بنا کردہ عمارت کو فوقیت عطا کر اور انہیں باعزت مرتبے سے سرفراز کر اور ان کے نور کو پورا پورا فروغ دے اور انہیں رسالت کے صلہ میں شہادت کی قبولیت و پذیرائی اور قول وسخن کی پسندیدگی عطا کر۔ جب کہ آپؐ کی باتیں سراپا عدل اور فیصلے حق و باطل کو چھانٹنے والے ہیں“۔

{اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهٗ فِيْ بَرْدِ الْعَيْشِ، وَ قَرَارِ النِّعْمَةِ، وَ مُنَى الشَّهَوَاتِ، وَ اَهْوَآءِ اللَّذَّاتِ. وَ رَخَآءِ الدَّعَةِ وَ مُنْتَهَى الطُّمَاْنِيْنَةِ، وَ تُحَفِ الْكَرَامَةِ}.

”اے اللہ! ہمیں بھی ان کے ساتھ خوشگوار و پاکیزہ زندگی اور منزلِ نعمات میں یکجا کر اور مرغوب و دل پسند خواہشوں اور لذتوں اور آسائش و فارغ البالی اور شرف وکرامت کے تحفوں میں شریک بنا“۔

امامؑ نے اس خطبہ کی ابتدا میں اللہ سبحانہ کے تین اوصاف بیان کئے جن میں اللہ کی طرف سے بندے پر ہونے والے احسانات کو بیان فرمایا پھر پیغمبر اکرمؐ پر صلوٰۃ کا طریقہ تعلیم فرمایا اور اسی میں اللہ اور رسول اللہ کے تعلق اور آپؐ کی عظمت کے بیس سے زیادہ موارد بیان فرمائے۔ صلوٰۃ کی اہمیت اور فوائد پر شارحین نے تفصیل لکھی ہے ایک حدیث رسول اللہؐ سے نقل کی گئی کہ فرمایا: كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ [1] ”ہر دُعا روک لی جاتی ہے جب تک نبیؐ پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے“۔ رسول اللہؐ کا ارشاد گرامی ہے۔ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِيْ كِتَابٍ لَمْ تَزِلِ الْمَلَائِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَا دَامَ اِسْمِيْ فِي ذٰلِكَ الْكِتَابِ۔[2] ”جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر صلوٰۃ لکھے جب تک اُس تحریر میں میرا نام باقی رہتا ہے ملائکہ اُس شخص کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں“۔

حقیقت میں صلوٰۃ کے ذریعے اللہ اور اس کے رسولؐ سے رابطہ وتعلق قائم ہوتا ہے۔ اس خطبہ میں اللہ سے کچھ

---

[1] کنز العمال، ج ۱، ص ۴۹۰۔

[2] کنز العمال، ج ۱، ص ۵۰۷۔

مانگا جارہا ہے اور رسول اللہؐ کے لئے کچھ مانگا جارہا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ سجادیہ کی دُعاؤں میں ایک دُعا کے درمیان بیس بیس بار صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔ حضرت عائشہ پیغمبر اکرمؐ سے نقل کرتی ہیں: کھمَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَلْقَی اللّٰہَ غَدًا رَاضِیًا فَلْیَکْثُرِ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ۔[1] ''جو شخص چاہتا ہے کہ قیامت کے دن خدا سے یوں ملاقات کرے کہ اللہ اُس سے راضی ہو تو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجے''۔

نبی اکرمؐ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے امام مخصوص انداز میں فرماتے ہیں:

پروردگار! تیری وحی کے محافظ، تیرے وعدوں کے محافظ، تیرے حکم کے پھیلانے والے، تیرے امین، تیرے معتمد، تیرے علم کے خزینہ دار، یہ نبیؐ اللہ کی معرفت کا ذریعہ اور اُس کے قرب کا وسیلہ ہیں۔

(خطبہ:۷۶)

دعا کا طریقہ

{اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، فَاِنْ عُدْتُّ فَعُدْ عَلَیَّ بِالْمَغْفِرَۃِ}.

''اے اللہ! تو ان چیزوں کو بخش دے جنہیں تُو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں تو تُو اپنی مغفرت کے ساتھ پلٹ''۔

{اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا وَاَیْتُ مِنْ نَّفْسِیْ، وَلَمْ تَجِدْ لَہٗ وَفَآءً عِنْدِیْ}

''بارِالٰہا! جس عمل خیر کے بجالانے کا مَیں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا، مگر تو نے اسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا، اسے بھی بخش دے''۔

{اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا تَقَرَّبْتُ بِہٖ اِلَیْكَ بِلِسَانِیْ، ثُمَّ خَالَفَہٗ قَلْبِیْ}.

''میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے، جن سے تیرا تقرب چاہا تھا، مگر دل ان سے ہمنوا نہ ہوسکا، ان سے بھی درگزر کر''۔

{اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ، وَ سَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ، وَ شَھَوَاتِ الْجَنَانِ، وَ ھَفَوَاتِ اللِّسَانِ}.

---

[1] کنز العمال، ج۱ ص ۴۰۵۔

''پروردگار! تو آنکھوں کے (طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کردے''۔

دُعا یعنی عبد کا مولا سے ہم کلام ہونا، مملوک کا مالک سے کچھ کہنا۔ دُعا نفس انسانی کی تربیت کر کے مراتب کمال تک پہنچاتی ہے۔ دُعا موسم بہار کی بارش کی طرح دلوں کی سرزمین کو سیراب کر کے اس میں ایمان، اخلاص، عشق اور عبودیت کے شگوفوں کو روح کی شاخوں پر ظاہر کرتی ہے۔ دُعا کیمیائے سعادت، آبِ حیات اور روحِ عبادت ہے۔ حدیث میں ہے: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ[1] ''دُعا مغزِ عبادت ہے''۔

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ پیغام دے رہے ہیں: { قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ }[2] ''کہہ دیجئے اگر تمہاری دُعائیں نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری پرواہی نہ کرتا''۔ اِس آیت کے مطابق رب کے ہاں بندے کی اہمیت اور ارزش دُعا کی وجہ سے ہے۔ کسی بزرگ نے بہت خوب لکھا کہ بندگی سے انسان کو قدر و قیمت ملتی ہے اور دُعا کے ذریعے بندگی مل جاتی ہے۔ دُعا انسان کے لئے معرفتِ الٰہی اور عشقِ معبود کا سبب ہے۔ دُعا موضوع نہیں اس کی تفصیل کے لئے صحیفہ کاملہ میں امام سجاد علیہ السلام کی دُعاؤں اور صحیفہ کاملہ پر علامہ مفتی جعفر حسینؒ کے علمی حواشی کا مطالعہ یقیناً مفید ہوگا۔ امیرالمومنینؑ کی دُعا کے ان چند جملات میں فضائلِ انسانی کا مکمل دستور اور اخلاقیات کا مفصل باب ہے۔

امامؑ نے اُن انسانی خطاؤں سے آگاہ فرمایا جو اُسے انسانیت کے مقام سے گرا دیتی ہیں۔ دُعا یعنی اللہ کو پکارنا اور اگر دُعاؤں سے اُس کی شناخت و معرفت حاصل ہو جائے جسے پکارا جا رہا ہے تو پھر اُس کی صدا بھی جواب میں سنائی دی جانے لگتی ہے۔ بلکہ وہ خود بھی صدا دیتا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ[3]

---

[1] بحارالانوار ج ۹۰، ص ۳۰۰۔

[2] سورہ فرقان آیہ ۷۷۔

[3] ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ۔ علامہ تقی جعفری، ج ۱۱، ص ۲۲۰۔

پلٹ آ۔ پلٹ آ۔تو جو کچھ بھی ہے پلٹ آ، اگر تو کافر و آتش پرست و بت پرست ہے تو پلٹ آ
یہ ہماری دہلیز و درگاہ نا امیدی کی دہلیز و درگاہ نہیں ہے، سو بار بھی توبہ کو توڑا ہے تو بھی پلٹ آ

(خطبہ:۸۱)

حقیقتِ صفات الٰہی

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَا بِحَوْلِهٖ، وَ دَنَا بِطَوْلِهٖ، مَانِحِ كُلِّ غَنِیْمَةٍ وَّ فَضْلٍ، وَ كَاشِفِ كُلِّ عَظِیْمَةٍ وَ اَزْلٍ. اَحْمَدُهٗ عَلٰی عَوَاطِفِ كَرَمِهٖ، وَ سَوَابِغِ نِعَمِهٖ، وَ اُوْمِنُ بِهٖ اَوَّلًا بَادِیًا، وَ اَسْتَهْدِیْهِ قَرِیْبًا هَادِیًا، وَ اَسْتَعِیْنُهٗ قَادِرًا قَاهِرًا، وَ اَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ كَافِیًا نَاصِرًا. وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ لِاِنْفَاذِ اَمْرِهٖ، وَ اِنْهَآءِ عُذْرِهٖ وَ تَقْدِیْمِ نُذُرِهٖ}.

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنے والا اور ہر مصیبت و ابتلاء کا دور کرنے والا ہے۔ میں اس کے کرم کی نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بنا پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، چونکہ وہ اوّل و ظاہر ہے اور اس سے ہدایت چاہتا ہوں، چونکہ وہ قریب تر اور ہادی ہے اور اس سے مدد چاہتا ہوں، چونکہ وہ قادر و توانا ہے اور اس پر بھروسا کرتا ہوں، چونکہ وہ ہر طرح کی کفایت و اعانت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد و رسول ہیں، جنہیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اِتمام اور عبرتناک واقعات پیش کر کے پہلے سے متنبہ کر دینے کیلئے بھیجا"۔

بہترین موعظہ

{اُوْصِیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَی اللّٰهِ الَّذِیْ ضَرَبَ لَكُمُ الْاَمْثَالَ، وَ وَقَّتَ لَكُمُ الْاٰجَالَ، وَ اَلْبَسَكُمُ الرِّیَاشَ، وَ اَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ، وَ اَحَاطَ بِكُمُ الْاِحْصَآءَ، وَ اَرْصَدَ لَكُمُ الْجَزَآءَ، وَ اٰثَرَكُمْ بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ، وَ

الرِّفَدِ الرَّوَافِغِ، وَ اَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ الْبَوَالِغِ. فَاَحْصَاكُمْ عَدَدًا، وَ وَظَّفَ لَكُمْ مُدَدًا، فِيْ قَرَارِ خِبْرَةٍ، وَ دَارِ عِبْرَةٍ، اَنْتُمْ مُّخْتَبَرُوْنَ فِيْهَا، وَ مُحَاسَبُوْنَ عَلَيْهَا}.

"خدا کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے (سمجھانے کے) لئے مثالیں پیش کیں اور تمہاری زندگی کے اوقات مقرر کئے، تمہیں (مختلف) لباسوں سے ڈھانپا اور تمہارے رزق کا سامان فراواں کیا۔ اس نے تمہارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمہارے لئے جزا مقرر کی ہے اور تمہیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں سے نوازا اور مؤثر دلیلوں سے تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ وہ ایک ایک کر کے تمہیں گن چکا ہے اور اس مقامِ آزمائش و محلِ عبرت میں اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں۔ اس میں تمہاری آزمائش ہے اور اس کی درآمد و برآمد پر تمہارا حساب ہوگا"۔

یہ خطبہ نہج البلاغہ کے مشہور خطبات میں سے ایک ہے اس خطبہ کو خطبۃ الغراء یعنی چمکتا ہوا خطبہ کہا گیا ہے۔ یہ خطبہ موعظہ کے بہترین خطبات میں سے ہے۔ سید رضیؒ لکھتے ہیں کہ امامؑ جب یہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے لوگوں کے بدن کانپ رہے تھے، آنسو جاری تھے اور دل مضطرب و بے تاب تھے۔ اِس خطبہ کے پہلے حصہ میں حمد و ثنا اور اوصافِ الٰہی کو بیان فرمایا تا کہ دل نامِ خدا سے منوّر ہو جائیں اور مواعظ کی سماعت و قبولیت کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَا بِحَوْلِهٖ}۔ "تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند ہے"۔ امامؑ نے یہاں چار اوصاف الٰہی بیان فرمائے اور پھر واضح فرمایا کہ کن نعمات کی وجہ سے اللہ کے حمد کرتا ہوں۔ اور پیغمبر اکرمؐ کی گواہی دی تو اس میں بھی وہی الفاظ بیان فرمائے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تا کہ اُس کے بندوں کو کمال کی راہوں سے آگاہ کریں اِن نعمات کے بیان سے مُنعم کی شناخت ہوتی ہے اور جذبہ شکر بیدار ہوتا ہے۔

{اَلَّذِیْ ضَرَبَ لَكُمُ الْاَمْثَالَ}۔ "جس نے تمہارے (سمجھانے کے) لئے مثالیں پیش کیں" امامؑ نے یہاں تقویٰ کی تلقین فرماتے ہوئے دس اوصافِ پروردگار بیان کئے۔ اور اُس کی نعمات کو بیان فرمایا: یعنی یہ اوصاف و نعمات تقویٰ کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش ہے، انسان جب اُس صاحبِ نعمت کو پہچانے گا تو یقیناً اُس کے احسانات بھی اسے یاد رہیں گے۔

استحقاقِ نعمات

{ فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ! جِهَةَ مَا خَلَقَكُمْ لَهُ، وَ احْذَرُوْا مِنْهُ كُنْهَ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَّفْسِهٖ، وَ اسْتَحِقُّوْا مِنْهُ مَآ اَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ لِصِدْقِ مِيْعَادِهٖ، وَ الْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهٖ } .

"اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیش نظر اس سے ڈرتے رہو اور جس حد تک اس نے تمہیں ڈرایا ہے اس حد تک اس سے خوف کھاتے رہو اور اس سے اس کے سچے وعدے کا ایفاء چاہتے ہوئے اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہوئے ان چیزوں کا استحقاق پیدا کرو جو اس نے تمہارے لئے مہیا کر رکھی ہیں"۔

کونسی نعمات؟

{جَعَلَ لَكُمْ اَسْمَاعًا لِّتَعِيَ مَا عَنَاهَا، وَ اَبْصَارًا لِّتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا، وَ اَشْلَآءً جَامِعَةً لِّاَعْضَآئِهَا، مُلَآئِمَةً لِاَحْنَآئِهَا فِيْ تَرْكِيْبِ صُوَرِهَا، وَ مُدَدِ عُمُرِهَا، بِاَبْدَانٍ قَآئِمَةٍ بِاَرْفَاقِهَا، وَ قُلُوْبٍ رَآئِدَةٍ لِّاَرْزَاقِهَا، فِيْ مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهٖ، وَ مُوْجِبَاتِ مِنَنِهٖ، وَ حَوَاجِزِ عَافِيَتِهٖ} .

"اس نے تمہارے لئے کان بنائے تاکہ ضروری اور اہم چیزوں کو سن کر محفوظ رکھیں اور اس نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن وضیاء بار ہوں اور جسم کے مختلف حصے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضاء ہیں جن کے پیچ وخم ان کی مناسبت سے ہیں۔ اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے ضروریات کو پورا کر رہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں جو اپنی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ علاوہ دیگر بڑی نعمتوں اور احسان مند بنانے والی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے"۔

اسلاف سے عبرت

{وَ قَدَّرَ لَكُمْ اَعْمَارًا سَتَرَهَا عَنْكُمْ، وَ خَلَّفَ لَكُمْ عِبَرًا مِّنْ اٰثَارِ الْمَاضِيْنَ قَبْلَكُمْ، مِنْ مُّسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ، وَمُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ.

اَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُوْنَ الْاٰمَالِ، وَ شَذَّبَهُمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْاٰجَالِ، لَمْ يَمْهَدُوْا فِيْ سَلَامَةِ الْاَبْدَانِ، وَلَمْ يَعْتَبِرُوْا فِيْٓ اُنُفِ الْاَوَانِ}۔

"اور اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں جنہیں تم سے مخفی رکھا ہے اور گزشتہ لوگوں کے حالات وواقعات سے تمہارے لئے عبرت اندوزی کے مواقع باقی رکھ چھوڑے ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنے حظ ونصیب سے لذت اندوز تھے اور کھلے بندوں آزاد پھرتے تھے، کس طرح امیدوں کے برآنے سے پہلے موت نے انہیں جالیا اور عمر کے ہاتھ نے انہیں ان امیدوں سے دُور کر دیا۔ اس وقت انہوں نے کچھ سامان نہ کیا کہ جب بدن تندرست تھے اور اس وقت عبرت ونصیحت حاصل نہ کی کہ جب جوانی کا دَور تھا"۔

انسانی ذہن کو معرفتِ پروردگار کے لئے آمادہ کرنے اور شکر گزاری کے جذبے کو ابھارنے کے لئے متعدد اوصاف ارشاد فرمائے۔ نعمات میں سے آنکھ، کان اور انگلیاں یاد دلائیں۔ ان اعضاء کے آپس میں رابطے کو بیان کیا۔ شارحین نے ان نعمات میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کی ہے۔ علامہ محمد تقی جعفری اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں: ''امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں دو طرح کے انسان پیش کئے ہیں۔ انسان کیا ہے اور اُسے کیا ہونا چاہیے۔ انسان کبھی اتنا حاصل کر لیتا ہے کہ وہ غافل ہو جاتا ہے کہ کون اسے دے رہا ہے اور کتنا دے رہا ہے۔ بچہ کو ماں چمچ میں شہد دیتی ہے نہ وہ چمچ کی حقیقت کو جانتا ہے نہ شہد کی اصلیت کو۔ نہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کہاں سے اور کیسے مجھ تک پہنچا ہے۔ اُسے ماں کے دِل کی اُس محبت کا اندازہ بھی نہیں جس کی وجہ سے وہ اُسے کھلا رہی ہے۔ وہ انسان جو بچپنے کی وجہ سے ماں کی محبت کو اور اُس کے محبت بھرے اِس عمل کو نہیں پہچان سکتا، وہ اللہ کو بھی نہیں پہچانتا۔

ماں بچے کو آگ کے شعلوں کی طرف جانے سے روکتی ہے، چیختی ہے، دوڑتی ہے کہ اُسے بچائے۔ بلکہ خود دور ہوگی تو وہاں قریب والے کو پکار کر کہے گی میرے پیارے کو بچانا۔ بچے کو ماں چومے گی، گلے لگائے گی، بچہ نہ پکڑنے کی حقیقت نہ روکنے کی واقعیت کو جانتا ہے اور نہ آگ کی طرف پیارے کے رُخ کرنے کی وجہ سے ماں کے دل کے جلنے کا تصور کر سکتا ہے۔ ماں کا یہ پیار اور بچانے کے لیے چیخ وپکار خدا کے لطف اور ناراضگی کی ادنی سی جھلک ہے۔ انسان بھی بچے کی طرح نہ اُس لطفِ الٰہی کو واقعاً سمجھ سکتا ہے نہ غضبِ الٰہی کے سبب کو درک کر سکتا ہے''۔

علی امیر المومنینؑ اوصافِ الٰہی کو الفاظ بدل بدل کر بیان کر کے اس لطیف وکریم اللہ کی معرفت کراتے ہیں اور یہی امامت کا فریضہ ہے۔ تقویٰ کی جن الفاظ میں امامؑ نے تلقین کی ہے واقعاً امام المتقینؑ ہی یہ انداز اپنا سکتے

ہیں۔اس خطبہ کی شرح میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: وَ هٰذِهِ اللَّطَائِفُ وَالدَّقَائِقُ مِنْ مُعْجَزَاتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاتَ بِهَا الْبُلَغَاءُ، وَ اَخْرَسَ الْفُصَحَاءُ[1] ''اور یہ لطیف و پرمغز (نکات) باتیں آپ کے ایسے معجزات ہیں جن تک بلیغ افراد کی رسائی نہیں اور فصیح لوگوں کی زبانیں گونگی رہیں''۔اس خطبہ کے آخر میں امامؑ کی فصاحت و بلاغت میں بلندی کے بارے میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: وَاعْلَمْ اِنَّنَا لَا يَتَخَالَجُنَا الشَّكُّ فِيْ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَفْصَحُ مِنْ كُلِّ نَاطِقٍ بِلُغَةِ الْعَرَبِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ. اِلَّا مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ سُبْحَانُهٗ. وَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[2] ''واضح رہے کہ ہمیں اس میں ہرگز کوئی شک لاحق نہیں کہ آپؑ عربی زبان میں کلام کرنے والے اوّلین و آخرین میں سے سب سے زیادہ فصیح ہیں سوائے اللہ اور رسول اللہ کے کلام کے''۔

(خطبہ:۸۳)

صفات ثبوتیہ وسلبیہ

{ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. اَلْاَوَّلُ لَا شَيْءَ قَبْلَهٗ. وَ الْاٰخِرُ لَا غَايَةَ لَهٗ. لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهٗ عَلٰى صِفَةٍ. وَ لَا تُعْقَدُ الْقُلُوْبُ مِنْهُ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ. وَ لَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَ التَّبْعِيْضُ. وَ لَا تُحِيْطُ بِهِ الْاَبْصَارُ وَ الْقُلُوْبُ }.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔وہ اوّل ہے اس طرح کہ اس کے پہلے کوئی چیز نہیں، وہ آخر ہے یوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔اس کی کسی صفت سے وہم و گمان باخبر نہیں ہو سکتے، نہ اس کی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے، نہ اس کے اجزاء ہیں کہ اس کا تجزیہ کیا جا سکے اور نہ قلب و چشم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں''۔

امامؑ اکثر گفتگو کی ابتدا حمدِ پروردگار اور اوصافِ الٰہیہ سے فرماتے ہیں تا کہ دِل عظمتِ الٰہی اور معرفتِ پروردگار کی طرف مائل ہوں۔اس خطبہ میں امامؑ نے آٹھ اوصاف الٰہی بیان فرمائے جن میں سے کچھ صفاتِ ثبوتیہ ہیں اور بعض صفاتِ سلبیہ۔امام الموحّدینؑ نے شہادتِ توحید سے ابتدا کی اور یہ شہادت اللہ کو بہت پسند ہے اور اسے

[1] شرح ابن ابی الحدید ج۶ ص ۳۴۲۔

[2] شرح ابن ابی الحدید ج۶ ص ۲۷۸۔

نماز کا حصہ قرار دیا۔ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ ''اُس کی کسی صفت سے وہم وگمان باخبر نہیں ہو سکتے''۔یعنی بلند ترین افکار بھی اس کی ذات کی ہی نہیں اُس کی صفات کی حقیقت کو بھی درک نہیں کر سکتے۔بطورِ اجمال تو اُس کی صفات کو جانا جا سکتا ہے مگر اس کی صفات کی تفسیر مخلوق کے لیے ممکن نہیں۔اس کی کیفیت کا عقیدہ رکھنا بھی صحیح نہیں ہے۔کیفیت کا تعلق جسم سے ہوتا ہے اور اللہ جسم سے پاک ہے اور کیفیت سے محدودیت لاحق آتی ہے اور اللہ لامحدود ہے۔ان مختصر جملات میں خدا کی ذات وصفات کو ایسے انداز میں پیش کیا کہ معرفت الٰہی کو کمال تک پہنچا دیا۔یہ ایسے بلند اوصاف ہیں کہ انہیں علی علیہ السلام جیسا امامؑ ہی بیان کر سکتا ہے۔

ابن ابی الحدید ان جملات کی شرح میں لکھتے ہیں: وَاعْلَمْ اَنَّ التَّوْحِیْدَ وَالعَدْلَ وَالْمَبَاحِثَ الشَّرِیْفَۃَ الْاِلٰھِیَّۃَ، مَا عُرِفَتْ اِلَّا مِنْ کَلَامِ ھٰذَا الرَّجُلِ، وَ اَنَّ کَلَامَ غَیْرِہٖ مِنْ اَکَابِرِالصَّحَابَۃِ لَمْ یَتَضَمَّنْ شَیْئًا مِنْ ذٰلِکَ اَصْلًا، وَلَا کَانُوْا یَتَصَوَّرُوْنَہٗ، وَلَوْ تَصَوَّرُوْہُ لَذَکَرُوْہُ۔ وَ ھٰذَالْفَضِیْلَۃُ عِنْدِیْ اَعْظَمُ فَضَائِلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔[1] ''واضح رہے کہ توحید وعدل اور دوسری عظیم الٰہی گفتگوئیں اس شخصیت کے علاوہ نہیں جانی جا سکتیں۔آپؑ کے علاوہ بزرگ صحابہ کے کلام میں ایسی کوئی چیز اصلاً شامل نہیں۔اور وہ ایسی گفتگو کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے اگر ان کے تصور میں کچھ ہوتا تو اسے بیان کرتے اور میرے نزدیک یہ فضیلت آپؑ کے فضائل میں سے سب سے بڑی فضیلت ہے''۔

معرفتِ خدا ایک پُر مغز اور باریک ترین مسئلہ ہے اس میں قلم اور قدم ڈگمگاتے رہے۔کوئی افراط میں تو کوئی تفریط میں پڑ گیا۔معرفت اللہ میں کچھ لوگوں نے معرفت کو ناممکن قرار دے دیا اور اُس کی کوشش سے ہی منع کرنے لگے اور کچھ لوگ اس کے جسم کے قائل ہو گئے اور اس کے لئے بدن واعضاء کے قائل ہو کر اجسام سے اسے مقایسہ کرنے لگے۔حقیقی اور متوسط راہ وہی ہے جو امام الموحّدینؑ نے یہاں بیان فرمائی کہ اس کی ذات اور صفات کے اجمالی معرفت ممکن ہے اور اس کی ذات اور صفات کے اصل وحقیقت سے آشنائی ممکن نہیں۔عالم ہستی کو دیکھتے ہیں تو ہر جگہ علم وحکمت اور منظم قوانین وقدرت کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔یہ سب ظرافت ولطافت اس ذات کی اجمالی معرفت کراتی ہے مگر جب اس کی حقیقت میں غور کیا جائے کہ اس کا علم کتنا ہے اور قدرت کتنی ہے تو انسان محدود اذہان سے اس لامحدود کو کما حقہ نہیں پہچان سکتا اور وہ اس کے خیال قیاس اور گمان ووہم میں نہیں سما سکتا۔

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج۶، ص۳۴۶۔

(خطبہ:۸۴)

علمِ الٰہی

{قَدْ عَلِمَ السَّرَآئِرَ، وَ خَبَرَ الضَّمَآئِرَ، لَهُ الْاِحَاطَةُ بِكُلِّ شَیْءٍ، وَ الْغَلَبَةُ لِكُلِّ شَیْءٍ، وَ الْقُوَّةُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ}.

”وہ دل کی نیتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا پہچانتا ہے، وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے پر چھایا ہوا ہے اور ہر چیز پر اس کا زور چلتا ہے“۔

اس خطبہ میں امامؑ نے پانچ اوصافِ پروردگار بیان فرمائے ہیں۔ ان اوصاف میں علم وقدرت الٰہی کی وضاحت فرمائی۔ آخری وصف یہ بیان فرمایا کہ ہر چیز پر اس کا زور چلتا ہے۔ اللہ کی اس عمومی حکمرانی کی طرف دُعائے کمیل میں امامؑ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں، لَا یُمْكِنُ الْفِرَارُ مِنْ حُكُوْمَتِكَ۔ ''تیری حکومت سے فرار ممکن نہیں''۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ''سب کچھ اس کے ''كُنْ فَيَكُوْنُ ہوجا تو ہوجاتا ہے'' سے باہر نہیں''۔ انسان محدود ذہن کی وجہ سے بہت سی چیزوں کو طاقتور سمجھتا ہے مگر حقیقت وہی ہے جسے امامؑ نے اس جملہ میں ارشاد فرمایا۔ مولانائے روم نے مثنوی میں چیونٹی کی مثال دی کہ کاغذ پر چند چیونٹیاں چل رہی تھی، کسی کی نظر لکھنے والے کی قلم، کسی کی اس کی انگلی، کسی کی کلائی، کسی کی بازوں پر پڑی تو تحریر کو اس شے سے چیونٹی نے نسبت دی۔ انسان بھی محدود ہے، جیسی نظر ایسی ہی نسبت۔ مگر جیسے چیونٹی کو نہیں معلوم کے اصل تو وہ مغز ہے جو لکھوا رہا ہے اسی طرح انسان کو بھی اپنی محدودیت کی وجہ سے نہیں معلوم کہ اصل زور وطاقت تو اللہ ہی کی ہے۔

(خطبہ:۸۸)

قائم ودائم

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ، وَ الْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، الَّذِیْ لَمْ يَزَلْ قَآئِمًا دَآئِمًا، اِذْ لَا سَمَآءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ، وَ لَا حُجُبٌ ذَاتُ اِرْتَاجٍ، وَ لَا لَيْلٌ دَاجٍ، وَ لَا بَحْرٌ سَاجٍ، وَ لَا جَبَلٌ ذُوْ فِجَاجٍ، وَ لَا فَجٌّ ذُو اعْوِجَاجٍ،

وَ لَآ اَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ، وَ لَا خَلْقٌ ذُوا اعْتِمَادٍ: ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ الْخَلْقِ وَ وَارِثُهٗ، وَ اِلٰهُ الْخَلْقِ وَ رَازِقُهٗ، وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ دَآئِبَانِ فِيْ مَرْضَاتِهٖ: يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيْدٍ، وَ يُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيْدٍ} .

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اس وقت بھی دائم و برقرار تھا جب کہ نہ برجوں والا آسمان تھا، نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے، نہ اندھیری راتیں، نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ یہ بچھے ہوئے فرشوں والی زمین، نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی۔ وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا اور اس کا وارث ہے اور کائنات کا معبود اور ان کا رازق ہے۔ سورج اور چاند اس کی منشا کے مطابق (ایک ڈھرے پر) بڑھے جانے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور دور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں"۔

رازق وعالم

{ قَسَمَ اَرْزَاقَهُمْ، وَ اَحْصٰى اٰثَارَهُمْ وَ اَعْمَالَهُمْ، وَ عَدَدَ اَنْفَاسِهِمْ، وَ خَآئِنَةَ اَعْيُنِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ مِنَ الضَّمِيْرِ، وَمُسْتَقَرَّهُمْ وَ مُسْتَوْدَعَهُمْ مِّنَ الْاَرْحَامِ وَالظُّهُوْرِ، اِلٰۤى اَنْ تَتَنَاهٰى بِهِمُ الْغَايَاتُ} .

"اس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے۔ وہ سب کے عمل وکردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا ہے۔ وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں ان کے ٹھکانوں اور شکم میں ان کے سونپے جانے کی جگہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، یہاں تک کہ ان کی عمریں اپنی حدو انتہا کو پہنچ جائیں"۔

دشمنوں پر سخت

{هُوَ الَّذِی اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهٗ عَلٰٓى اَعْدَآئِهٖ فِيْ سَعَةِ رَحْمَتِهٖ، وَ اتَّسَعَتْ رَحْمَتُهٗ لِاَوْلِيَآئِهٖ فِيْ شِدَّةِ نِقْمَتِهٖ، قَاهِرُ مَنْ عَازَّهٗ، وَ مُدَمِّرُ مَنْ شَاقَّهٗ، وَ مُذِلُّ مَنْ نَّاوَاهُ، وَ غَالِبُ مَنْ عَادَاهُ، مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ، وَ مَنْ سَئَلَهٗ

اَعْطَاهُ، وَ مَنْ اَقْرَضَهُ قَضَاهُ، وَ مَنْ شَكَرَهُ جَزَاهُ}۔

”وہ ایسی ذات ہے کہ رحمت کی وسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے اور عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کیلئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ جو اسے دبانا چاہے اس پر قابو پا لینے والا اور جو اس سے ٹکر لینا چاہے اسے تباہ و برباد کرنے والا اور جو اس کی مخالفت کرے اُسے رسوا و ذلیل کرنے والا اور جو اس سے دشمنی برتے اس پر غلبہ پانے والا ہے۔ جو اس پر بھروسا کرتا ہے وہ اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس سے مانگتا ہے اُسے دے دیتا ہے اور جو اسے قرضہ دیتا ہے (یعنی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اسے ادا کرتا ہے۔ جو شکر کرتا ہے اُسے بدلہ دیتا ہے“۔

امامؑ نے اکثر مواعظ کے بیان سے پہلے اوصاف الٰہیہ کو بیان فرمایا۔ اس خطبہ میں تین حصوں میں اللہ سبحانہ کے علم و قدرت کا اور معبود و رازق ہونے کا ذکر کیا اور آخر میں موعظہ کے مختصر مگر خوبصورت جملات ارشاد فرمائے۔ امامؑ کا موعظہ کا یہ انداز بتاتا ہے کہ معرفتِ الٰہی جتنی کامل ہوگی انسان کے اعمال اتنے پاکیزہ ہوں گے۔

{اَلْمَعْرُوْفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ} ''نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہے''۔ انسان پہچان کا اہم ذریعہ نظر کو سمجھتا ہے مگر نظر جسم کو ہی دیکھ سکتی ہے اور اللہ جسم سے پاک ہے کیونکہ جسم زمان و مکان کا محتاج ہوتا ہے اور احتیاج ایک نقص ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں دکھائی تو نہیں دیتا مگر پھر بھی معروف اور جانا پہچانا ہے۔ نظامِ کائنات میں بے شمار دلائل و آیات اُس بے مثال ذات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور وہ دکھائی دئے بغیر دکھائی دی جانے والی چیزوں سے زیادہ معروف و مشہور ہے۔

{وَ اِلٰهُ الْخَلْقِ وَ رَازِقُهُ} ''کائنات کا معبود اور ان کا رازق ہے''۔ امامؑ فرماتے ہیں جب کچھ نہ تھا تو اللہ تھا وہی مخلوق کا معبود ہے اور وہی رازق بھی ہے رزق و روزی کی تقسیم کرنے والا بھی وہی ہے معبود کے ساتھ رازق کی صفت کا لانا رزق کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ ایسا رازق ہے کہ معبود ہونے کے باوجود اگر کوئی اسے معبود نہ بھی مانے تو رزق روکتا نہیں۔ بلکہ اگر فرعون کی طرح کوئی خود کو معبود بنا لے تو اُسے بھی رزق دیتا رہتا ہے۔ سورج اور اس کی روشنی، ہوا و بادل بھی تو اس کا دیا ہوا رزق ہے اور یہ سب کچھ نیک و بد اور مومن و کافر سب کو دیتا ہے۔

امام علیہ السلام نے چند جملوں کے بعد فرمایا اس نے سب کی روزی بانٹ رکھی ہے یعنی رزق کی تقسیم بھی اپنے ذمہ رکھی ہے۔ ہر کسی کی محنت و کوشش کے مطابق دیتا ہے اور کبھی ان راہوں سے بھی عنایت فرماتا ہے جن کے بارے انسان

سوچ بھی نہیں سکتا۔ان چھوٹے چھوٹے جملات میں امامؑ نے جو اوصافِ پروردگار بیان کیئے وہ قرآن کی آیات کی تفسیر ہیں۔بعض شارحین نے ہر جملے کے تحت آیات درج کی ہیں مگر اختصار کی وجہ سے انہیں یہاں درج نہیں کیا جا رہا۔حقیقت یہ ہے کہ اگر ان صفات کو یقین سے مان لیا جائے تو انسان کی زندگی کے اعمال کا رنگ و انداز بدل جائے گا اور یہی امامؑ کا مقصد ہے۔

{وَ اَحْصٰی اٰثَارَهُمْ وَ اَعْمَالَهُمْ} ''وہ مخلوق کے آثار کا بھی شمار رکھتا ہے''۔یہاں سے امامؑ نے باریک سے باریک شے کے بارے اللہ کے علم کا تذکرہ فرمایا۔چلنے والوں کے قدموں کے زمین پر پڑنے والے نشانات کو جانتا ہے۔کسی نے کیا خوبصورت نکتہ بیان فرمایا کہ چیونٹی کے سخت پتھر پر چلنے کے نشانات سے بھی آگاہ ہے اور اُس کے قدموں کی آوازوں کو بھی سنتا ہے۔

{وَ مَنْ سَئَلَهٗ اَعْطَاهُ} ''اور جو کوئی اس سے مانگتا ہے اسے دے دیتا ہے''۔اس جملے اور بعد والے جملے میں اللہ سبحانہ کی بندوں سے محبت کا اظہار ہے کوئی اُسے مانے یا نہ مانے مگر جب مانگے گا تو وہ دیتا ہے۔بلکہ بغیر مانگے بھی دیتا ہے اور بغیر مانے بھی دیتا ہے۔قرآن مجید میں اپنی عطاؤں کیلئے فرمایا: ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ (طٰہٰ:۵۰) ''انہوں نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خلقت بخشی پھر ہدایت دی''۔اصلِ وجود اور وجود کے تابع تمام چیزیں اور وجود کی سب ضرورتیں اللہ کی وہ عطائیں ہیں جو سوال سے نہیں بلکہ اُس کے لطف سے ملی ہیں۔

(خطبہ:۸۹)

فصاحت امیر المؤمنینؑ کی جھلک

نہج البلاغہ کا یہ خطبہ ''اشباح'' کے نام سے مشہور ہے۔اس خطبہ کی بہت سی خصوصیات ہیں۔سید رضیؒ نے یہ خطبہ امام جعفر صادق کی سند سے نقل کیا۔یہ خطبہ امیر المومنینؑ کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔اس خطبہ کے بیان کی موقعیت بھی مہم ہے۔مسعدہ ابن صدقہ عبدی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ کوفہ میں ایک شخص نے آکر امیر المؤمنینؑ سے سوال کیا۔اے امیر المومنینؑ اللہ کے اوصاف ہمارے لئے یوں بیان فرمائیں گویا ہم اُسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، تاکہ اللہ سے محبت اور اُس کی معرفت میں اضافہ ہو۔اِس پر حضرتؑ غضب ناک ہوگئے اور اعلان کیا کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہوجائیں۔لوگ مسجد میں جمع ہوگئے اور مسجد لوگوں سے بھر گئی۔آپ غصے کی حالت میں

منبر پر تشریف لائے اور چہرے کا رنگ غصہ سے بدلا ہوا تھا۔ حمد وثنائے پروردگار اور رسول اللہؐ پر درود کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔

یہ خطبہ جہاں عظمت الٰہی اور اوصافِ پروردگار میں اپنی مثال آپ ہے اس طرح امیر المؤمنینؑ کی عظمت، مقام علم، اور خداوند عالم سے ارتباط ومعرفت کی دلیل بھی ہے۔ ابن ابی الحدید معتزلی اس خطبہ کے ایک مقام پر جہاں امامؑ نے ملائکہ کی خلقت اور ان کی ذمہ داریوں کا تذکرہ فرمایا، لکھتے ہیں:

إِذَا جَاءَ هَذَا الْكَلَامُ الرَّبَّانِيُّ، وَاللَّفْظُ الْقُدْسِيُّ، بَطَلَتْ فَصَاحَةُ الْعَرَبِ، وَ كَانَتْ نِسْبَةُ الْفَصِيحِ مِنْ كَلَامِهَا إِلَيْهِ، نِسْبَةَ التُّرَابِ إِلَى النُّضَارِ الْخَالِصِ؛ وَلَوْ فَرَضْنَا أَنَّ الْعَرَبَ تَقْدِرُ عَلَى الْأَلْفَاظِ الْفَصِيحَةِ الْمُنَاسِبَةِ، أَوِ الْمُقَارِبَةِ لِهٰذِهِ الْأَلْفَاظِ، مِنْ أَيْنَ لَهُمُ الْمَادَّةُ الَّتِي عَبَّرَتْ هٰذِهِ الْأَلْفَاظُ عَنْهَا وَ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ الْجَاهِلِيَّةُ بَلِ الصَّحَابَةُ الْمُعَاصِرُونَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ هٰذِهِ الْمَعَانِيَ الْغَامِضَةَ السَّمَائِيَّةَ؛ لِيَتَهَيَّأَ لَهَا التَّعْبِيرُ عَنْهَا! أَمَّا الْجَاهِلِيَّةُ فَإِنَّهُمْ إِنَّمَا كَانَتْ تَظْهَرُ فَصَاحَتُهُمْ فِي صِفَةِ بَعِيرٍ أَوْ فَرَسٍ أَوْ حِمَارِ وَحْشٍ، أَوْ ثَوْرَةِ فَلَاةٍ، أَوْ صِفَةِ جِبَالٍ أَوْ فَلَوَاتٍ؛ وَ أَمَّا الصَّحَابَةُ فَالْمَذْكُورُونَ مِنْهُمْ بِفَصَاحَةٍ إِنَّمَا كَانَ مُنْتَهٰى فَصَاحَةِ أَحَدِهِمْ كَلِمَاتٌ لَا تَتَجَاوَزُ السَّطْرَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةَ، إِمَّا فِي مَوْعِظَةٍ تَتَضَمَّنُ ذِكْرَ الْمَوْتِ أَوْ ذَمَّ الدُّنْيَا، أَوْ مَا يَتَعَلَّقُ بِحَرْبٍ وَ قِتَالٍ؛ مِنْ تَرْغِيبٍ أَوْ تَرْهِيبٍ؛ فَأَمَّا الْكَلَامُ فِي الْمَلَائِكَةِ وَ صِفَاتِهَا، وَ صُوَرِهَا وَ عِبَادَاتِهَا، وَ تَسْبِيحِهَا وَ مَعْرِفَتِهَا بِخَالِقِهَا وَ حُبِّهَا، وَوَلَهِهَا إِلَيْهِ، وَمَا جَرَا مَجْرٰى ذٰلِكَ مِمَّا تَضَمَّنَهُ هٰذَا الْفَصْلُ عَلٰى طُولِهٖ، فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَعْرُوفًا عِنْدَهُمْ عَلٰى هٰذَا التَّفْصِيلِ؛ نَعَمْ رُبَّمَا عَلِمُوهُ جُمْلَةً غَيْرَ مُقَسَّمَةٍ هٰذَا التَّقْسِيمَ، وَلَا مُرَتَّبَةً هٰذَا التَّرْتِيبَ؛ بِمَا سَمِعُوهُ مِنْ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ؛ وَأَمَّا مَنْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْمَادَّةِ، كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ وَ غَيْرِهِمْ؛ فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ هٰذِهِ الْعِبَارَةُ، وَلَا قَدَرُوا عَلٰى هٰذِهِ الْفَصَاحَةِ، فَثَبَتَ أَنَّ هٰذِهِ الْمَوَارِدَ الدَّقِيقَةَ فِي مِثْلِ هٰذِهِ الْعِبَارَةِ الْفَصِيحَةِ، لَمْ تَحْصُلْ إِلَّا لِعَلِيٍّ وَحْدَهُ؛ وَ أُقْسِمُ أَنَّ هٰذَا

الْکَلَامِ اِذَا تَاَمَّلَہُ اللَّبِیْبُ اِقْشَعَرَّ جِلْدُہٗ وَ رَجِفَ قَلْبُہٗ، وَاسْتَشْعَرَ عَظْمَۃَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ فِی رَوْعِہٖ وَ خَلَدِہٖ، وَ ھَامَ نَحْوُہٗ وَ غَلَبَ الْوَجْدُ عَلَیْہِ؛ وَ کَادَ اَنْ یَخْرُجَ مِنْ مُسْکِہٖ شَوْقاً وَ اَنْ یُفَارِقَ ھَیْکَلَہٗ صَبَابَۃً وَوَجْدًا[1]

''جب یہ کلامِ ربانی اور قدسی و پاکیزہ الفاظ سامنے آتے ہیں تو عربوں کی فصاحت باطل و بے کار نظر آتی ہے اور عرب کے فصیح افراد کے کلام کی نسبت آپؑ کے کلام سے ایسے ہے جیسے خاک کی خالص سونے سے نسبت ہے۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ عرب ان الفاظ جیسے فصیح الفاظ یا ان سے ملتے جلتے الفاظ لانے کی قدرت رکھتے ہیں تو ان کے لیے یہ کہاں ممکن ہے کہ ایسے مفاہیم پیش کرسکیں جو ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں۔ جاہلیت کے دور کے عرب بلکہ رسول اللہؐ کے ہم عصر صحابہ کو اتنے عمیق آسمانی معانی کی معرفت کہاں تھی، کہ وہ ان کے بیان کے لیے آمادہ ہوتے۔ جاہلیت کے زمانے کے لوگ اپنی فصاحت کا اظہار اونٹ، گھوڑے، جنگلی گدھے یا تیز رفتار بیل یا پہاڑوں اور بیابانوں وغیرہ کی تعریف میں کرتے تھے اور صحابہ میں سے جو فصاحت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں ان کی فصاحت کے کلمات دو یا تین سطروں سے بڑھ کر نہیں ہوتے تھے وہ بھی ایسا موعظہ ہوتا جس میں موت یا دنیا کی مذمت یا جنگ و جہاد کے شوق دلانے، یا خوف پیدا کرنے کا ذکر ہوتا۔ رہا ملائکہ اور ان کی صفات، ان کی مشکل و عبادات، ان کی تسبیح پروردگار اور خالق کی معرفت اور اللہ سے محبت اور اس کی طرف اشتیاق جیسا کلام یا اس سے ملتا جلتا کلام جو اس حصہ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے وہ اس کی تفصیل سے آشنا نہیں تھے۔ ہاں کبھی کوئی جملہ کہتے جو قرآن عظیم میں ملائکہ کے ذکر کے بارے سنا ہوتا تھا تو اس تقسیم کی طرح تقسیم نہیں ہوتا تھا اور اس ترتیب سے مرتب نہیں ہوتا تھا۔ اور اگر عبداللہ بن سلام اور امیۃ ابن ابی الصلت وغیرہ جیسے افراد کے پاس ان مفاہیم کا کچھ علم ہوتا تو ان کے پاس ایسی عبارتیں نہیں ہوتی تھی اور ایسی فصاحت پر قدرت نہیں رکھتے تھے پس ثابت ہوا کہ یہ دقیق نکات ایسی فصیح عبارت میں علیؑ کے علاوہ کہیں حاصل نہیں ہوتے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب عقل اس کلام میں غور کرے تو اس کا جسم کانپ جائے گا اور دل کی

[1] ابن ابی الحدید ج۶، ص ۴۲۵۔

دھڑکن بڑھ جائے گی اور اللہ العظیم کی عظمت اس کے عقل و دل میں راسخ ہو جائے گی اور اس کی طرف جھک جائے گا اور شوق و وجد اس پر غالب آ جائے گا اور اس کی روح شوق سے اس کے بدن سے پرواز پر آمادہ ہوگی اور اللہ کے عشق وشوق میں جسم سے الگ ہو جائے''۔

یہ خطبہ روحِ انسان کو قرب خدا کے سفر کے لیے بے تاب کر دیتا ہے اس خطبہ میں پر مغز الفاظ میں اوصافِ پروردگار بیان ہوئے۔ خالق و مخلوق کے اوصاف کو الگ کیا اور سوال کرنے والے کو عطا کرنے والے رب سے جوڑنے کا نسخہ مہیا کیا۔ اس خطبہ کو چند حصوں میں پیش کیا گیا ہے اور جہاں ضروری ہے وہاں چند جملات کی وضاحت کی گئی ہے۔

فیض و عطا

{ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَفِرُهُ الْمَنْعُ وَ الْجُمُوْدُ، وَ لَا یُكْدِیْهِ الْاِعْطَآءُ وَ الْجُوْدُ، اِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُّنْتَقِصٌ سِوَاهُ، وَ كُلُّ مَانِعٍ مَّذْمُوْمٌ مَا خَلَاهُ، وَ هُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَآئِدِ النِّعَمِ، وَ عَوَآئِدِ الْمَزِیْدِ وَ الْقِسَمِ، عِیَالُهُ الْخَلَآئِقُ، ضَمِنَ اَرْزَاقَهُمْ، وَ قَدَّرَ اَقْوَاتَهُمْ، وَ نَهَجَ سَبِیْلَ الرَّاغِبِیْنَ اِلَیْهِ، وَ الطَّالِبِیْنَ مَا لَدَیْهِ، وَ لَیْسَ بِمَا سُئِلَ بِاَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ یُسْئَلْ }.

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے سے مالدار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا سے کبھی عاجز و قاصر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے سوا ہر دینے والے کے یہاں داد و دہش سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر انہیں برا سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ فائدہ بخش نعمتوں اور عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم) سے ممنون احسان بنانے والا ہے۔ ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے، اس نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ اس نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کیلئے راہ کھول دی ہے۔ وہ دست طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ بڑھنے پر"۔

{ اَلْاَوَّلُ الَّذِیْ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ قَبْلٌ فَیَكُوْنَ شَیْءٌ قَبْلَهٗ، وَ الْاٰخِرُ الَّذِیْ لَیْسَ لَهٗ بَعْدٌ فَیَكُوْنَ شَیْءٌ بَعْدَهٗ، وَ الرَّادِعُ اَنَاسِیَّ الْاَبْصَارِ عَنْ اَنْ تَنَالَهٗ اَوْ تُدْرِكَهٗ، مَا اخْتَلَفَ عَلَیْهِ دَهْرٌ فَیَخْتَلِفَ مِنْهُ الْحَالُ، وَ لَا كَانَ فِیْ مَكَانٍ فَیَجُوْزَ عَلَیْهِ الْاِنْتِقَالُ }.

”وہ ایسا اوّل ہے جس کیلئے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ کوئی شے اس سے پہلے ہو سکے اور ایسا آخر ہے جس کیلئے کوئی بعد ہے ہی نہیں تاکہ کوئی چیز اس کے بعد فرض کی جا سکے۔ وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دور ہی سے) روک دینے والا ہے کہ وہ اسے پا سکیں یا اس کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اس پر زمانہ کے مختلف دور نہیں گزرتے کہ اس کے حالات میں تغیر و تبدل پیدا ہو۔ وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اس کیلئے نقل و حرکت صحیح ہو سکے۔“

{وَ لَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ، وَ ضَحِكَتْ عَنْهُ اَصْدَافُ الْبِحَارِ، مِنْ فِلِزِّ اللُّجَيْنِ وَ الْعِقْيَانِ، وَ نُثَارَةِ الدُّرِّ وَ حَصِيْدِ الْمَرْجَانِ، مَآ اَثَّرَ ذٰلِكَ فِيْ جُوْدِهٖ، وَ لَآ اَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهٗ، وَ لَكَانَ عِنْدَهٗ مِنْ ذَخَآئِرِ الْاِنْعَامِ مَا لَا تُنْفِدُهٗ مَطَالِبُ الْاَنَامِ. لِاَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِیْ لَا يَغِيْضُهٗ سُؤَالُ السَّآئِلِيْنَ، وَ لَا يُبْخِلُهٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّيْنَ}.

”اگر وہ چاندی اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اچھال دیتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی سیپیاں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اُگل دیتی ہیں، بخش دے تو اس سے اس کے جود و عطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے اور اس کے پاس پھر بھی انعام و اکرام کے اتنے ذخیرے موجود رہیں گے جنہیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ ایسا فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا“۔

{وَ لَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِاَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْئَلْ}.

”وہ دست سوال کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی جواد و سخی ہے جتنا سوالی کے ہاتھ بڑھنے پر“۔

امامؑ نے خطبہ کے اس حصہ میں بارہ کے قریب اللہ کے جود و سخا کے اوصاف کو بیان فرمایا۔ عطا و سخا کا اللہ مالک ہے اور الفاظ کے علی علیہ السلام امیر ہیں جو خود فرماتے ہیں: ”ہم کلام کی سلطنت کے امراء ہیں“۔[1] امامؑ فرماتے ہیں: اللہ روک لے تو کسی حکمت سے روکتا ہے نہ کہ بخل کی وجہ سے۔ وہ منّان ہے۔ فیروز آبادی نے منان کے معنی میں لکھا ہے

---

[1] خطبہ ۲۳۰۔

جو اپنے بندوں کو بہت سی نعمات سے نوازے اور ان کے سوال سے پہلے خود ابتدا کر کے انہیں عطا کرے۔ وہ جس کا نہ دینا بھی قابل مذمت نہیں۔ ابن ابی الحدید نے یہاں لکھا ہے۔ وَ یَسْأَلُ رَجُلٌ عَلِیَّ ابْنَ مُوْسٰی الرِّضَا عَنِ الْجَوَادِ، فَقَالَ: اِنَّ لِکَلَامِکَ وَجْهَیْنِ، فَاِنْ کُنْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْمَخْلُوْقِ، فَاِنَّ الْجَوَادَ وَهُوَ الَّذِیْ یُؤَدِّیْ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَالْبَخِیْلُ هُوَ الَّذِیْ یَبْخَلُ بِمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْنِی الْخَالِقَ، فَهُوَ الْجَوَادُ اِنْ اَعْطٰی، وَهُوَ الْجَوَادُ اِنْ مَنَعَ، لِاَنَّهٗ اِنْ اَعْطٰی عَبْدًا اَعْطَاهُ مَا لَیْسَ لَهٗ وَاِنْ مَنَعَهٗ مَنَعَهٗ مَا لَیْسَ لَهٗ۔[1] ''ایک شخص نے علی ابن موسیٰ الرضاؑ سے جواد کا معنیٰ پوچھا تو آپؑ نے فرمایا آپ کے سوال کے دو پہلو ہیں اگر آپ مخلوق کے بارے میں پوچھتے ہیں تو مخلوق میں جواد وہ ہوتا ہے جو اللہ کے فرض کئے ہوئے کو ادا کرے اور بخیل وہ ہے جو اللہ کی طرف سے فرض کئے ہوئے میں بخل کرے۔ اور اگر آپ کی مراد خالق ہے تو اگر وہ عطا کرے تو بھی جواد و سخی اور اگر روک لے تو بھی وہ جواد ہے۔ کیونکہ اگر وہ بندے کو دیتا ہے تو وہ دیتا ہے جو بندے کا نہیں تھا اور اگر روکتا ہے تو وہ بھی بندہ کا نہیں تھا''۔

اللہ کا کنبہ

{عِیَالُهُ الْخَلَائِقُ، ضَمِنَ اَرْزَاقَهُمْ، وَ قَدَّرَ اَقْوَاتَهُمْ} ''ساری مخلوق اُسی کا کنبہ ہے۔ اُس نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں''۔

امیر المومنینؑ کے ان الفاظ سے اللہ سبحانہ کی اپنی مخلوق سے محبت کی انتہا کا اظہار ہے۔ خاندان کے سرپرست کو خاندان کے افراد کے کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کی ضرورتوں کو سمجھتا ہے اور ان سے محبت کی وجہ سے انہیں مہیا کرتا ہے۔ خالق نے بھی اپنا دسترخوان رحمت بچھایا ہوا ہے اس کی رحمت کا دائرہ انسان ہی نہیں چرند پرند تک کو گھیرے ہوئے ہے۔

{وَ نَهَجَ سَبِیْلَ الرَّاغِبِیْنَ اِلَیْهِ}۔ ''اور جو اللہ کی طرف رغبت و خواہش رکھتے ہیں اس نے ان کے لیے راہ کھول دی ہے''۔ معرفتِ خدا کا ایک خوبصورت جملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طالب و عاشق اس کی طرف کا رخ کرے تو اللہ نے اس کے لیے راہیں روشن کر رکھی ہیں اور جہاں انسان کے لیے جسم کے لیے رزق مہیا کیا ہے وہیں روح کے رزق کا بھی وسیع اہتمام کیا ہے۔ مادی نعمات عطا کر کے پوچھتا ہے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور اگر جھٹلا نہیں سکتے تو پھر سوچیں اور پہچانیں وہ دینے والا کون ہے اور جب پہچانا کہ وہ کون ہے تو پھر شکر ادا کرنے کے لئے میری طرف

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۳۹۹۔

ضرور آ ؤ گے۔ ساتھ انبیاء کو بھیجا، راہ تو میں نے کھول دی ہے مگر آپ جائیں میرے بندوں کو میری طرف بلالائیں اور اگر مجھے بھول جائیں تو اُنہیں میری یاد دلائیں۔ اللہ کی اطاعت اور احسانات اور فیض وسخا کے تذکروں سے امامؑ سننے والوں کے وجدان کو بیدار فرما کر نعمات دینے والے کی پہچان و معرفت پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن اور معرفت خدا

{ فَانْظُرْ اَيُّهَا السَّآئِلُ: فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ وَ اسْتَضِئْ بِنُوْرِ هِدَايَتِهٖ، وَ مَا كَلَّفَكَ الشَّيْطٰنُ عِلْمَهٗ مِمَّا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهٗ، وَ لَا فِيْ سُنَّةِ النَّبِيِّ وَ اَئِمَّةِ الْهُدٰى اَثَرُهٗ. فَكِلْ عِلْمَهٗ اِلَى اللهِ سُبْحَانَهٗ. فَاِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهٰى حَقِّ اللهِ عَلَيْكَ }.

"اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو اور اسی کے نور ہدایت سے کسبِ ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہ ہدیٰؑ میں ان کا نام و نشان ہے اور صرف شیطان نے اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے، اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے"۔

راسخین علم

{وَ اعْلَمْ اَنَّ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِيْنَ اَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوْبَةِ دُوْنَ الْغُيُوْبِ، الْاِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوْا تَفْسِيْرَهٗ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوْبِ. فَمَدَحَ اللهُ اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِهٖ عِلْمًا، وَ سَمّٰى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيْمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهٖ رُسُوْخًا. فَاقْتَصِرْ عَلٰى ذٰلِكَ، وَ لَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ }.

"اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں، اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں درانہ گھسنے سے

بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔اور اللہ نے اس بات پر ان کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ، ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا"۔

حقیقت معرفت کا امکان

{هُوَ الْقَادِرُ الَّذِیْ اِذَا ارْتَمَتِ الْاَوْهَامُ لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهٖ، وَ حَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبَرَّاُ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ اَنْ یَّقَعَ عَلَیْهِ فِیْ عَمِیْقَاتِ غُیُوْبِ مَلَكُوْتِهٖ، وَ تَوَلَّهَتِ الْقُلُوْبُ اِلَیْهِ لِتَجْرِیَ فِیْ كَیْفِیَّةِ صِفَاتِهٖ، وَ غَمَضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُوْلِ فِیْ حَیْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَاوُلِ عِلْمِ ذَاتِهٖ، رَدَعَهَا وَ هِیَ تَجُوْبُ مَهَاوِیَ سُدَفِ الْغُیُوْبِ، مُتَخَلِّصَةً اِلَیْهِ۔ سُبْحَانَهٗ۔ فَرَجَعَتْ اِذْ جُبِهَتْ، مُعْتَرِفَةً بِاَنَّهٗ لَا یُنَالُ بِجَوْرِ الْاِعْتِسَافِ كُنْهُ مَعْرِفَتِهٖ، وَ لَا تَخْطُرُ بِبَالِ اُولِی الرَّوِیَّاتِ خَاطِرَةٌ مِّنْ تَقْدِیْرِ جَلَالِ عِزَّتِهٖ}۔

"وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کیلئے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو اور فکر ہر طرح کے وسوسوں کے ادھیڑ بن سے آزاد ہو کر اس کے قلمرو مملکت کے گہرے بھیدوں پر آگاہ ہونے کے درپے ہو اور دل اس کی صفتوں کی کیفیت سمجھنے کیلئے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذات الٰہی کو جاننے کیلئے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں حدّ بیان سے زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اس وقت جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں، ان سب کو (ناکامیوں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے۔ چنانچہ جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹتی ہیں تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا اور نہ فکر پیماؤں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت و جلال کا ذرا سا شائبہ آ سکتا ہے"۔

خالق وقادر

{اَلَّذِی ابۡتَدَعَ الۡخَلۡقَ عَلٰی غَیۡرِ مِثَالٍ امۡتَثَلَہٗ، وَ لَا مِقۡدَارٍ احۡتَذٰی عَلَیۡہِ،مِنۡ خَالِقٍ مَّعۡبُوۡدٍ کَانَ قَبۡلَہٗ، وَ اَرَانَا مِنۡ مَّلَکُوۡتِ قُدۡرَتِہٖ، وَ عَجَآئِبِ مَانَطَقَتۡ بِہٖ اٰثَارُ حِکۡمَتِہٖ، وَ اعۡتِرَافِ الۡحَاجَۃِ مِنَ الۡخَلۡقِ اِلٰی اَنۡ یُّقِیۡمَھَابِمَسَاكِ قُوَّتِہٖ، مَا دَلَّنَا بِاضۡطِرَارِ قِیَامِ الۡحُجَّۃِ لَہٗ عَلٰی مَعۡرِفَتِہٖ، وَ ظَھَرَتۡ فِی الۡبَدَآئِعِ الَّتِیۡ اَحۡدَثَھَآ اٰثَارُ صَنۡعَتِہٖ، وَ اَعۡلَامُ حِکۡمَتِہٖ، فَصَارَ کُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّۃً لَّہٗ وَ دَلِیۡلًا عَلَیۡہِ، وَ اِنۡ کَانَ خَلۡقًا صَامِتًا، فَحُجَّتُہٗ بِالتَّدۡبِیۡرِ نَاطِقَۃٌ، وَ دَلَالَتُہٗ عَلَی الۡمُبۡدِعِ قَآئِمَۃٌ}۔

"وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ کوئی مثال اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے کسی اور خالق ومعبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اُتارتا۔ اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور ان عجیب چیزوں کے واسطہ سے کہ جن میں اس کی حکمت ودانائی کے آثار (منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکنے تھمنے میں اس کے سہارے کی محتاج ہے، ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں کہ جنہوں نے قہراً دلیل قائم ہوجانے کے دباؤ سے اس کی معرفت کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور اس کی پیدا کردہ عجیب وغریب چیزوں میں اس کی صنعت کے نقش ونگار اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق اس کی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے۔ چاہے وہ خاموش مخلوق ہو، مگر اللہ کی تدبیر وکار سازی کی ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستی صانع کی طرف اس کی راہنمائی ثابت وبرقرار ہے"۔

کوئی اس کی شبیہ نہیں

{ وَ اَشۡھَدُ اَنَّ مَنۡ شَبَّھَكَ بِتَبَایُنِ اَعۡضَآءِ خَلۡقِكَ، وَ تَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِھِمُ الۡمُحۡتَجِبَۃِ لِتَدۡبِیۡرِ حِکۡمَتِكَ،لَمۡ یَعۡقِدۡ غَیۡبَ ضَمِیۡرِہٖ عَلٰی مَعۡرِفَتِكَ،وَ لَمۡ یُبَاشِرۡ قَلۡبَہُ الۡیَقِیۡنُ بِاَنَّہٗ لَا نِدَّ لَكَ،وَ کَاَنَّہٗ لَمۡ یَسۡمَعۡ تَبَرُّؤَ التَّابِعِیۡنَ مِنَ الۡمَتۡبُوۡعِیۡنَ اِذۡ یَقُوۡلُوۡنَ: ﴿تَاللّٰہِ اِنۡ کُنَّا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ اِذۡ نُسَوِّیۡکُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ }۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے ان کے اعضاء کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازیوں سے گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے ان کے جوڑوں کے سروں کے ملنے میں تشبیہ دی، اس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ گویا اس نے پیروکاروں کا یہ قول نہیں سنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ: "خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہاں کے پالنے والے کے برابر تمہیں ٹھہرایا کرتے تھے"۔

{ كَذَبَ الْعَادِلُوْنَ بِكَ، اِذْ شَبَّهُوْكَ بِاَصْنَامِهِمْ وَ نَحَلُوْكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوْقِيْنَ بِاَوْهَامِهِمْ، وَ جَزَّاُوْكَ تَجْزِئَةَ الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ، وَ قَدَّرُوْكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوٰى، بِقَرَآئِحِ عُقُوْلِهِمْ }.

"وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کئے جاتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں"۔

کوئی اس کے برابر نہیں

{ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ، وَ الْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهٖ مُحْكَمَاتُ اٰيَاتِكَ، وَ نَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَيِّنَاتِكَ، وَ اَنَّكَ اَنْتَ اللهُ الَّذِيْ لَمْ تَتَنَاهَ فِي الْعُقُوْلِ، فَتَكُوْنَ فِيْ مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَيَّفًا، وَ لَا فِيْ رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُوْنَ مَحْدُوْدًا مُّصَرَّفًا }.

"میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق میں سے کسی کے برابر جانا اس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور ان حقائق کا جنہیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں منکر ہے۔ تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ ان کی سوچ بچار کی زد پر آ کر کیفیات کو قبول کر لے اور نہ ان کے غور و فکر کی جو

لائیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر ان کے فکری تصرفات کا پابند بن جائے"۔

جس شخص نے امامؑ سے خدا کی صفات بیان کرنے کا کہا تھا امامؑ نے اُسے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ کی صفات کے ماخذ تین ہیں۔ اللہ کی کتاب، سنتِ پیغمبر اور آئمہ ھدیٰ۔ اسی حصہ میں امامؑ نے ''رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ '' کا بھی ذکر کیا اور نہج البلاغہ ہی میں ایک مقام پر خود اور اہل بیتؑ کو ''رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ '' قرار دیا۔ یعنی قرآن نے اللہ کی جو صفات بیان کیں اور رسول اللہؐ اور آئمہ ھدیٰؑ نے ان کی جو تفسیر بیان کی ہے اسی پر ثابت رہیں۔ اپنے عقل وخیال سے اللہ کی صفات نہ بنائیں۔ اللہ کی اجمالی معرفت پر اکتفا کریں۔ علم تفصیلی آپ کے بس میں نہیں ہے۔ اپنے عقل کے پیمانے سے اللہ کو مت پرکھیں۔ قرآن اللہ کی صفات بتاتا ہے اور ساری کائنات اس کے اثرات دکھاتی ہے اور یہاں امامؑ نے اللہ کی قدرت کے چند مصداق بیان فرمائے جو اللہ کے وحدہ ہونے کا ثبوت و دلیل ہیں شاعر نے خوب کہا:

وَفِيْ كُلِّ شَيْئٍ لَهٗ آيَةٌ تَدُلُّ عَلىٰ اَنَّهٗ وَاحِدٌ۔

''ہر شی میں اللہ کی ایک نشانی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ واحد ہے''۔

فارسی شاعر نے کہا:

هر گیاهی که از زمین روید	وحده لا شریك له گوید
جو پودا بھی زمین سے اُگتا ہے	وہ وحدہ لاشریک لہ کہتا ہے۔

قادر ومرید

{قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَاَحْكَمَ تَقْدِيْرَهٗ، وَ دَبَّرَهٗ فَاَلْطَفَ تَدْبِيْرَهٗ، وَ وَجَّهَهٗ لِوِجْهَتِهٖ فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ مَنْزِلَتِهٖ، وَ لَمْ يَقْصُرْ دُوْنَ الْاِنْتِهَآءِ اِلٰى غَايَتِهٖ، وَ لَمْ يَسْتَصْعِبْ اِذْ اُمِرَ بِالْمُضِيِّ عَلٰٓى اِرَادَتِهٖ، وَ كَيْفَ وَ اِنَّمَا صَدَرَتِ الْاُمُوْرُ عَنْ مَّشِيَّـَٔتِهٖ؟}۔

"اس نے جو چیزیں پیدا کیں ان کا ایک اندازہ رکھا مضبوط و مستحکم اور ان کا انتظام کیا عمدہ و پاکیزہ اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی۔ جب انہیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیوں کر سکتی تھیں، جب کہ تمام امور اسی

کی مشیت وارادہ سے صادر ہوئے ہیں"۔

{اَلْمُنْشِئُ اَصْنَافَ الْاَشْيَآءِ بِلَا رَوِيَّةِ فِكْرٍ آلَ اِلَيْهَا، وَ لَا قَرِيْحَةِ غَرِيْزَةٍ اَضْمَرَ عَلَيْهَا، وَ لَا تَجْرِبَةٍ اَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُوْرِ، وَ لَا شَرِيْكٍ اَعَانَهٗ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَآئِبِ الْاُمُوْرِ، فَتَمَّ خَلْقُهٗ، وَ اَذْعَنَ لِطَاعَتِهٖ، وَ اَجَابَ اِلٰى دَعْوَتِهٖ، وَ لَمْ يَعْتَرِضْ دُوْنَهٗ رَيْثُ الْمُبْطِئِ، وَ لَآ اَنَاةُ الْمُتَلَكِّئِ، فَاَقَامَ مِنَ الْاَشْيَآءِ اَوَدَهَا، وَ نَهَجَ حُدُوْدَهَا، وَ لَآءَمَ بِقُدْرَتِهٖ بَيْنَ مُتَضَادِّهَا، وَ وَصَلَ اَسْبَابَ قَرَآئِنِهَا، وَ فَرَّقَهَا اَجْنَاسًا مُّخْتَلِفَاتٍ فِي الْحُدُوْدِ وَ الْاَقْدَارِ، وَ الْغَرَآئِزِ وَ الْهَيْئَاتِ، بَدَايَا خَلَآئِقَ اَحْكَمَ صُنْعَهَا، وَ فَطَرَهَا عَلٰى مَآ اَرَادَ وَ ابْتَدَعَهَا!}.

"وہ گونا گوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے کہ جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو ان عجیب وغریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو۔ چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہوگئی اور اس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی، نہ کسی دیر کرنے والے کی سی سست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل حجت کرنے والے کی سی سستی اور ڈھیل حائل ہوئی۔ اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہم رنگی وہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا جو اپنی حدوں، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جُدا جُدا ہیں۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اسے بنایا اور ایجاد کیا"۔

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے مخلوق اور اس میں نظم کو اللہ کی معرفت کا ذریعہ بنایا ہے۔ خلقت میں غور ایمان و توحید میں قوّت کا سبب بنتا ہے۔ فلسفی و منطقی دلیلیں اپنی جگہ مگر اللہ کی معرفت کی روشن ترین دلیل اس کی مخلوق ہے اور مخلوق سے اللہ کی معرفت اللہ سے عشق و محبت کا سبب بنتی ہے اس لیے کہ مخلوق میں غور وفکر سے اس کے خالق ہونے

کے علاوہ رحمت و رزاقیت جیسے صفات بھی واضح ہوتے ہیں۔آسمان کی بلندی وعظمت اور انسانی جسم میں لاکھوں جراثیم ہرایک میں اللہ نے مکمل نظام رکھا ہے۔کائنات کے اسرار آمیز پہلو اس کی تسبیح میں مشغول ہیں۔اور صدا سنائی دیتی ہے۔﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾[1] ''اے ہمارے پالنے والے تو نے اس سب کو بے کار نہیں پیدا کیا''۔

پودوں کی اقسام، پھولوں کے الگ الگ رنگ، خوش بو کے جدا جدا انداز، پرندوں کی چہک، حیوانوں کی بولیاں، رات کی خاموشی میں کیڑوں کی سرگوشیاں، ان میں اگر غور کیا جائے تو اس مخلوق پر گہرائی سے مطالعہ کرنے والا اور ان کا علم رکھنے والا یہ کہنے پر مجبور ہوگا ﴿سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَکِيْمُ ﴾[2] ''تو پاک ہے ہمیں تو سوا اس کے جو تو نے ہمیں بتا دیا ہے اور زیادہ کچھ علم نہیں ہے''۔

نظم کائنات

{وَ نَظَمَ بِلَا تَعْلِيْقٍ رَّهَوَاتِ فُرَجِهَا، وَ لَاحَمَ صُدُوْعَ انْفِرَاجِهَا، وَ وَشَّجَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اَزْوَاجِهَا، وَ ذَلَّلَ لِلْهَابِطِيْنَ بِاَمْرِهٖ، وَ الصَّاعِدِيْنَ بِاَعْمَالِ خَلْقِهٖ، حُزُوْنَةَ مِعْرَاجِهَا، وَ نَادَاهَا بَعْدَ اِذْ هِيَ دُخَانٌ، فَالْتَحَمَتْ عُرَى اَشْرَاجِهَا، وَ فَتَقَ بَعْدَ الْاِرْتِتَاقِ صَوَامِتَ اَبْوَابِهَا، وَ اَقَامَ رَصَدًا مِّنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلٰى نِقَابِهَا، وَ اَمْسَكَهَا مِنْ اَنْ تَمُوْرَ فِيْ خَرْقِ الْهَوَآءِ بِاَيْدِهٖ، وَ اَمَرَهَا اَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِّاَمْرِهٖ، وَ جَعَلَ شَمْسَهَا اٰيَةً مُّبْصِرَةً لِّنَهَارِهَا، وَ قَمَرَهَا اٰيَةً مَّمْحُوَّةً مِّنْ لَّيْلِهَا، وَ اَجْرَاهُمَا فِيْ مَنَاقِلِ مَجْرَاهُمَا، وَ قَدَّرَ سَيْرَهُمَا فِيْ مَدَارِجِ دَرَجِهِمَا، لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ بِهِمَا، وَ لِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابُ بِمَقَادِيْرِهِمَا}.

"اس نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کئے اس کے شگافوں کے نشیب وفراز کو مرتب کر دیا اور اس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملا دیا اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا اور اس کے احکام کو لے کر اترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کیلئے اس کی

---

[1] سورہ آل عمران: ۱۹۱۔

[2] سورہ بقرہ آیہ ۳۲۔

بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا۔ ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے کہ اللہ نے انہیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے۔ اس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے سوراخوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے نگہبان کھڑے کر دیئے اور انہیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں وہ ہوا کے پھیلاؤ میں ادھر ادھر نہ ہو جائیں اور انہیں مامور کیا کہ وہ اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے مرکز پر ٹھہرے رہیں۔ اس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے اور انہیں ان کی منزلوں پر چلایا ہے اور ان کی گزرگاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے، تاکہ ان کے ذریعہ سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انہی کے اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب جانے جا سکیں"۔

{ ثُمَّ عَلَّقَ فِيْ جَوِّهَا فَلَكَهَا، وَ نَاطَ بِهَا زِيْنَتَهَا، مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَ مَصَابِيْحِ كَوَاكِبِهَا، وَ رَمٰى مُسْتَرِقِي السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا، وَ اَجْرَاهَا عَلٰى اِذْلَالِ تَسْخِيْرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا، وَ مَسِيْرِ سَآئِرِهَا، وَ هُبُوْطِهَا وَ صُعُوْدِهَا، وَ نُحُوْسِهَا وَ سُعُوْدِهَا }.

"پھر یہ کہ اس نے آسمانی فضا میں اس فلک کو آویزاں کیا اور اس میں اسی کی آرائش کیلئے مُنّے مُنّے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کئے اور چوری چھپے کان لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر چلائے اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے ڈھرے پر لگایا کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار، کبھی اُتار ہو اور کبھی اُبھار اور کسی میں نحوست ہو اور کسی میں سعادت"۔

خلقتِ ملائکہ

{ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهٗ لِاِسْكَانِ سَمٰوٰتِهٖ، وَ عِمَارَةِ الصَّفِيْحِ الْاَعْلٰى مِنْ مَّلَكُوْتِهٖ، خَلْقًا بَدِيْعًا مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِهٖ، وَ مَلَاَ بِهِمْ فُرُوْجَ فِجَاجِهَا، وَ حَشَا بِهِمْ فُتُوْقَ اَجْوَآئِهَا، وَ بَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوْجِ زَجَلُ الْمُسَبِّحِيْنَ

مِنْهُمْ فِيْ حَظَآئِرِ الْقُدُسِ، وَ سُتُرَاتِ الْحُجُبِ، وَ سُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ، وَ وَرَآءَ ذٰلِكَ الرَّجِيْجِ الَّذِيْ تَسْتَكُّ مِنْهُ الْاَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُوْرٍ تَرْدَعُ الْاَبْصَارَ عَنْ بُلُوْغِهَا، فَتَقِفُ خَاسِئَةً عَلٰى حُدُوْدِهَا}۔

"پھر اللہ سبحانہ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کیلئے فرشتوں کی عجیب وغریب مخلوق پیدا کی۔ ان سے آسمان کے وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا اور اس کی فضا کی وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا اور ان وسیع اطراف کی پہنائیوں میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس و پاکیزگی کی چار دیواریوں اور عظمت کے گہرے حجابوں اور بزرگی وجلال کے سراپردوں میں گونجتی ہیں اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان بہرے ہوجاتے ہیں تجلیات نور کی اتنی فراوانیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام ونامراد ہوکر اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہیں"۔

{اَنْشَاَهُمْ عَلٰى صُوَرٍ مُّخْتَلِفَاتٍ، وَ اَقْدَارٍ مُّتَفَاوِتَاتٍ، ﴿اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ﴾ تُسَبِّحُ جَلَالَ عِزَّتِهٖ، لَا يَنْتَحِلُوْنَ مَا ظَهَرَ فِي الْخَلْقِ مِنْ صُنْعِهٖ، وَ لَا يَدَّعُوْنَ اَنَّهُمْ يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا مَّعَهٗ مِمَّا انْفَرَدَ بِهٖ، ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴾}۔

"اللہ نے ان (فرشتوں) کو جُدا جُدا صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ بال و پَر رکھتے ہیں اور اس کے جلال وعزت کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور مخلوق میں جو اس کی صنعتیں اُجاگر ہوئی ہیں انہیں اپنی طرف نسبت نہیں دیتے اور نہ یہ اِدّعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کرسکتے ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد ویکتا ہے،" بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں"۔

اوصافِ ملائکہ

{جَعَلَهُمْ فِيْمَا هُنَالِكَ اَهْلَ الْاَمَانَةِ عَلٰى وَحْيِهٖ، وَ حَمَّلَهُمْ اِلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَدَآئِعَ اَمْرِهٖ وَ نَهْيِهٖ، وَ عَصَمَهُمْ مِنْ رَّيْبِ الشُّبُهَاتِ، فَمَا مِنْهُمْ زَآئِغٌ عَنْ سَبِيْلِ مَرْضَاتِهٖ، وَ اَمَدَّهُمْ بِفَوَآئِدِ الْمَعُوْنَةِ، وَ اَشْعَرَ قُلُوْبَهُمْ

تَوَاضُعَ اِخْبَاتِ السَّكِيْنَةِ، وَ فَتَحَ لَهُمْ اَبْوَابًا ذُلُلًا اِلٰى تَمَاجِيْدِهٖ، وَ نَصَبَ لَهُمْ مَنَارًا وَّاضِحَةً عَلٰى اَعْلَامِ تَوْحِيْدِهٖ}.

"اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانتدار اور اپنے اوامر ونواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک وشبہات کے خدشوں سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اس کی رضا جوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں اور اس نے اپنی توفیق واعانت سے ان کی دستگیری کی اور خضوع وخشوع کی عجز وشکستگی سے ان کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح و تقدیس کی سہولتوں کے دروازے ان کیلئے کھول دیئے ہیں اور اپنی توحید کے نشانوں پر ان کیلئے روشن مینار نصب کئے ہیں"۔

{لَمْ تُثْقِلْهُمْ مُوْصِرَاتُ الْاٰثَامِ، وَ لَمْ تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّيَالِيْ وَ الْاَيَّامِ، وَ لَمْ تَرْمِ الشُّكُوْكُ بِنَوَازِعِهَا عَزِيْمَةَ اِيْمَانِهِمْ، وَ لَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُوْنُ عَلٰى مَعَاقِدِ يَقِيْنِهِمْ، وَ لَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ الْاِحَنِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ، وَ لَا سَلَبَتْهُمُ الْحَيْرَةُ مَا لَاقَ مِنْ مَّعْرِفَتِهٖ بِضَمَآئِرِهِمْ، وَ مَا سَكَنَ مِنْ عَظَمَتِهٖ وَ هَيْبَةِ جَلَالَتِهٖ فِيْۤ اَثْنَآءِ صُدُوْرِهِمْ، وَ لَمْ تَطْمَعْ فِيْهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا عَلٰى فِكْرِهِمْ}.

"نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انہیں دبا رکھا ہے، نہ شب وروز کی گردشوں نے ان پر (سواری کیلئے) پالان ڈالے ہیں اور نہ شکوک وشبہات نے ان کے ایمان کے استحکام پر تیر چلائے ہیں اور نہ ان کے یقین کی پختگیوں پر (اوہام و) ظنون نے دھاوا بولا ہے اور نہ ان کے درمیان کبھی کینہ وحسد کی چنگاریاں بھڑکی ہیں اور نہ حیرانی وسراسیمگیاں ان کے دلوں میں سرایت کی ہوئی معرفت اور ان کے سینے کی تہوں میں جمی ہوئی عظمت خداوندی وہیبتِ جلال الٰہی کو چھین سکی ہے، نہ کبھی وسوسوں نے ان پر دندان آز تیز کیا ہے کہ ان کے فکروں کو زنگ وتکدر سے آلودہ کر دیں"۔

{مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِيْ خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ، وَ فِيْ عِظَمِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ، وَ فِيْ قَتْرَةِ الظَّلَامِ الْاَيْهَمِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ قَدْ خَرَقَتْ اَقْدَامُهُمْ تُخُوْمَ الْاَرْضِ السُّفْلٰى، فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيْضٍ قَدْ نَفَذَتْ فِيْ مَخَارِقِ الْهَوَآءِ، وَ تَحْتَهَا

رِيْحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَا عَلٰى حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُوْدِ الْمُتَنَاهِيَةِ}.

"ان میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی بلندیوں اور گھٹا ٹوپ اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں اور ان میں کچھ وہ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں تو وہ سفید جھنڈوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ہیں اور ان پھریروں کے آخری سرے تک ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انہیں روکے ہوئے ہے"۔

{قَدِ اسْتَفْرَغَتْهُمْ اَشْغَالُ عِبَادَتِهٖ، وَ وَصَلَتْ حَقَآئِقُ الْاِيْمَانِ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهٖ، وَ قَطَعَهُمُ الْاِيْقَانُ بِهٖۤ اِلَى الْوَلَهِ اِلَيْهِ، وَ لَمْ تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهٗ اِلٰى مَا عِنْدَ غَيْرِهٖ}.

"ان فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کیلئے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر اسی سے ان کی لو لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کے عطا و انعام کی انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی"۔

معرفت کی مٹھاس

{قَدْ ذَاقُوْا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهٖ، وَ شَرِبُوْا بِالْكَاْسِ الرَّوِيَّةِ مِنْ مَّحَبَّتِهٖ، وَ تَمَكَّنَتْ مِنْ سُوَيْدَآءِ قُلُوْبِهِمْ وَ شِيْجَةُ خِيْفَتِهٖ، فَحَنَوْا بِطُوْلِ الطَّاعَةِ اعْتِدَالَ ظُهُوْرِهِمْ، وَ لَمْ يُنْفِدْ طُوْلُ الرَّغْبَةِ اِلَيْهِ مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ، وَ لَاۤ اَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيْمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوْعِهِمْ}.

"انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں اور اس کی محبت کے سیراب کرنے والے جام سے سرشار ہیں اور ان کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے، تو انہوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی کمریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی طلب میں لگے رہنے کے باوجود ان کے تضرع و عاجزی کے ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قرب الٰہی کی بلندیوں کے باوجود خوف و خشوع کے پھندے ان (کے گلے) سے نہیں اترتے"۔

{وَ لَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْاِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوْا مَا سَلَفَ مِنْهُمْ، وَ لَا تَرَكَتْ لَهُمْ

اسْتِكَانَةُ الْإِجْلَالِ نَصِيبًا فِيْ تَعْظِيمِ حَسَنَاتِهِمْ، وَ لَمْ تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِيهِمْ عَلَى طُوْلِ دُؤُبِهِمْ، وَ لَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ فَيُخَالِفُوْا عَنْ رَّجَآءِ رَبِّهِمْ، وَ لَمْ تَجِفَّ لِطُوْلِ الْمُنَاجَاةِ اَسَلَاتُ اَلْسِنَتِهِمْ، وَ لَا مَلَكَتْهُمُ الْاَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ بِهَمْسِ الْجُؤَارِ اِلَيْهِ اَصْوَاتُهُمْ، وَ لَمْ تَخْتَلِفْ فِيْ مَقَاوِمِ الطَّاعَةِ مَنَاكِبُهُمْ، وَ لَمْ يَثْنُوْا اِلَى رَاحَةِ التَّقْصِيْرِ فِيْٓ اَمْرِهٖ رِقَابَهُمْ، وَ لَا تَعْدُوْ عَلَى عَزِيْمَةِ جِدِّهِمْ بَلَادَةُ الْغَفَلَاتِ، وَ لَا تَنْتَضِلُ فِيْ هِمَمِهِمْ خَدَآئِعُ الشَّهَوَاتِ}۔

"نہ ان میں کبھی خود پسندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ خیال کرنے لگیں اور نہ جلال پروردگار کے سامنے ان کے عجز و انکسار نے یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں۔ ان میں مسلسل تعب اٹھانے کے باوجود بھی سستی نہیں آنے پاتی اور نہ ان کی طلب و رغبت میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے پالنے والے کے توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور نہ مسلسل مناجاتوں سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع و زاری کی آوازوں کو دھیما کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں ان کے شانے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اور نہ وہ آرام و راحت کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کر کے اپنی گردنوں کو ادھر سے ادھر کرتے ہیں، نہ ان کی کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ آور ہوتی ہیں، اور نہ ان کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے وسوسوں کا گزر رہتا ہے"۔

اللہ سے لو لگانا

{قَدِ اتَّخَذُوْا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيْرَةً لِّيَوْمِ فَاقَتِهِمْ، وَ يَمَّمُوْهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ اِلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ بِرَغْبَتِهِمْ، لَا يَقْطَعُوْنَ اَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهٖ، وَ لَا يَرْجِعُ بِهِمُ الْاِسْتِهْتَارُ بِلُزُوْمِ طَاعَتِهٖ، اِلَّآ اِلَى مَوَادَّ مِنْ قُلُوْبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ مِّنْ رَّجَآئِهٖ وَ مَخَافَتِهٖ، لَمْ تَنْقَطِعْ اَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ، فَيَنُوْا فِيْ جِدِّهِمْ، وَ لَمْ تَأْسِرْهُمُ الْاَطْمَاعُ فَيُؤْثِرُوْا وَشِيْكَ السَّعْيِ عَلَى

اجْتِهَادِهِمْ . وَ لَمْ يَسْتَعْظِمُوْا مَا مَضٰى مِنْ اَعْمَالِهِمْ ، وَلَوِ اسْتَعْظَمُوْا ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَآءُ مِنْهُمْ شَفَقَاتِ وَجَلِهِمْ ، وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا فِيْ رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطٰنِ عَلَيْهِمْ ، وَ لَمْ يُفَرِّقْهُمْ سُوْٓءُ التَّقَاطُعِ ، وَ لَاتَوَلَّاهُمْ غِلُّ التَّحَاسُدِ ، وَلَا تَشَعَّبَتْهُمْ مَصَارِفُ الرِّيَبِ ، وَلَا اقْتَسَمَتْهُمْ اَخْيَافُ الْهِمَمِ } .

"انہوں نے احتیاج کے دن کیلئے صاحب عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا ہے اور جب دوسرے لوگ مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس اسی سے لو لگاتے ہیں۔ وہ اس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ انہیں عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے بجائے) ان کی قلبی امید وبیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف لے جاتا ہے جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے۔ خوف کھانے کے وجوہ ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ دنیا کیلئے وقتی کوششوں کو اپنی اس جدوجہد پر ترجیح دیں اور نہ انہوں نے اپنے سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے اور اگر بڑا سمجھتے تو پھر امیدیں خوف خدا کے اندیشوں کو ان (کے صفحہ دل) سے مٹا دیتیں اور نہ شیطان کے ورغلانے سے ان میں باہم اپنے پروردگار کے متعلق کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوا اور نہ ایک دوسرے سے کٹنے (اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ ومتفرق ہوئے اور نہ آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان کے دلوں میں کینہ وبغض پیدا ہوا اور نہ شک وشبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوئے اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا"۔

{ فَهُمْ اُسَرَآءُ اِيْمَانٍ لَّمْ يَفُكَّهُمْ مِنْ رِّبْقَتِهٖ زَيْغٌ وَّ لَا عُدُوْلٌ وَّ لَا وَنًى وَّ لَا فُتُوْرٌ ، وَ لَيْسَ فِيْٓ اَطْبَاقِ السَّمَآءِ مَوْضِعُ اِهَابٍ اِلَّا وَ عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ ، اَوْ سَاعٍ حَافِدٌ ، يَزْدَادُوْنَ عَلٰى طُوْلِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ عِلْمًا ، وَ تَزْدَادُ عِزَّةُ رَبِّهِمْ فِيْ قُلُوْبِهِمْ عِظَماً } .

"وہ ایمان کے پابند ہیں، انہیں اس کے بندھنوں سے کجی، روگردانی سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطح آسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ یا تیزی سے تگ ودو کرنے والا ملک نہ ہو، پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے علم میں زیادتی ہی

ہوتی رہتی ہے اوران کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت وجلالت بڑھتی ہی جاتی ہے‘‘۔

{قَدْ ذَاقُوْا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهٖ{ ’’انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں‘‘۔امامؑ نے یہاں آسمان کی خلقت اوراس کے اوصاف کو بیان فرمایا اور پھر فرشتوں کی خلقت ،ان کے حالات اور ذمہ داریاں بیان کی ہیں۔ شارحین نہج البلاغہ لکھتے ہیں کہ جس انداز اور تفصیل سے امامؑ نے ملائکہ کے اوصاف بیان کئے یہ آپؑ ہی کا خاصہ ہے۔ ایسی تفصیل آپ کو کہیں اور نہیں ملے گی۔امامؑ نے معرفتِ خدا کے نمونے کے طور پر فرمایا کہ ملائکہ نے معرفت کا شیرین مزہ چکھا ہے تو جو انسان معرفت کی منزلوں کو طے کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ ملائکہ کی طرح خود کو خدا کے قریب کرے۔ابن ابی الحدید لکھتے ہیں امامؑ نے ملائکہ کو بطور مثال پیش کیا اور اہل عرفان کو بھی ویسا ہی انداز اپنانا چاہیے۔

خلقتِ زمین

{كَبَسَ الْاَرْضَ عَلٰى مَوْرِ اَمْوَاجٍ مُّسْتَفْحِلَةٍ، وَ لُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ، تَلْتَطِمُ اَوَاذِيُّ اَمْوَاجِهَا، وَ تَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ اَثْبَاجِهَا، وَ تَرْغُوْ زَبَدًا كَالْفُحُوْلِ عِنْدَ هِيَاجِهَا، فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَآءِ الْمُتَلَاطِمِ لِثِقَلِ حَمْلِهَا، وَ سَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَآئِهٖ اِذْ وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا، وَ ذَلَّ مُسْتَخْذِيًا اِذْ تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا، فَاَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ اَمْوَاجِهٖ، سَاجِيًا مَّقْهُوْرًا، وَ فِيْ حَكَمَةِ الذُّلِّ مُنْقَادًا اَسِيْرًا، وَ سَكَنَتِ الْاَرْضُ مَدْحُوَّةً فِيْ لُجَّةِ تَيَّارِهٖ، وَ رَدَّتْ مِنْ نَّخْوَةِ بَاْوِهٖ وَ اعْتِلَآئِهٖ، وَ شُمُوْخِ اَنْفِهٖ وَ سُمُوِّ غُلَوَآئِهٖ، وَ كَعَمَتْهُ عَلٰى كِظَّةِ جَرْيَتِهٖ، فَهَمَدَ بَعْدَ نَزَقَاتِهٖ، وَ لَبَدَ بَعْدَ زَيَفَانِ وَثَبَاتِهٖ}۔

’’(اللہ نے) زمین کو تہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھر پور سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا، جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اورلہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح پھین دے رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہوگئیں اور جب اس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کرا سے روندا تو سارا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس پر لوٹی تو وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہوگیا۔کہاں تو اس کی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہوکر تھم گیا اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہوکر مطیع ہوگیا اور

زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی اور اس کے اٹھلانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اوپر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق وسربلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد (بالکل بے دم) ہو کر ٹھہر گیا اور جست وخیز کی سرمستیاں دکھا کر تھم گیا"۔

{فَلَمَّا سَكَنَ هَيْجُ الْمَآءِ مِنْ تَحْتِ اَكْنَافِهَا، وَ حَمَلَ شَوَاهِقَ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ الْبُذَّخِ عَلَى اَكْتَافِهَا. فَجَّرَ يَنَابِيْعَ الْعُيُوْنِ مِنْ عَرَانِيْنِ اُنُوْفِهَا، وَ فَرَّقَهَا فِيْ سُهُوْبِ بِيْدِهَا وَ اَخَادِيْدِهَا، وَ عَدَّلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّاسِيَاتِ مِنْ جَلَامِيْدِهَا، وَ ذَوَاتِ الشَّنَاخِيْبِ الشُّمِّ مِنْ صَيَاخِيْدِهَا، فَسَكَنَتْ مِنَ الْمَيَدَانِ لِرُسُوْبِ الْجِبَالِ فِيْ قِطَعِ اَدِيْمِهَا، وَ تَغَلْغُلِهَا مُتَسَرِّبَةً فِيْ جَوْبَاتِ خَيَاشِيْمِهَا، وَ رُكُوْبِهَا اَعْنَاقَ سُهُوْلِ الْاَرَضِيْنَ وَ جَرَاثِيْمِهَا}.

"جب اس کے کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور وشور سکون پذیر ہوا اور اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا تو (اللہ نے) اسکی ناک کے بانسوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے جنہیں دور ودراز جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصوں میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندیوں اور پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اس کی تھرتھراہٹ جاتی رہی"۔

{وَ فَسَحَ بَيْنَ الْجَوِّ وَ بَيْنَهَا، وَ اَعَدَّ الْهَوَآءَ مُتَنَسَّمًا لِّسَاكِنِهَا، وَ اَخْرَجَ اِلَيْهَا اَهْلَهَا عَلٰى تَمَامِ مَرَافِقِهَا}.

"اور اللہ نے زمین سے لے کر فضائے بسیط تک پھیلاؤ اور وسعت رکھی اور اس میں رہنے والوں کو سانس لینے کو ہوا مہیا کی اور اس میں بسنے والوں کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ ٹھہرایا"۔

چٹیل زمین پر ابرِ رحمت

{ثُمَّ لَمْ يَدَعْ جُرُزَ الْاَرْضِ الَّتِيْ تَقْصُرُ مِيَاهُ الْعُيُوْنِ عَنْ رَّوَابِيْهَا، وَ لَا تَجِدُ جَدَاوِلُ الْاَنْهَارِ ذَرِيْعَةً اِلٰى بُلُوْغِهَا، حَتّٰى اَنْشَاَ لَهَا نَاشِئَةَ سَحَابٍ تُحْيِيْ مَوَاتَهَا، وَ تَسْتَخْرِجُ نَبَاتَهَا. اَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ افْتِرَاقِ لُمَعِهٖ، وَ تَبَايُنِ قَزَعِهٖ. حَتّٰى اِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ فِيْهِ، وَ الْتَمَعَ بَرْقُهٗ فِيْ كُفَفِهٖ، وَ لَمْ يَنَمْ وَمِيْضُهٗ فِيْ كَنَهْوَرِ رَبَابِهٖ، وَ مُتَرَاكِمِ سَحَابِهٖ، اَرْسَلَهٗ سَحًّا مُّتَدَارِكًا، قَدْ اَسَفَّ هَيْدَبُهٗ، تَمْرِيْهِ الْجَنُوْبُ دِرَرَ اَهَاضِيْبِهٖ، وَ دُفَعَ شَاٰبِيْبِهٖ}.

"پھر اس نے چٹیل زمینوں کو کہ جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی پہنچ سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے وہاں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں، یونہی نہیں رہنے دیا، بلکہ ان کیلئے ہوا پر اٹھنے والی گھٹائیں پیدا کیں جو مردہ زمین میں زندگی کی لہریں دوڑا دیتی ہیں اور اس سے گھاس پات اُگاتی ہیں۔ اس نے ابر کی بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور پراگندہ بدلیوں کو یکجا کر کے اَبرِ محیط بنایا اور جب اس کے اندر پانی کے ذخیرے حرکت میں آ گئے اور اس کے کناروں میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور برق کی چمک سفید اَبروں کی تہوں اور گھنے بادلوں کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ نے انہیں موسلادھار برسنے کیلئے بھیج دیا۔ اس طرح کہ اس کے پانی سے بھرے ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انہیں مسل مسل کر برسنے والے مینہ کی بوندیں اور ایک دم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے جھالے برسا رہی تھیں"۔

{فَلَمَّا اَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بِوَانَيْهَا، وَ بَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ مِنَ الْعِبْءِ الْمَحْمُوْلِ عَلَيْهَا، اَخْرَجَ بِهٖ مِنْ هَوَامِدِ الْاَرْضِ النَّبَاتَ، وَ مِنْ زُعْرِ الْجِبَالِ الْاَعْشَابَ، فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِيْنَةِ رِيَاضِهَا، وَ تَزْدَهِيْ بِمَاۤ اُلْبِسَتْهُ مِنْ رَّيْطِ اَزَاهِيْرِهَا، وَ حِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهٖ مِنْ نَّاضِرِ اَنْوَارِهَا، وَ جَعَلَ ذٰلِكَ بَلَاغًا لِّلْاَنَامِ، وَ رِزْقًا لِّلْاَنْعَامِ، وَ خَرَقَ الْفِجَاجَ فِيْۤ اٰفَاقِهَا، وَ اَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِيْنَ عَلٰى جَوَادِّ طُرُقِهَا}.

"جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیروں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدایا بوجھ

اس پر چھینک دیا تو اللہ نے اُفتادہ زمینوں سے سرسبز کھیتیاں اُگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا سبزہ پھیلا دیا۔ زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اسے پہنا دیئے گئے تھے، اترانے لگی۔ اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپائیوں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کیلئے روشنی کے مینار نصب کئے ہیں"۔

خلقتِ آدم

{فَلَمَّا مَهَدَ اَرْضَهُ، وَ اَنْفَذَ اَمْرَهُ، اخْتَارَ اٰدَمَ علیہ السلام، خِيَرَةً مِّنْ خَلْقِهٖ، وَ جَعَلَهُ اَوَّلَ جِبِلَّتِهٖ، وَ اَسْكَنَهُ جَنَّتَهُ، وَ اَرْغَدَ فِيْهَآ اُكُلَهُ، وَ اَوْعَزَ اِلَيْهِ فِيْمَا نَهَاهُ عَنْهُ،وَ اَعْلَمَهُ اَنَّ فِي الْاِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهٖ، وَ الْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهٖ فَاَقْدَمَ عَلٰى مَا نَهَاهُ عَنْهُ ـ مُوَافَاةً لِّسَابِقِ عِلْمِهٖ ـ فَاَهْبَطَهُ بَعْدَالتَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ اَرْضَهُ بِنَسْلِهٖ،وَ لِيُقِيْمَ الْحُجَّةَ بِهٖ عَلٰى عِبَادِهٖ،وَ لَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ اَنْ قَبَضَهُ، مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوْبِيَّتِهٖ، وَ يَصِلُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهٖ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلٰۤى اَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ اَنْبِيَآئِهٖ، وَ مُتَحَمِّلِيْ وَدَآئِعِ رِسَالَاتِهٖ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتّٰى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُجَّتُهُ، وَ بَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَ نُذُرُهُ}۔

"جب اللہ نے فرشِ زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو آدمؑ کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوع انسانی کی فرد اوّل قرار دیا اور انہیں اپنی جنت میں ٹھہرایا جہاں دل کھول کر ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور جس سے منع کرنا تھا اس سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ اس کی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے، لیکن جس چیز سے انہیں روکا تھا انہوں نے اسی کا رخ کیا، جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انہیں جنت سے نیچے اتار دیا، تا کہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش

کرے۔ اللہ نے آدمؑ کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کیلئے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہوگئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا"۔

تقسیم رزق

{وَ قَدَّرَ الْاَرْزَاقَ فَکَثَّرَهَا وَ قَلَّلَهَا، وَ قَسَّمَهَا عَلَی الضِّیْقِ وَ السَّعَةِ فَعَدَلَ فِیْهَا لِیَبْتَلِیَ مَنْ اَرَادَ بِمَیْسُوْرِهَا وَ مَعْسُوْرِهَا، وَ لِیَخْتَبِرَ بِذٰلِكَ الشُّکْرَ وَ الصَّبْرَ مِنْ غَنِیِّهَا وَ فَقِیْرِهَا، ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِیْلَ فَاقَتِهَا، وَبِسَلَامَتِهَا طَوَارِقَ اٰفَاتِهَا، وَ بِفُرَجِ اَفْرَاحِهَا غُصَصَ اَتْرَاحِهَا}.

"اس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں، (کسی کیلئے) زیادہ اور (کسی کیلئے) کم اور اس کی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا۔ اس طرح کہ اس نے جس جس صورت سے چاہا امتحان لیا ہے۔ رزق کی آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مال دار اور فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے۔ پھر اس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں نت نئی آفتوں کے دغدغے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم وغصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں"۔

موت کی گرہ

{وَ خَلَقَ الْاٰجَالَ فَاَطَالَهَا وَ قَصَّرَهَا، وَ قَدَّمَهَا وَ اَخَّرَهَا، وَ وَصَلَ بِالْمَوْتِ اَسْبَابَهَا، وَ جَعَلَهٗ خَالِجًا لِاَشْطَانِهَا، وَ قَاطِعًا لِمَرَآئِرِ اَقْرَانِهَا کَبَسَ الْاَرْضَ عَلٰی مَوْرِ اَمْوَاجٍ مُسْتَفْحِلَةٍ}.

''اس نے زندگی کی (مختلف) مدتیں مقرر کی ہیں، کسی کو زیادہ، کسی کو کم، کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے اور ان مدتوں کی رسیوں کی موت سے گرہ لگا دی ہے اور وہ موت ان کو کھینچے لئے

جاتی ہے اور ان کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتی ہے۔ اللہ نے زمین کو تہہ و بالا ہونے والی بڑی لہروں پر بچھا''۔

اس حصہ میں امامؑ نے زمین کی پیدائش اور بچھائے جانے کا ذکر فرمایا اور پھر پہاڑوں، بادلوں، بارشوں جیسی نعمات کا ذکر کیا اور پھر خلقتِ حضرت آدمؑ کو بیان فرمایا۔ رزق کی تقسیم اور زندگی و موت کا تذکرہ کیا۔ آج کی سائنس نے زمین کے بچھائے جانے کے بارے میں امامؑ کے بہت سے فرامین کی تائید کی ہے جس کی وضاحت کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

علیم و خبیر خالق

{عَالِمُ السِّرِّ مِنْ ضَمَآئِرِ الْمُضْمِرِيْنَ، وَ نَجْوَى الْمُتَخَافِتِيْنَ، وَ خَوَاطِرِ رَجْمِ الظُّنُوْنِ، وَ عُقَدِ عَزِيْمَاتِ الْيَقِيْنِ، وَ مَسَارِقِ إِيْمَاضِ الْجُفُوْنِ، وَ مَا ضَمِنَتْهُ اَكْنَانُ الْقُلُوْبِ وَ غَيَابَاتُ الْغُيُوْبِ، وَ مَآ اَصْغَتْ لِاسْتِرَاقِهٖ مَصَآئِخُ الْاَسْمَاعِ، وَ مَصَآئِفِ الذَّرِّ، وَ مَشَاتِي الْهَوَامِّ، وَ رَجْعِ الْحَنِيْنِ مِنَ الْمُوْلَهَاتِ، وَ هَمْسِ الْاَقْدَامِ، وَ مُنْفَسَحِ الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَآئِجِ غُلُفِ الْاَكْمَامِ، وَ مُنْقَمَعِ الْوُحُوْشِ مِنْ غِيْرَانِ الْجِبَالِ وَ اَوْدِيَتِهَا، وَ مُخْتَبَاِ الْبَعُوْضِ بَيْنَ سُوْقِ الْاَشْجَارِ وَ اَلْحِيَتِهَا، وَ مَغْرَزِ الْاَوْرَاقِ مِنَ الْاَفْنَانِ، وَ مَحَطِّ الْاَمْشَاجِ مِنْ مَّسَارِبِ الْاَصْلَابِ، وَ نَاشِئَةِ الْغُيُوْمِ وَ مُتَلَاحِمِهَا، وَ دُرُوْرِ قَطْرِ السَّحَابِ فِيْ مُتَرَاكِمِهَا، وَ مَا تَسْفِي الْاَعَاصِيْرُ بِذُيُوْلِهَا، وَ تَعْفُو الْاَمْطَارُ بِسُيُوْلِهَا، وَ عَوْمِ بَنَاتِ الْاَرْضِ فِيْ كُثْبَانِ الرِّمَالِ، وَ مُسْتَقَرِّ ذَوَاتِ الْاَجْنِحَةِ بِذُرٰى شَنَاخِيْبِ الْجِبَالِ، وَ تَغْرِيْدِ ذَوَاتِ الْمَنْطِقِ فِيْ دَيَاجِيْرِ الْاَوْكَارِ، وَ مَآ اَوْعَبَتْهُ الْاَصْدَافُ، وَ حَضَنَتْ عَلَيْهِ اَمْوَاجُ الْبِحَارِ، وَ مَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ، اَوْ ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ، وَ مَآ اعْتَقَبَتْ عَلَيْهِ اَطْبَاقُ الدَّيَاجِيْرِ، وَ سُبُحَاتُ النُّوْرِ، وَ اَثَرِ كُلِّ خَطْوَةٍ، وَ حِسِّ كُلِّ حَرَكَةٍ، وَ رَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ، وَ تَحْرِيْكِ كُلِّ شَفَةٍ، وَ مُسْتَقَرِّ كُلِّ نَسَمَةٍ، وَ مِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَ هَمَاهِمِ كُلِّ نَفْسٍ هَامَّةٍ، وَ مَا عَلَيْهَا مِنْ ثَمَرِ شَجَرَةٍ، اَوْ سَاقِطِ وَرَقَةٍ، اَوْ قَرَارَةِ نُطْفَةٍ، اَوْ نُقَاعَةِ دَمٍ وَّ مُضْغَةٍ، اَوْ

نَاشِئَةِ خَلْقٍ وَّ سُلاَلَةٍ.

"وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں، کھسر پھسر کرنے والوں کی سرگوشیوں، مظنون اور بے بنیاد خیالوں، دل میں جمے ہوئے یقینی ارادوں، پلکوں (کے نیچے) کنکھیوں کے اشاروں، دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور (ان آوازوں کا سننے والا ہے) جن کو کان لگا کر سننے کیلئے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسمِ سرما بسر کرنے کے مقاموں سے آگاہ ہے اور پسر مردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے اور سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوونما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور ان کے نشیبوں میں وحشی جانوروں کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گزرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اٹھنے والے اَبر کے لکوں اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ جمے ہوئے اَبروں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے اور ریگ (بیابان) کے ذرّے جنہیں بادبگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑایا ہے اور وہ نشانات جنہیں بارشوں کے سیلابوں نے مٹا ڈالا ہے، اس کے علم میں ہیں اور ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سربلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پَر و بال رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں اور گھونسلوں کی اندھیاریوں میں چہچہانے والے پرندوں کے نغموں کو جانتا ہے اور جن چیزوں کو سیپیوں نے سمیٹ رکھا ہے اور جن چیزوں کو دریا کی موجیں اپنے پہلو کے نیچے دبائے ہوئے ہیں اور جن کو رات (کی تاریک چادروں) نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن پر دن کے سورج نے اپنی کرنوں سے نور بکھیرا ہے اور جن پر کبھی ظلمت کی تہیں جم جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ نکلتے ہیں پہچانتا ہے۔ وہ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس و حرکت، ہر لفظ کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا، ہر ذرّے کا وزن اور ہر جی دار کی سسکیوں کی آواز اور جو کچھ بھی اس زمین پر ہے، سب اس کے علم میں ہے۔ وہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ، یا نطفے یا منجمد خون کا ٹھکانا اور لوتھڑا یا (اس کے بعد) بننے والی

مخلوق اور پیدا ہونیوالا بچہ"۔

{لَمْ تَلْحَقْهُ فِيْ ذٰلِكَ كُلْفَةٌ، وَ لَا اعْتَرَضَتْهُ فِيْ حِفْظِ مَا ابْتَدَعَ مِنْ خَلْقِهٖ عَارِضَةٌ، وَ لَا اعْتَوَرَتْهُ فِيْ تَنْفِيْذِ الْاُمُوْرِ وَ تَدَابِيْرِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مَلَالَةٌ وَّ لَا فَتْرَةٌ، بَلْ نَفَذَهُمْ عِلْمُهٗ، وَ اَحْصَاهُمْ عَدُّهٗ، وَ وَسِعَهُمْ عَدْلُهٗ، وَ غَمَرَهُمْ فَضْلُهٗ، مَعَ تَقْصِيْرِهِمْ عَنْ كُنْهِ مَا هُوَ اَهْلُهٗ}.

"(ان چیزوں کے جاننے میں) اسے کلفت وتعب اٹھانا نہیں پڑی اور نہ اسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی اور نہ اسے اپنے احکام کے چلانے اور مخلوقات کا انتظام کرنے سے سستی اور تھکن لاحق ہوئی، بلکہ اس کا علم توان چیزوں کے اندر تک اترا ہوا ہے اور ایک ایک چیز اس کے شمار میں ہے۔ اس کا عدل ہمہ گیر اور اس کا فضل سب کے شامل حال ہے اور اس کے ساتھ وہ اس کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔"

{عَالِمُ السِّرِّ مِنْ ضَمَآئِرِ الْمُضْمِرِيْنَ}

"وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں کو جاننے والا ہے"۔

اس حصے میں امامؑ نے خصوصیت سے اللہ کے علم کو تفصیل سے بیان فرمایا اور جزئیات کا ذکر کیا۔ امامؑ حقیقت میں انسان کی تربیت کے لیے پہلے تفصیل سے خلقت کی باریکیاں بیان کرتے ہیں اور پھر واضح فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو جو کچھ دیا ہے اور آپ کے لئے جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ اس کے استعمال کو بھی دیکھ رہا ہے اور اس استعمال پر سوال بھی کرے گا۔ علم الہی کی باریکیوں کے ساتھ امامؑ نے موجودات کے گونا گون حالات بھی بیان کئے۔ آنکھ اور کان کے حالات، چیونٹی اور اس کے سردی وگرمی کے گھر، حشرات کے ٹھکانے، درختوں کے شگوفے، میووں، پتوں، پھولوں کی باریکیاں، بیابانوں، غاروں اور درّوں میں موجود موشگافیاں اور بھید بیان فرما کر انسان کو بیدار کر کے شکر گزار بنانا چاہتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد پروردگار ہے: ﴿وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [۱] "اور اس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر گزار بنو"۔ اللہ کے علم اور اس جہان کی باریکیوں کے بیان سے صاحب گفتار امیر کلامؑ کے علم و دانش کے مقام کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اور یوں معلّمِ توحید کی تعلیم سے معرفت پروردگار حاصل ہوتی ہے۔

---

[۱] سورہ نحل آیہ ۷۸۔

ابن ابی الحدید اس حصہ کی شرح کے شروع میں اس خطبہ کی فصاحت و بلاغت کی تعریف میں لکھتے ہیں: اگر نضر بن کنانہ (رسول اللہ کے اجداد میں سے ایک) اس فصیح و بلیغ کلام کو سنتے تو اس کے کہنے والے سے وہی کہتے جو علی بن عباس بن جریح نے عرب کے ایک فصیح شخص اسماعیل بن بلبل کے لئے کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں ابوالصقر اسماعیل قبیلہ شیبان میں سے ہے، میں کہتا ہوں نہیں مجھے اپنی جان کی قسم قبیلہ شیبان اسماعیل سے ہے۔ کتنے باپ ہیں جن کو اپنے صاحب شرافت بیٹوں سے بلندی ملی ہے جیسے رسول اللہؐ سے عدنان کو سر بلندی ملی۔ پھر ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

اِذْ كَانَ يَفْخَرُ بِهٖ عَلٰى عَدْنَانٍ وَ قَحْطَانٍ، بَلْ كَانَ يُقَرُّ بِهٖ عَيْنُ اَبِيْهِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ۔ وَ يَقُوْلُ لَهٗ: اِنَّهٗ لَمْ يُعْفِ مَا شَيَّدْتَ مِنْ مَعَالِمِ التَّوْحِيْدِ، بَلْ اَخْرَجَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَكَ مِنْ ظَهْرِيْ وَلَدًا اِبْتَدَعَ عُلُوْمَ التَّوْحِيْدِ فِيْ جَاهِلِيَّةِ الْعَرَبِ مَا لَمْ تَبْتَدِعْهُ اَنْتَ فِيْ جَاهِلِيَّةِ النَّبَطِ۔ بَلْ لَوْ سَمِعَ هٰذَا الْكَلَامَ اَرَسْطُوْ طَالِيْسُ، اَلْقَائِلُ بِاَنَّهٗ تَعَالٰى لَا يَعْلَمُ الْجُزْئِيَّاتِ، لَخَشَعَ قَلْبُهٗ وَقَفَّ شَعْرُهٗ، وَاضْطَرَبَ فِكْرُهٗ، اَلَا تَرٰى مَا عَلَيْهِ مِنَ الرُّوَاءِ وَالْمَهَابَةِ، وَالْعَظْمَةِ وَالْفَخَامَةِ، وَالْمَتَانَةِ وَالْجَزَالَةِ! مَعَ مَا قَدْ اُشْرِبَ مِنْ حَلَاوَةِ وَالطَّلَاوَةِ وَاللُّطْفِ وَالسَّلَاسَةِ، لَا اَرٰى كَلَامًا يُشْبِهُ هٰذَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ كَلَامَ الْخَالِقِ سُبْحَانَهٗ، فَاِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ نَبْعَةٌ مِنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ، وَجَدْوَلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَحْرِ، وَجَذْوَةٌ مِنْ تِلْكَ النَّارِ، وَكَاَنَّهٗ شَرْحُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ [1]

''نضر علی علیہ السلام کے ذریعے عدنان وقحطان پر فخر کرتے بلکہ علیؑ کے ذریعے ان کے جد ابراہیم خلیل الرحمان کی آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوتیں۔ اور نضر ابراہیم کو کہتے۔ یقینا توحید کی راہ کے جو نشانات و مینار آپؑ نے بلند کئے تھے وہ مٹے نہیں بلکہ اللہ تعالی نے میری نسل سے آپ کا ایک بیٹا پیدا کیا جس نے علوم توحید کو عرب جاہلیت میں اس بے مثال انداز سے پیش کیا جس انداز سے آپ بھی

[1] سورۃ الانعام آیہ ۵۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۷، ص ۲۳۔

جاہلیت کے دور میں پیش نہ کر سکے۔ اگر ارسطو اس کلام کو سنتے جو اس بات کے قائل تھے کہ اللہ تعالی اشیاء کی جزئیات کا علم نہیں رکھتا، تو ان کا دل خوف زدہ، بال کھڑے اور فکر مضطرب ہو جاتی۔ آپ نہیں دیکھتے کہ اس کلام میں کتنی روانی، ہیبت، عظمت، بڑائی اور آراستگی وفصاحت ہے۔ ساتھ ہی اس میں کتنی شیرینی وخوبصورتی اور لطافت وسلاست پائی جاتی ہے۔ مجھے خالق سبحانہ کے کلام کے علاوہ اس جیسا کوئی کلام نظر نہیں آتا۔ یہ کلام بھی خالق کے کلام کے درخت کی شاخ ہے۔ اس دریا سے نکلی ہوئی نہر ہے اور اسی آتش کا شعلہ ہے۔ گویا یہ اس آیت کی شرح ہے ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز سے واقف ہے کوئی پتا گرتا نہیں مگر وہ اس سے آگاہ ہوتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور خشک وتر ایسا نہیں جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو''۔

بارگاہ الٰہی میں دعا

{اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اَھْلُ الْوَصْفِ الْجَمِیْلِ، وَ التَّعْدَادِ الْکَثِیْرِ، اِنْ تُؤَمَّلْ فَخَیْرُ مَاْمُوْلٍ، وَاِنْ تُرْجَ فَاَکْرَمُ مَرْجُوٍّ}.

''اے خدا! تو ہی توصیف وثنا اور انتہائی درجہ تک سراہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی جائے تو تو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے اُمیدیں باندھی جائیں تو تو بہترین چشمہ امید ہے''۔

{اَللّٰھُمَّ وَ قَدْ بَسَطْتَ لِیْ فِیْمَا لَآ اَمْدَحُ بِہٖ غَیْرَکَ، وَلَآ اُثْنِیْ بِہٖ عَلٰٓی اَحَدٍ سِوَاکَ، وَ لَآ اُوَجِّھُہٗٓ اِلٰی مَعَادِنِ الْخَیْبَۃِ وَ مَوَاضِعِ الرِّیْبَۃِ، وَ عَدَلْتَ بِلِسَانِیْ عَنْ مَّدَآئِحِ الْاٰدَمِیِّیْنَ، وَ الثَّنَآءِ عَلَی الْمَرْبُوْبِیْنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ}.

{تو نے مجھے ایسی قوت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں اور میں اپنی مدح کا رخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا جو ناامیدیوں کا مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں، تو نے میری زبان کو انسانوں کی مدح اور پروردہ مخلوق کی تعریف و ثنا سے ہٹالیا ہے''۔

{اَللّٰھُمَّ وَ لِکُلِّ مُثْنٍ عَلٰی مَنْ اَثْنٰی عَلَیْہِ مَثُوْبَۃٌ مِّنْ جَزَآءٍ، اَوْ عَارِفَۃٌ

مِّنْ عَطَآءٍ، وَ قَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيْلًا عَلٰى ذَخَآئِرِ الرَّحْمَةِ وَ كُنُوْزِ الْمَغْفِرَةِ}۔

"بار الہا! ہر ثنا گستر کیلئے اپنے ممدوح پر انعام و اکرام اور عطاو بخشش پانے کا حق ہوتا ہے اور میں تجھ سے امید لگائے بیٹھا ہوں، یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا پتا دینے والا ہے"۔

{اَللّٰهُمَّ وَ هٰذَا مَقَامُ مَنْ اَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيْدِ الَّذِیْ هُوَ لَكَ، وَ لَمْ يَرَ مُسْتَحِقًّا لِّهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَ الْمَمَادِحِ غَيْرَكَ. وَ بِیْ فَاقَةٌ اِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا اِلَّا فَضْلُكَ، وَ لَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا اِلَّا مَنُّكَ وَ جُوْدُكَ. فَهَبْ لَنَا فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ، وَ اَغْنِنَا عَنْ مَّدِّ الْاَيْدِیْ اِلٰى مَنْ سِوَاكَ. ﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾!}۔

"خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا، میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے، تیری ہی بخششوں اور کامرانیوں سے اس کی بے نوائی کا علاج ہوسکتا ہے اور اس کے فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے، ہمیں تُو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دوسروں کی طرف دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے، "تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

خطبہ کے اس حصہ میں چار دفعہ " اَللّٰهُمَّ " کہہ کر دُعا کے انداز میں اوصاف الہیہ بیان فرمائے۔ آیت اللہ مکارم ان جملات کی شرح میں لکھتے ہیں: فصاحت و بلاغت کے عروج پر اور توحید و معارف الٰہی کی پر مغز وضاحت کے بعد امیر المومنینؑ دربارِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ یہ تیرا کرم ہے کہ تو نے مجھے ایسی قوت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح و ستائش نہیں کرتا ہوں، دُعا کے انداز میں یہ گھرانہ رب کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے۔ امام زین العابدینؑ کی دُعاؤں کا مجموعہ اس کا بہترین نمونہ ہے۔ امیر المومنینؑ کے یہ جملات ایک خوبصورت تعبیر اور فصاحت و بلاغت کی انتہا ہیں۔ اتنا عمیق اور روح پرور کلام کہ انسان کا دل و جان نور معنویت سے لبریز ہو جاتا ہے اور سننے والے کو گویا اپنے ساتھ محوِ پرواز کر دیتا ہے اور ملکوتِ اعلیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ لغاتِ عرب کی باریکیاں اپنی جگہ مہم ہیں مگر معارف الہیہ کے اعتبار سے اس سے بلند کلمات نہیں ہو سکتے۔ [1]

---

[1] خلاصہ از پیام امام۔

امیر المومنین سید الموحّدینؑ راہ حق کے قافلے کے سالار ہیں۔ اس خطبہ میں صفاتِ پروردگار کے بیان سے معرفت کی راہیں روشن کیں۔ انسان کو خود انسان کی پہچان کرائی اور یہی پہچان خالق کی معرفت کا سب سے مہم اور بڑا ذریعہ ہے۔ علامہ اقبال نے ''انسان اور بزم قدرت'' کے عنوان سے بائیس اشعار کی ایک نظم لکھی ہے جو قدرت کی ان کرشمہ سازیوں اور انسان کی غفلت کی وضاحت اور انسان کو اپنے پہچاننے کی دعوت ہے۔ ''بانگ درا'' کی یہ نظم پیش خدمت ہیں۔

انسان اور بزم قدرت

تیری محفل میں کوئی سبز ، کوئی لال پری

ہے ترے خیمۂ گردوں کی طلائی جھالر — کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
رتبہ تیرا ہے بڑا، شان بڑی ہے تیری — صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا
بدلیاں لال سی آتی ہیں افق پر جو نظر — مئے گل رنگ خمِ شام میں تو نے ڈالی
پردۂ نور میں مستور ہے ہر شے تیری — زیرِ خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا

قدرت کے ان عجائب کو بیان کر کے انسان شکوہ کرتا ہے اور پھر اسے کائنات کی طرف سے جواب ملتا ہے:

میں بھی آباد ہوں، اس نور کی بستی میں مگر — نور سے دور ہوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں
میں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی — ہے ترے نور سے وابستہ مری بود و نبود
انجمنِ حسن کی ہے تو، تری تصویر ہوں میں — میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے
نورِ خورشید کی محتاج ہے ہستی میری — ہو نہ خورشید تو ویراں ہو گلستاں میرا
آہ،اے راز عیاں کے نہ سمجھنے والے! — ہائے غفلت کہ تری آنکھ سے پابندِ مجاز
جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیونکر؟ — کیوں سیہ روز، سیہ بخت، سیہ کار ہوں میں؟
بام گردوں سے وہ یا صحن زمیں سے آئی — باغباں ہے تری ہستی پئے گلزارِ وجود
عشق کا تو ہے صحیفہ، تری تفسیر ہوں میں — بار جو مجھ سے نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے
اور بے منت ِخورشید چمک ہے تیری — منزلِ عیش کی جا نام ہو زنداں میرا
حلقۂ دامِ تمنا میں الجھنے والے — ناز زیبا تھا تجھے،تو ہے مگر گرم نیاز

اس سوال و جواب کے اختتام پر اس نظم کا آخری شعر جو اقبالؒ کی خودی کا خلاصہ ہے اور امیر المؤمنینؑ کے اس جملے کی مکمل شرح ہے جہاں امامؑ نے فرمایا: ''هَلَكَ امْرُؤٌ لَّمْ يَعْرِفْ قَدْرَهُ''[1] ''جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے''

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے　　　　نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

(خطبہ: ۹۲)

عقل و فہم سے بالاتر

{فَتَبَارَكَ اللهُ الَّذِیْ لَا يَبْلُغُهٗ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَ لَا يَنَالُهٗ حَدْسُ الْفِطَنِ، اَلْاَوَّلُ الَّذِیْ لَا غَايَةَ لَهٗ فَيَنْتَهِیَ، وَ لَاۤ اٰخِرَ لَهٗ فَيَنْقَضِیَ}.

"بابرکت ہے وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اسے پا سکتی ہیں۔ وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کیلئے نہ کوئی نقطۂ ابتدا ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اس کا آخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہو جائے"۔

اس خطبہ کی ابتدا میں امامؑ نے چار اوصافِ الٰہی بیان فرمائے۔ تبارک اللہ یعنی سب اچھائیاں اور برکتیں اُس سے ہیں اور اُس کے خزانے میں ہیں اور وہ ذات صفات میں اس سے زیادہ بلند ہے کہ کسی اور کو اُس سے قیاس کیا جائے۔ یہاں بیان کردہ چاروں اوصاف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو کسی اعتبار سے بھی محدود نہیں کیا جا سکتا۔

(خطبہ: ۹۴)

اول و آخر

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ فَلَا شَیْءَ قَبْلَهٗ، وَالْاٰخِرِ فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ، وَ الظَّاهِرِ فَلَا شَیْءَ فَوْقَهٗ، وَ الْبَاطِنِ فَلَا شَیْءَ دُوْنَهٗ}.

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو اوّل ہے اور کوئی شے اس سے پہلے نہیں اور آخر ہے اور کوئی چیز

[1] نہج البلاغہ: حکمت ۱۴۹۔

اس کے بعد نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں اور باطن ہے اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں“۔

یہاں امامؑ نے چار اوصاف بیان فرمائے۔ اوّل و آخر ہونے میں کوئی حد نہیں اور ہر چیز سے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اُس کی قدرت کے جلوے ہر طرف نمایاں ہیں اور ہر شی سے زیادہ مخفی ہے کیونکہ اُس کی حقیقت کو پہچانا نہیں جا سکتا۔

(خطبہ:۹۷)

دین کی سلامتی کا سوال

{نَحْمَدُهُ عَلٰى مَا كَانَ، وَ نَسْتَعِيْنُهُ مِنْ اَمْرِنَا عَلٰى مَا يَكُوْنُ، وَ نَسْئَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْاَدْيَانِ، كَمَا نَسْئَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْاَبْدَانِ}.

”جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور جو ہوگا اس کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتے ہیں۔ جس طرح اس سے جسموں کی صحت کا سوال کرتے ہیں اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے طلبگار ہیں“۔

ان چار جملوں میں امامؑ نے اللہ سے اپنے تعلق کا اظہار فرمایا۔ پہلے جملے میں فرمایا جو ہو چکا اُس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ یعنی جو کچھ ہوا وہ اگر ہمیں پسند تھا تو اُس نعمت کی عطا پر حمد کرتے ہیں اور اگر ہماری پسند کے مطابق نہیں تھا، کوئی تلخ اور دردناک امر تھا تو بھی ہم اُس کی حمد کرتے ہیں۔ آپؑ کا یہ جملہ گویا رب کے فیصلوں پر رضا کا اعلان ہے۔ تیسرے اور چوتھے جملے میں امامؑ نے اللہ سے دو سوال کیے ہیں کہ جیسے بدن کی صحت کا سوال ہے اسی طرح دین کی سلامتی کا بھی سوال ہے۔ یہ ایک بہت بڑا تربیتی جملہ ہے جسم کی بیماری میں مختلف طبیب تلاش کئے جاتے ہیں اور نسخے استعمال ہوتے ہیں اسی طرح ایک تو دین کی بیماری کی طرف توجہ دلائی کہ وہاں بھی مرض لاحق ہو سکتی ہے اور ساتھ ہی اُس کے لیے طبیب کی تلاش کرنی چاہیے۔ علامہ تقی جعفری شرح نہج البلاغہ میں اس جملہ کے تحت لکھتے ہیں: ”کاش ایسی معرفت کی بھوک کا احساس ہو اور جتنے آنسو بھوک کے پیٹ کی وجہ سے بہاتے ہیں اُس کا ایک فیصد روح کی بھوک کے لیے بہاتے“۔ امامؑ اس دُعا کے ذریعہ اللہ سے دین کی صحت و عافیت طلب فرما کر اُس کی اہمیت بتا رہے ہیں۔

(خطبہ:۹۸)

حقوق کی ادئیگی میں مدد

{اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ النَّاشِرِ فِی الْخَلْقِ فَضْلَہٗ، وَ الْبَاسِطِ فِیْھِمْ بِالْجُوْدِ یَدَہٗ. نَحْمَدُہٗ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِہٖ، وَ نَسْتَعِیْنُہٗ عَلٰی رِعَایَةِ حُقُوْقِہٖ، وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ غَیْرُہٗ}.

"اس اللہ کیلئے حمد وثنا ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل پھیلائے ہوئے اور اپنا دست کرم بڑھائے ہوئے ہے۔ ہم تمام اُمور میں اس کی حمد کرتے ہیں اور اس کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھنے میں اس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔"

امامؑ نے ظاہری خلافت کے حصول پر تیسرے جمعہ میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ امامؑ نے پہلے دو جملوں میں اللہ کے فضل وجود کو بیان فرمایا اور تیسرے جملہ میں آپؑ نے اپنا مخصوص جملہ دُہرایا کہ ہم ہر حال میں اُس کی حمد کرتے ہیں یعنی نہ فقط نعمات وسلامتی پر حمد بلکہ بلا ومصیبت پر بھی اُس کی حمد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اُس کا دینا بھی حکمت کے تحت ہوتا ہے اور روک لینا بھی مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جو مصائب بھی ہم پر آتے ہیں وہ بھی یا آزمائش کے لئے آتے ہیں یا ہمارے گناہوں کے کفارہ کے طور پر یا ہمیں غفلت سے جگانے کے لئے۔ چوتھے جملے میں امامؑ نے متوجہ کیا کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی ایک مہم فریضہ ہے اِس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اللہ کی مدد ضروری ہے۔ یہ سارا کچھ اُس اللہ کی طرف سے تو ہم اُس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں۔

(خطبہ:۹۹)

حقیقی گواہی

{ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْاَوَّلِ قَبْلَ کُلِّ اَوَّلٍ وَ الْاٰخِرِ بَعْدَ کُلِّ اٰخِرٍ وَ بِاَوَّلِیَّتِہٖ وَجَبَ اَنْ لَا اَوَّلَ لَہٗ وَ بِاٰخِرِیَّتِہٖ وَجَبَ اَنْ لَآ اٰخِرَ لَہٗ، وَ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَھَادَةً یُّوَافِقُ فِیْھَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ وَ الْقَلْبُ اللِّسَانَ }.

”وہ ہر اوّل سے پہلے اوّل ہے اور ہر آخر کے بعد آخر ہے۔ اس کی اوّلیت کے سبب سے واجب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو اور اس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں“۔

اللہ سبحانہ کی اوّلیت و ابدیت کو امامؑ نے بار بار مختلف الفاظ میں دُہرایا جو اس صفت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اور اُس کی وحدانیت کی گواہی دے کر خصوصیت سے فرمایا کہ ایسی گواہی و شہادت جس میں ظاہر و باطن اور دل و زبان ایک ہوں۔ یہاں کلمہ ”لَاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کی حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ شہادت وہی سچی ہے جو مکمل طور پر وجودِ انسان کو گھیرے ہوئے ہو۔ کیوں کہ کبھی توحید کی گواہی زبان پر ہوتی ہے دل میں نہیں اور ظاہر میں ہوتی ہے باطن میں نہیں۔ یا زبان پر ہوتی ہے عمل میں نہیں، زبان پر ”لَاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ ہوتا ہے مگر عمل میں خواہشات کو معبود بنایا ہوا ہوتا ہے تو یہ سچی شہادت و گواہی نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

خِرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(خطبہ: ۱۰۴)

آسان شریعت

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَعَ الْاِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَآئِعَهٗ لِمَنْ وَرَدَهٗ، وَ اَعَزَّ اَرْكَانَهٗ عَلٰى مَنْ غَالَبَهٗ}۔

”تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا اور اس کے (سرچشمہ) ہدایت پر اترنے والوں کیلئے اس کے قوانین کو آسان کیا اور اس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں غلبہ و سرفرازی دی“۔

امامؑ نے یہاں شریعت اسلام کی کئی صفات بیان کیں اور شریعت اسلام کے لانے والے یعنی پیغمبر اکرمؐ کے اوصاف بیان کئے۔ اور اسلام کے ذریعہ ملنے والی فضیلتوں کو بیان فرمایا۔ ان سب کی ابتدا میں الحمد کہہ کر اللہ کی معرفت کرائی کہ یہ سب کچھ عطا کرنے والا لائقِ تعریف ہے۔ یعنی اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی تعریف حقیقت میں اللہ کی تعریف ہے۔

(خطبہ:۱۰٦)

مخلوقات سے مخلوقات پر عیاں

{اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُتَجَلِّیْ لِخَلْقِہٖ بِخَلْقِہٖ، وَ الظَّاھِرِ لِقُلُوْبِھِمْ بِحُجَّتِہٖ، خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَیْرِ رَوِیَّۃٍ، اِذْ کَانَتِ الرَّوِیَّاتُ لَا تَلِیْقُ اِلَّا بِذَوِی الضَّمَآئِرِ، وَ لَیْسَ بِذِیْ ضَمِیْرٍ فِیْ نَفْسِہٖ. خَرَقَ عِلْمُہٗ بَاطِنَ غَیْبِ السُّتُرَاتِ، وَ اَحَاطَ بِغُمُوْضِ عَقَآئِدِ السَّرِیْرَاتِ}.

''تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی حجت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے۔اس نے بغیر سوچ بچار میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا۔اس لئے کہ غور وفکر اس کے مناسب ہوا کرتی ہے جو دل و دماغ (جیسے اعضاء) رکھتا ہو اور وہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے۔اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تہ تک اترا ہوا ہے''۔

امامؑ نے یہاں مخلوق کے ذریعہ خالق کی معرفت کی طرف اشارہ کیا ہے۔یہ دلیل برہانِ نظم کہلاتی ہے۔قرآن مجید بار بار کلی طور پر خلقت کے ذریعہ خالق کی معرفت کراتا ہے اور کبھی مخصوص مخلوق کو دکھا کر جیسے آسمانوں کے ذریعہ، ستاروں، سیاروں اور کہکشاؤں کو دکھا کر، پرندوں کی خلقت میں عجائبات، حیوانوں کی خوبصورتی، پودوں کی خلقت کے اسرار، دریاؤں کی گہرائی کے راز بتا کر خالق کا پتا بتاتا ہے۔امامؑ کے الفاظ {لِخَلْقِہٖ بِخَلْقِہٖ} فصاحت و بلاغت کے عظیم الفاظ ہیں۔انسان اپنی ذات کی خلقت و پہچان سے اللہ کو پہچان سکتا ہے اور اپنے اردگرد موجود بیشمار مخلوق سے خالق کو پہچان سکتا ہے۔

{وَ الظَّاھِرِ لِقُلُوْبِھِمْ بِحُجَّتِہٖ} ''اور اپنی حجت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے''۔

اس جملے سے برہان فطرت کی طرف اشارہ ہے۔جب انسان اپنے قلب و روح کی طرف پلٹے گا اور غور وفکر کرے گا تو صدائے توحید و خُدا شناسی ہر گوشے سے سنائی دے گی۔یُوں فطرت توحید کی تجلیاں ظاہر کرے گی اور انسان کو خدا کی معرفت حاصل ہوگی۔البتہ یہ معرفت آنکھوں کے ذریعہ نہیں دلوں کے ذریعہ سے حاصل ہوگی۔دنیا میں ہر شے کسی نمونے کو مدنظر رکھ کر بنائی جاتی ہیں مگر اللہ کے کام ایسے نہیں۔حیرت انگیز مخلوق جو پہچانی جا چکی ہے یا

جن کا ہمیں ابھی تک علم نہیں ہے وہ اللہ نے نمونے اور غور و فکر سے نہیں بلکہ اپنے علم و قدرت سے بنائی۔ انسان کی بنائی ہوئی چیزیں تجربات اور علم کے بڑھنے سے بدلتی رہتی ہیں اور ان میں بہتری آتی رہتی ہے مگر اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق خود کامل ہے اس میں اگر مزید تکامل ہوتا ہے تو اُس کے اندر ابتدا ہی سے اللہ نے استعداد رکھ دی ہے۔ پھر اللہ کے علم کی وسعت کو بیان فرمایا اور یہ چیزیں معرفت اور عقیدے کی مضبوطی و بہتری کے لیے بہت اثر رکھتی ہیں اور وسعتِ علم الٰہی کی پہچان اخلاق و تربیت کو بہتر بناتی ہے۔

(خطبہ:۱۰۷)

ہر ضعیف کی قوت

{كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَّهٗ، وَكُلُّ شَيْءٍ قَآئِمٌ بِهٖ: غِنٰى كُلِّ فَقِيْرٍ، وَ عِزُّ كُلِّ ذَلِيْلٍ، وَ قُوَّةُ كُلِّ ضَعِيْفٍ، وَ مَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوْفٍ، مَنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نُطْقَهٗ، وَ مَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهٗ، وَ مَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهٗ، وَ مَنْ مَّاتَ فَاِلَيْهِ مُنْقَلَبُهٗ. لَمْ تَرَكَ الْعُيُوْنُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ، بَلْ كُنْتَ قَبْلَ الْوَاصِفِيْنَ مِنْ خَلْقِكَ}.

”ہر چیز اس کے سامنے عاجز و سرنگوں اور ہر شے اس کے سہارے وابستہ ہے۔ وہ ہر فقیر کا سرمایہ، ہر ذلیل کی آبرو، ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ گاہ ہے۔ جو کہے اس کی بات بھی وہ سنتا ہے اور جو چپ رہے اس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے۔ جو زندہ ہے اس کے رزق کا ذمہ اس پر ہے اور جو مر جائے اس کا پلٹنا اسی کی طرف ہے۔ (اے اللہ!) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں، بلکہ تُو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا“۔

قادرِ مطلق

{لَمْ تَخْلُقِ الْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ، وَ لَا اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ، وَ لَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَ لَا يُفْلِتُكَ مَنْ اَخَذْتَ، وَ لَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ، وَ لَا يَزِيْدُ فِيْ مُلْكِكَ مَنْ اَطَاعَكَ، وَ لَا يَرُدُّ اَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ قَضَآءَكَ، وَ لَا يَسْتَغْنِيْ عَنْكَ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ اَمْرِكَ. كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، وَ كُلُّ

غَيْبٍ عِنْدَكَ شَهَادَةٌ}.

"تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیش نظر ان سے اعمال کرائے۔ جسے تو گرفت میں لانا چاہے وہ تجھ سے آگے بڑھ کر جا نہیں سکتا اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا پھر وہ نکل نہیں سکتا۔ جو تیری مخالفت کرتا ہے ایسا نہیں کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ تیرے ملک (کی وسعتوں) کو بڑھا نہیں دیتا اور جو تیری قضا و قدر پر بگڑ اُٹھے وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا اور جو تیرے حکم سے منہ موڑ لے وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر چھپی ہوئی چیز تیرے لئے ظاہر اور ہر غیب تیرے سامنے بے نقاب ہے"۔

مرجعِ خلائق

{اَنْتَ الْاَبَدُ فَلَآ اَمَدَ لَكَ، وَ اَنْتَ الْمُنْتَهٰى فَلَا مَحِيْصَ عَنْكَ، وَ اَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجٰى مِنْكَ اِلَّآ اِلَيْكَ، بِيَدِكَ نَاصِيَةُ كُلِّ دَآبَّةٍ، وَ اِلَيْكَ مَصِيْرُ كُلِّ نَسَمَةٍ}.

"تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں اور تو ہی (سب کی) منزل منتہا ہے کہ جس سے کوئی گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں مگر تیری ہی ذات۔ ہر راہ چلنے والا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری طرف ہے"۔

{سُبْحَانَكَ مَآ اَعْظَمَ مَا نَرٰى مِنْ خَلْقِكَ! وَ مَآ اَصْغَرَ عِظَمَهٗ فِيْ جَنْبِ قُدْرَتِكَ! وَ مَآ اَهْوَلَ مَا نَرٰى مِنْ مَّلَكُوْتِكَ! وَ مَآ اَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيْمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ! وَ مَآ اَسْبَغَ نِعَمَكَ فِي الدُّنْيَا، وَ مَآ اَصْغَرَهَا فِيْ نِعَمِ الْاٰخِرَةِ!}.

"سبحان اللہ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں، کتنی عظیم الشان ہے اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی کم ہے اور یہ تیری بادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کتنی پر شکوہ ہے۔ لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے کتنی حقیر ہے اور دنیا میں یہ تیری نعمتیں کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں مگر آخرت کی نعمتوں کے سامنے وہ کتنی مختصر ہیں"۔

یہ خطبہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بہت بلند مقام پر ہے اسے خطبۃ الزہرا یعنی چمکتا ہوا خطبہ بھی کہتے

ہیں۔ ابن ابی الحدید اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّتَعَلَّمَ الْفَصَاحَۃَ وَالْبَلَاغَۃَ، وَ یَعْرِفَ فَضْلَ الْکَلَامِ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ، فَلْیَتَاَمَّلْ ھٰذِہِ الْخُطْبَۃَ؛ فَاِنَّ نِسْبَتَھَا اِلٰی کُلِّ فَصِیْحٍ مِّنَ الْکَلَامِ۔ عَدَا کَلَامِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ۔ نِسْبَۃُ الْکَوَاکِبِ الْمُنِیْرَۃِ الْفَلَکِیَّۃِ اِلَی الْحِجَارَۃِ الْمُظْلِمَۃِ الْاَرْضِیَّۃِ؛ ثُمَّ لِیَنْظُرِ النَّاظِرُ اِلٰی مَا عَلَیْھَا مِنَ الْبَھَاءِ، وَالْجَلَالَۃِ وَالرُّوَاءِ، وَالدِّیْبَاجَۃِ، وَمَا تُحْدِثُہٗ مِنَ الرَّوْعَۃِ وَالرَّھْبَۃِ، وَالْمَخَافَۃِ وَالْخَشْیَۃِ؛ حَتّٰی لَوْ تُلِیَتْ عَلٰی زِنْدِیْقٍ مُلْحِدٍ مُصَمِّمٍ عَلٰی اِعْتِقَادِ نَفْیِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ لَھَدَّتْ قُوَاہُ، وَ اَرْعَبَتْ قَلْبَہٗ، وَ اَضْعَفَتْ عَلٰی نَفْسِہٖ، وَ زَلْزَلَتْ اِعْتِقَادَہٗ؛ فَجَزَی اللّٰہُ قَائِلَھَا عَنِ الْاِسْلَامِ اَفْضَلَ مَا جَزٰی بِہٖ وَلِیًّا مِنْ اَوْلِیَائِہٖ! فَمَا اَبْلَغَ نُصْرَتَہٗ لَہٗ! تَارَۃً بِیَدِہٖ وَ سَیْفِہٖ، وَ تَارَۃً بِلِسَانِہٖ وَ نُطْقِہٖ، وَ تَارَۃً بِقَلْبِہٖ وَ فِکْرِہٖ! اِنْ قِیْلَ: جِھَادٌ وَ حَرْبٌ فَھُوَ سَیِّدُ الْمُوَحِّدِیْنَ وَالْمُحَارِبِیْنَ، وَ اِنْ قِیْلَ: وَعْظٌ وَ تَذْکِیْرٌ؛ فَھُوَ اَبْلَغُ الْوَاعِظِیْنَ وَالْمُذَکِّرِیْنَ، وَ اِنْ قِیْلَ: فِقْہٌ وَ تَفْسِیْرٌ فَھُوَ رَئِیْسُ الْفُقَھَاءِ وَالْمُفَسِّرِیْنَ، وَاِنْ قِیْلَ: عَدْلٌ وَ تَوْحِیْدٌ، فَھُوَ اِمَامُ اَھْلِ الْعَدْلِ وَالْمُوَحِّدِیْنَ: لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِی وَاحِدٍ۔[1]

''جو شخص فصاحت و بلاغت کو سیکھنا چاہتا ہے اور ایک کلام کی دوسرے پر فضیلت کو جانا چاہتا ہے اُسے اِس خطبہ میں غور کرنا چاہیے۔ اللہ اور رسول اللہؐ کے کلام کے علاوہ ہر فصیح کلام سے اِس کی نسبت ایسے ہے جیسے آسمان کے چمکتے ہوئے ستاروں کو زمین کے تاریک پتھروں سے ہے۔ پھر دیکھنے والا دیکھے کہ اِس کلام میں کتنا حسن، عظمت، سیرابی اور خوبصورتی ہے۔ اور اِس خطبہ سے کتنا رُعب و دبدبہ اور خوف و ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اِس خطبہ کو اگر ایسے بے دین و ملحد کے سامنے پڑھا جائے جو مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے والے اور قیامت میں اُنہیں پیش کرنے کی نفی پر مضبوط عقیدہ رکھتا ہو تو اس کی طاقت بلبلانے لگے گی، دل خوف زدہ ہوگا خود میں کمزوری اور عقیدے میں بھونچال محسوس کرے گا۔ خدا اس کے کہنے والے کو اسلام کے طرف سے وہ

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۷ ص ۲۰۲۔

بہترین جزا دے جو وہ اولیا کو دیتا ہے۔ اسلام کے لیے اُس کی مدد کتنی عظیم تھی کبھی ہاتھ سے، تو کبھی تلوار سے، کبھی زبان تو کبھی بیان سے، کبھی دل سے تو کبھی فکر سے۔ اگر جنگ و جہاد کے لحاظ سے کہا جائے تو وہ مجاہدوں اور جنگجوؤں کا سردار اور اگر وعظ و نصیحت کے اعتبار سے کہا جائے تو وہ سب سے بڑا بلیغ واعظ اور یاددہانی کرانے والا ہے۔ اگر فقہ و تفسیر کو سامنے رکھا جائے تو وہ فقہا اور مفسرین کا رئیس ہے اور اگر عدل و توحید کی بات کی جائے تو وہ اہل عدل و انصاف اور موحّدین کا امامؑ ہے۔ اللہ کے لیے یہ ناممکن نہیں کہ پورے جہان کو ایک میں جمع کر دے"۔

{كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَهُ} ۔"ہر چیز اس کے سامنے عاجز و سرنگوں ہے"۔ یہاں پہلے دس جملوں میں اوصافِ الٰہی بیان فرمائے۔ خشوع یعنی مکمل طور پر اللہ کے قانونِ حاکمیت کے سامنے تسلیم ہونا۔ ملہوف کی پناہ گاہ۔ یعنی انسان سے کچھ کھو گیا یا ظلم ہوا تو اُس میں اپنی اتنی طاقت نہیں کہ سب کچھ کو حاصل کر سکے یا خود کو سب سے محفوظ رکھ سکے ایسی صورت میں جس ذاتِ گرامی کی طرف رجوع کرتا ہے اور استغاثہ کی صدا بلند کرتا ہے اور اپنی مشکلات کے حل کے لئے مدد چاہتا ہے وہ اللہ کی ذات ہے کوئی جانے یا نہ جانے، کوئی مانے یا نہ مانے، کوئی نام لے سکے یا نہ لے، ہر ایک کے لیے جائے پناہ ہے۔ صحراؤں میں چوپاؤں کی صداؤں کو بھی وہی سنتا ہے۔ ان اوصاف پر اگر یقین کر لیا جائے تو انسان کی اصلاح اور سکون کے لیے کافی ہے۔

{لَمْ تَرَكَ الْعُيُوْنُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ} "آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں"۔ یہاں نو اوصافِ الٰہی بیان فرمائے۔ اور انسان پر خالق کی حکومت اور انسان کی بے بسی کا تذکرہ فرمایا ہے اور اللہ کے علم کی طرف اشارہ کیا۔ ہر جملہ اُس کی عظمت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اکثر شارحین نے ہر ایک جملہ کے ضمن میں کئی کئی آیات کو بطور شاہد پیش کیا ہے۔ انسان کا علم جتنا بڑھتا ہے اور مخلوق کی باریکیوں کی جتنی باریکیاں اُس کے لیے واضح ہوتی ہیں اللہ کی عظمت اتنی واضح ہوتی ہے۔ کائنات ایک عظیم کتابخانے کی مانند ہے۔ جس میں اربوں کتابیں موجود ہیں۔ زمین بھی اس کائنات کی ایک کتاب کا ایک صفحہ ہے اور آج مختلف ستاروں کا انکشاف اِس کی نشاندہی کرتا ہے جس کی طرف امامؑ نے ان جملوں میں اشارہ فرمایا کہ جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔ اُس کے سامنے یہ زمین اور نظر نہ آنے والی دوسری مخلوق کتنی کم اور حقیر ہے۔ امامؑ پہلے چند جملوں میں اللہ کے لیے غائب کے صیغے استعمال کر رہے تھے {لَمْ تَرَكَ الْعُيُوْنُ} سے مخاطب کے صیغے شروع کیے۔ ابن ابی الحدید اِس خطبہ کی شرح میں امامؑ کی فصاحت و بلاغت کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غائب کے انداز سے بات کرتے ہوئے مخاطب کے طور پر گفتگو یا مخاطب

سے غائب کی طرف منتقل ہو جانا علم بیان میں بہت عظیم باب ہے اور جب متکلم کی توجہ بڑھتی ہے تو یہ منتقلی ہوتی ہے۔ جیسے سورہ الحمد میں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ان آیات میں غائب کے طور پر گفتگو ہے اور پھر خطاب کا انداز آ گیا۔ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾۔[1]

{ اَنْتَ الْاَبَدُ فَلَآ اَمَدَ لَكَ } ''تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں''۔ ان جملات میں امامؑ نے اللہ سبحانہ کے لامحدود ہونے کو بیان فرمایا۔ ابن ابی الحدید اس جملے کی تفصیلی شرح میں لکھتے ہیں: هٰذَا كَلَامٌ عَلَوِيٌّ شَرِيْفٌ، لَا يَفْهَمُهٗ اِلَّا الرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ، وَ فِيْهِ سِمَةٌ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ۔ ''یہ بہت بلند اور شریف کلام ہے اسے راسخون فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں اور اس میں فرمان نبیؐ کی خوشبو آتی ہے''۔

اس خطبہ کے پہلے حصہ کا ایک ایک جملہ معرفتِ پروردگار کا ایک ایک باب ہیں۔ ان جملات کی نہایت دقیق اور مفصل شرح علامہ خوئی نے لکھی ہے تفصیل کے لئے اُن کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

اوصافِ ملائکہ

{مِنْ مَّلٰٓئِكَةٍ اَسْكَنْتَهُمْ سَمٰوَاتِكَ، وَ رَفَعْتَهُمْ عَنْ اَرْضِكَ، هُمْ اَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَ اَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَ اَقْرَبُهُمْ مِّنْكَ. لَمْ يَسْكُنُوا الْاَصْلَابَ، وَ لَمْ يُضَمَّنُوا الْاَرْحَامَ، وَ لَمْ يُخْلَقُوْا ﴿مِنْ مَّآءٍ مَهِيْنٍ﴾، وَ لَمْ يَتَشَعَّبْهُمْ رَيْبُ الْمَنُوْنِ، وَ اِنَّهُمْ عَلٰى مَكَانِهِمْ مِنْكَ، وَ مَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَ اسْتِجْمَاعِ اَهْوَآئِهِمْ فِيْكَ، وَكَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَ قِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ اَمْرِكَ، لَوْ عَايَنُوْا كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوْا اَعْمَالَهُمْ، وَ لَزَرَوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ، وَ لَعَرَفُوْٓا اَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوْكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، وَ لَمْ يُطِيْعُوْكَ حَقَّ طَاعَتِكَ}.

''تو نے فرشتوں کو آسمانوں میں بسایا اور انہیں زمین کی سطح سے بلند رکھا۔ وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں۔ نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے، نہ شکموں میں رکھے گئے، نہ ذلیل پانی (نطفہ) سے ان کی پیدائش ہوئی اور نہ زمانہ کے حوادث نے انہیں منتشر کیا۔ وہ تیرے قرب

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۱۹۶۔

میں اپنے مقام ومنزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام میں عدم غفلت کے باوجود اگر تیرے رازہائے قدرت کی اس تہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے، تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے اور یہ جان لیں گے کہ انہوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور نہ کماحقہ تیری اطاعت کی ہے"۔

تسبیح پروردگار

{سُبْحَانَكَ خَالِقًا وَّ مَعْبُوْدًا! بِحُسْنِ بَلَآئِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ. خَلَقْتَ دَارًا وَّ جَعَلْتَ فِيْهَا مَأْدُبَةً: مَشْرَبًا وَّ مَطْعَمًا، وَ اَزْوَاجًا وَّ خَدَمًا، وَ قُصُوْرًا وَّ اَنْهَارًا، وَ زُرُوْعًا وَّ ثِمَارًا}.

"میں خالق ومعبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تیرے اس بہترین سلوک کی بنا پر جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے۔ تو نے ایک ایسا گھر (جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کیلئے کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل، نہریں، کھیت اور پھل مہیا کئے ہیں"۔

{هُمْ اَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ} ''وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں''۔ خطبہ کے اِس حصہ میں امامؑ نے ملائکہ کی تفصیل بیان فرمائی یہاں یہ فرمانا کہ وہ سب مخلوق سے زیادہ معرفت رکھتے ہیں اس صفت میں انبیاء و آئمہ مستثنٰی ہیں۔ اس معرفت کے اثرات ملائکہ میں نظر آتے ہیں جس میں سے پہلی صفت اور پہلا اثر امامؑ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں۔ اس حصہ کے آخری جملات میں امامؑ نے تسبیحِ پروردگار کو دُہرایا اور یہ بھی بیان کیا کہ تیری تسبیح تیرے احسان کی وجہ سے کرتا ہوں اور پھر جنت کے مناظر کو امامؑ نے پیش کیا۔

(خطبہ:۱۰۸)

توسل کے ذرائع

{وَ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ فَاِنَّهَا الْفِطْرَةُ}.

''اور کلمہ توحید کہ وہ فطرت کی آواز ہے''۔

امامؑ نے اس خطبہ کی ابتدا میں اللہ سبحانہ سے توسل کی راہوں کو بیان کیا ان میں سے ایک کلمہ اخلاص کو قرار دیا۔ کلمہ اخلاص یعنی ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا اس انداز سے اقرار کہ واقعاً اللہ کی ذات ہی سے عبودیت والوہیت کو مخصوص جانا جائے۔ اس کلمہ کے اخلاص کی نشانی کے طور پر امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

{مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ اِخْلَاصُهٗ بِهَا اَنْ حَجَزَهٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَمَّا حَرَمَ اللّٰہُ}۔

''جس نے اخلاص سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا وہ جنت میں جائے گا۔ اور اخلاص یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ اُسے اُن چیزوں سے روک لے جو اللہ نے حرام قرار دیں''۔

(خطبہ:۱۱۰)

اوصاف الٰہی ممکن نہیں

{كَيْفَ يَصِفُ اِلٰهَهٗ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوْقٍ مِّثْلِهٖ؟!}۔

''جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی کچھ نہ بیان کر سکے، وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے''۔

اس مختصر سے خطبہ میں امامؑ نے ملک الموت اور اس کے روح قبض کرنے کی کیفیت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔ ملک الموت گھر میں کیسے آتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی روح کو کیسے قبض کرتا ہے۔ گویا قبضِ روح کی حقیقت سے انسان ناآشنا ہے اور آخری جملہ میں امامؑ فرماتے ہیں کہ ملک الموت بھی انسان کی طرح ایک مخلوق خدا ہے اور جب انسان ایک مخلوق کو مکمل طور پر نہیں پہچان سکتا تو حقیقتِ خالق کو کیسے پہچانے گا۔ دنیا میں ہزاروں مخلوقات ایسی ہیں کہ انسان علم کی اتنی وسعت کے باوجود ابھی تک اُنہیں نہیں پہچانتا۔ اسی طرح روح کی حقیقت کیا ہے؟ بدن کے ساتھ اُس کا رابطہ کیسا ہے؟ بدن سے جدا کیسے ہوتا ہے؟ بدن سے جدائی کے بعد کہاں جاتا ہے؟ اِس جیسی سینکڑوں مخلوقات اور اُن کے بارے میں سینکڑوں سوالات کے جوابات انسان کے پاس نہیں ہیں۔ امامؑ یہاں فرماتے ہیں جب انسان کو مخلوق کی مکمل پہچان نہیں تو خالق کو کیسے پہچان سکتا ہے۔ اِس لئے اللہ کی ذات وصفات کا فقط اجمالی علم کافی ہے اُس کے بارے میں تفصیل ممکن نہیں۔

(خطبہ:۱۱۲)

غموں پر بھی حمد

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ، وَ النِّعَمَ بِالشُّكْرِ، نَحْمَدُهٗ عَلٰى اٰلَآئِهٖ كَمَا نَحْمَدُهٗ عَلٰى بَلَآئِهٖ، وَ نَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى هٰذِهِ النُّفُوْسِ الْبِطَآءِ عَمَّآ اُمِرَتْ بِهٖ، السِّرَاعِ اِلٰى مَا نُهِيَتْ عَنْهُ، وَ نَسْتَغْفِرُهٗ مِمَّآ اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُهٗ، وَ اَحْصَاهُ كِتَابُهٗ، عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ، وَ كِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ، وَ نُؤْمِنُ بِهٖ اِيْمَانَ مَنْ عَايَنَ الْغُيُوْبَ وَ وَقَفَ عَلَى الْمَوْعُوْدِ، اِيْمَانًا نَّفٰى اِخْلَاصُهُ الشِّرْكَ، وَيَقِيْنُهُ الشَّكَّ}.

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نعمتوں کا سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں پر اسی طرح حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائشوں پر ثنا وشکر بجالاتے ہیں اور ان نفسوں کے خلاف اس سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام کے بجالانے میں سست قدم اور ممنوع چیزوں کی طرف بڑھنے میں تیز گام ہیں۔ اور (ان گناہوں سے) مغفرت چاہتے ہیں کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامۂ اعمال حاوی ہے۔ نہ علم کوئی کمی کرنے والا ہے اور نہ نامۂ اعمال کسی چیز کو چھوڑنے والا ہے۔ ہم اس شخص کے مانند اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب کی چیزوں کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔ ایسا ایمان کہ جس کے خلوص نے شرک کو اور یقین نے شک کو دور پھینک دیا ہو"۔

شہادتین میزانِ عمل

{وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ الْقَوْلَ، وَ تَرْفَعَانِ الْعَمَلَ، لَا يَخِفُّ مِيْزَانٌ تُوْضَعَانِ فِيْهِ، وَ لَا يَثْقُلُ مِيْزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ}.

"اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ کہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اونچا اور (نیک) اعمال کو بلند کرتی ہیں۔ جس ترازو میں انہیں رکھ دیا جائے گا اس کا پلہ ہلکا نہیں ہوگا اور جس میزان سے انہیں الگ کر لیا جائے گا اس کا پلہ بھاری نہیں ہوسکتا"۔

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے حمد و ثنائے پروردگار کے بارے میں مہم نکات بیان فرمائے اور واضح فرمایا کہ حمد نعمات کے حصول کا ذریعہ ہے اور نعمت شکر گزاری کا سبب بنتی ہے۔ حمد کے ساتھ نفوس کی خودسری کے مقابلے کے لئے اللہ سے مدد و استعانت طلب کی۔ علم الٰہی کا تذکرہ فرمایا اور پھر شہادتین کا ذکر کر کے اُن کی اہمیت اور اُس کے وزن کا تذکرہ کیا۔

(خطبہ: ۱۱۳)

چوپائیوں کا خدا

{اَللّٰھُمَّ قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا، وَ اغْبَرَّتْ اَرْضُنَا، وَ ھَامَتْ دَوَابُّنَا، وَ تَحَیَّرَتْ فِیْ مَرَابِضِھَا، وَ عَجَّتْ عَجِیْجَ الثَّکَالٰی عَلٰٓی اَوْلَادِھَا، وَ مَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِیْ مَرَاتِعِھَا، وَ الْحَنِیْنَ اِلٰی مَوَارِدِھَا. اَللّٰھُمَّ فَارْحَمْ اَنِیْنَ الْاٰنَّۃِ، وَ حَنِیْنَ الْحَانَّۃِ}.

"بارالہا! (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اُڑ رہی ہے، ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپالوں میں بوکھلائے ہوئے پھرتے ہیں اور اس طرح چلّا رہے ہیں جس طرح رونے والیاں اپنے بچوں پر بین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے سے عاجز آ گئے ہیں"۔

{اَللّٰھُمَّ فَارْحَمْ حَیْرَتَھَا فِیْ مَذَاھِبِھَا، وَ اَنِیْنَھَا فِیْ مَوَالِجِھَا، اَللّٰھُمَّ خَرَجْنَا اِلَیْكَ حِیْنَ اعْتَکَرَتْ عَلَیْنَا حَدَابِیْرُ السِّنِیْنَ، وَ اَخْلَفَتْنَا مَخَآئِلُ الْجُوْدِ، فَکُنْتَ الرَّجَآءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَ الْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ}.

"پروردگارا! ان چیخنے والی بکریوں اور ان شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے اونٹوں پر رحم کر۔ خدایا! تو راستوں میں ان کی پریشانی اور گھروں میں ان کی چیخ و پکار پر ترس کھا۔ بار

خدایا! جب کہ قحط سالی کے لاغر اور نڈھال اونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور بظاہر برسنے والی گھٹائیں آ آ کے بن برسے گزر گئیں تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ تو ہی دکھ درد کے ماروں کی آس ہے اور تو ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے"۔

طلب باراں کی دعا

{نَدْعُوكَ حِينَ قَنَطَ الْأَنَامُ، وَ مُنِعَ الْغَمَامُ، وَ هَلَكَ السَّوَامُ، أَنْ لَّا تُؤَاخِذَنَا بِأَعْمَالِنَا، وَ لَا تَأْخُذَنَا بِذُنُوبِنَا، وَ انْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبَعِقِ، وَ الرَّبِيعِ الْمُغْدِقِ، وَ النَّبَاتِ الْمُونِقِ، سَحًّا وَّابِلًا تُحْيِيْ بِهِ مَا قَدْ مَاتَ، وَ تَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ فَاتَ}.

"جب کہ لوگ بے آس ہو گئے اور بادلوں کا اٹھنا بند ہو گیا اور مویشی بے جان ہو گئے تو ہم تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں) نہ دھر لے۔ اے اللہ! تو دھواں دھار بارشوں والے ابر اور چھاجوں پانی برسانے والی برکھا رُت اور نظروں میں کھب جانے والے ہریاول سے اپنے دامانِ رحمت کو ہم پر پھیلا دے۔ وہ موسلا دھار اور لگاتار اس طرح برسیں کہ ان سے مَری ہوئی چیزوں کو تو زندہ کر دے اور گزری ہوئی بہاروں کو پلٹا دے"۔

{اَللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ مُحْيِيَةً مُّرْوِيَةً، تَامَّةً عَامَّةً، طَيِّبَةً مُّبَارَكَةً، هَنِيْئَةً مَرِيْعَةً، زَاكِيًا نَّبْتُهَا، ثَامِرًا فَرْعُهَا، نَاضِرًا وَّرَقُهَا، تَنْعَشُ بِهَا الضَّعِيْفَ مِنْ عِبَادِكَ، وَ تُحْيِيْ بِهَا الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ}.

"خدایا! ایسی سیرابی ہو کہ جو (مردہ زمینوں کو) زندہ کرنے والی، سیراب بنانے والی اور بھرپور برسنے والی اور سب جگہ پھیل جانے والی اور پاکیزہ و بابرکت اور خوشگوار و شاداب ہو، جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں، شاخیں بارآور اور پتے ہرے بھرے ہو جائیں اور جس سے تو اپنے عاجز و زمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اوپر اٹھائے اور اپنے مردہ شہروں کو زندگی بخش دے"۔

{اَللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا، وَ تَجْرِيْ بِهَا وِهَادُنَا، وَ يُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا، وَ تُقْبِلُ بِهَا ثِمَارُنَا، وَ تَعِيْشُ بِهَا مَوَاشِيْنَا، وَ

تَنْدٰى بِهَا اَقَاصِيْنَا، وَ تَسْتَعِيْنُ بِهَا ضَوَاحِيْنَا، مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ، وَ عَطَايَاكَ الْجَزِيْلَةِ، عَلٰى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ وَ وَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ﴾.

"اے اللہ! ایسی سیرابی کہ جس سے ہمارے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں اور ندی نالے بہہ نکلیں اور آس پاس کے اطراف سرسبز و شاداب ہو جائیں اور پھل نکل آئیں اور چوپائے جی اٹھیں اور دور کی زمینیں بھی تر بتر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی اس سے مدد پا سکیں۔ اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں سے جو تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھلے پھرنے والے حیوانوں پر ہیں"۔

﴿وَ اَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَآءً مُّخْضِلَةً، مِدْرَارًا هَاطِلَةً، يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ، وَ يَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ، غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَ لَا جَهَامٍ عَارِضُهَا، وَ لَا قَزَعٍ رَّبَابُهَا، وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتّٰى يُخْصِبَ لِاِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُوْنَ، وَ يَحْيَا بِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُوْنَ، فَاِنَّكَ تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا، وَ تَنْشُرُ رَحْمَتَكَ، وَ اَنْتَ ﴿الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾﴾.

"ہم پر ایسی بارش ہو جو پانی سے شرابور کر دینے والی اور موسلا دھار اور لگاتار برسنے والی ہو۔ اس طرح کہ بارشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بوندیں بوندوں کو تیزی سے دھکیلیں (کہ تار بندھ جائے)، اس کی بجلی دھوکہ دینے والی نہ ہو اور نہ اُفق پر چھا جانے والی گھٹا پانی سے خالی ہو اور نہ سفید ابر کے ٹکڑے بکھرے بکھرے سے ہوں اور نہ صرف ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں والی بوندا باندی ہو کر رہ جائے، (یوں برسا) کہ قحط کے مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کی سختیاں جھیلنے والے اس کی برکتوں سے جی اٹھیں اور تو ہی وہ ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے اور تو ہی والی و وارث اور (اچھی) صفتوں والا ہے"۔

یہ خطبہ حقیقت میں بارش کی طلب کے موقع پر خشک سالی کی مشکلوں کے بیان سے شروع فرمایا۔ اور پھر اللہ سے اُن مشکلوں کے حل کے لئے مدد طلب کی۔ اور پھر ''اَللّٰھُمَّ'' سے دُعاؤں کا ایک سلسلہ شروع کیا جو انسان کا تعلق رب سے جوڑ دیتا ہے اور اُمید کی راہیں روشن کر دیتا ہے۔ نہ فقط انسان بلکہ حیوانات پر بھی اللہ کے رحم کو بیان

کیا۔ دل پر اثر کرنے والی تعبیرات سے دلوں کو مانگنے پر آمادہ کیا اور انسانوں کے علاوہ چوپایوں پر رحم کرنے والے سے سوال کا طریقہ بتایا۔ پھر فصاحت و بلاغت کے بلند معیار الفاظ میں بارش کی صورت میں رب کی رحمت کے انتیس اوصاف بیان کیے۔ برسنے والی بارش کے اتنا اوصاف ہیں تو اُس برسانے والے کے کتنے اوصاف ہوں گے۔ اُس کی قدرت کے بارے خبر دی اور اُس قادر سے مانگنے کا طریقہ بتایا۔

(خطبہ:۱۲۶)

اللہ مصدر علم غیب

{یآ اَخَا کَلْبٍ! لَیْسَ ھُوَ بِعِلْمِ غَیْبٍ، وَ اِنَّمَا ھُوَ تَعَلُّمٌ مِّنْ ذِیْ عِلْمٍ، وَ اِنَّمَا عِلْمُ الْغَیْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَ مَا عَدَّدَهُ اللهُ سُبْحَانَهٗ بِقَوْلِهٖ: ﴿اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...﴾الْاٰيَةَ، فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهٗ مَا فِی الْاَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى، وَ قَبِيْحٍ اَوْ جَمِيْلٍ، وَ سَخِیٍّ اَوْ بَخِيْلٍ، وَ شَقِیٍّ اَوْ سَعِيْدٍ، وَ مَنْ يَّكُوْنُ فِی النَّارِ حَطَبًا، اَوْ فِی الْجِنَانِ لِلنَّبِيّٖنَ مُرَافِقًا. فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِیْ لَا يَعْلَمُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اللهُ، وَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللهُ نَبِيَّهٗ بِهٖ فَعَلَّمَنِيْهِ، وَدَعَا لِیْ بِاَنْ يَّعِيَهٗ صَدْرِیْ، وَتَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِیْ}.

"اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں، بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہ نے ﴿اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ...﴾ والی آیت میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے، نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا اور میرے لئے دُعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں"۔

اس خطبہ کے اِس حصہ میں امامؑ نے اللہ، رسول اللہؐ اور اپنے علم کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ علم الٰہی کی تفصیل بیان کی اور یہ کہ علم غیب کی حقیقت کیا ہے۔ اور واضح فرمایا کہ علم غیب ذاتی طور پر اللہ ہی جانتا ہے۔

(خطبہ:۱۲۷)

اطاعتِ پروردگار

{ هَيۡهَاتَ! لَا يُخۡدَعُ اللهُ عَنۡ جَنَّتِهٖ، وَ لَا تُنَالُ مَرۡضَاتُهٗ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ } .

"ارے توبہ! اللہ کو دھوکا دے کر اس سے جنت نہیں لی جاسکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اس کی رضامندیاں حاصل نہیں ہوسکتیں"۔

ان جملات میں امامؑ نے بندے اور رب کے تعلق اور اس کے معیار کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ سے تعلق کی جزا جنت ہے اور وہ عمل سے ملے گی فقط زبانی دعوؤں سے نہیں ملتی۔ جنت سے بھی بڑھ کر اللہ کے ہاں جو اجر ہے وہ اللہ کی رضا کے حصول کا ہے۔ امام نے واضح فرمایا کہ اللہ کی رضا کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اللہ کی اطاعت ہے۔

(خطبہ:۱۲۸)

اللہ سے امید

{ يَآ اَبَا ذَرٍّ! اِنَّكَ غَضِبۡتَ لِلّٰهِ، فَارۡجُ مَنۡ غَضِبۡتَ لَهٗ } .

"اے ابوذر! تم اللہ کیلئے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اسی سے امید بھی رکھو"۔

امامؑ نے اس مختصر خطبے میں ایک موحّد اور معرفتِ الٰہی سے آشنا فرد حضرت ابوذر غفاریؓ سے کلام کیا ہے۔ حقیقت میں عقیدہ توحید کی پختگی اور معرفت پروردگار کے اثر کو بیان کیا ہے۔ پہلے دو جملوں میں واضح فرمایا کہ حقیقی موحّد کا ہر کام اللہ کی ذات کے لئے ہوتا ہے۔ اُس کا کسی سے غصہ ہوتا ہے تو اللہ کے لیے اور کسی سے راضی ہوتا ہے تو اللہ کے لیے اور اُس کی امید ہوتی ہے تو بھی فقط اللہ سے۔ اور اسی خطبہ کے آخر میں فرمایا۔

{وَ لَوۡ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرَضِيۡنَ كَانَتَا عَلٰى عَبۡدٍ رَتۡقًا، ثُمَّ اتَّقَى اللهَ، لَجَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنۡهُمَا مَخۡرَجًا!} .

"اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کیلئے زمین

وآسمان کی راہیں کھول دے گا''۔

اس جملے میں امیدوں کے چراغوں کو منور کر دیا اور مایوسیوں کے بادلوں کو آسمانِ روح سے دور کر دیا اور ابوذرؓ کو مخاطب ہو کر قیامت تک کے ہر موحّد کے لئے معلّمِ توحید علیؑ نے قرآنی درس دُہرایا۔﴿وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجاً وَ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسۡبُہٗ﴾[1]''اور جو اللہ سے ڈرتا رہے اللہ اُس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہ سکتا ہو''۔

(خطبہ:۱۳۰)

ہر حال میں حمد خدا

{نَحۡمَدُہٗ عَلٰی مَاۤ اَخَذَ وَ اَعۡطٰی، وَ عَلٰی مَاۤ اَبۡلٰی وَ ابۡتَلٰی،اَلۡبَاطِنُ لِکُلِّ خَفِیَّۃٍ، اَلۡحَاضِرُ لِکُلِّ سَرِیۡرَۃٍ، اَلۡعَالِمُ بِمَا تُکِنُّ الصُّدُوۡرُ،وَ مَا تَخُوۡنُ الۡعُیُوۡنُ. وَ نَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ غَیۡرُہٗ}.

"وہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن آزمائشوں میں ڈالے (سب پر) ہم اس کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ وہ ہر چھپی ہوئی چیز کی گہرائیوں سے آگاہ اور ہر پوشیدہ شے پر حاضر وناظر ہے۔ وہ سینوں میں چھپی ہوئی چیزوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کا جاننے والا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں"۔

امامؑ نے پہلے دو جملات میں اپنے مخصوص انداز میں حمد کو بیان فرمایا۔ اللہ کی حمد وثنا پہلے اس پر ادا کرتے ہیں جو کچھ وہ لے اور پھر اس پر جو دے۔ اللہ کی عطا پر تو بیدار ضمیر افراد حمد وثنا کرتے رہتے ہیں مگر امامؑ یہ کہہ کر کہ جو کچھ لے اُس پر حمد کرتے ہیں، واضح فرمایا کہ اُس کی طرف سے دی ہوئی چیز لے لینا بھی ایک نعمت اور قابل حمد چیز ہے۔ چونکہ کبھی اُس کی عطاؤں کی فراوانی غرور وتکبر اور دینے والے کو بھلا دینے کا سبب بن جاتی ہے۔ جب وہ لیتا ہے تو انسان بیدار ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی لے لینے پر حمد اللہ کے فیصلوں کے سامنے مکمل طور پر تسلیم کی نشانی ہے اور رضا کی

[1] الطلاق ۲۔

دلیل ہے۔اور اللہ کی طرف سے آزمائش و امتحان پر حمد صبر کی دلیل ہے۔ یہ اندازِ حمد و ثنا اور تسلیم و رضا اس گھرانے کی دُعاؤں اور عمل میں نظر آئے گی۔

امام سجاد علیہ السلام صحیفہ سجادیہ کی دُعا پندرہ میں، جب کسی بیماری یا کرب واذیت میں مبتلا ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے:

{ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا لَمْ اَزَلْ اَتَصَرَّفُ فِیهِ مِنْ سَلَامَةِ بَدَنِیْ، وَ لَکَ الْحَمْدُ عَلَی مَآ اَحْدَثْتَ بِیْ مِنْ عِلَّةٍ فِیْ جَسَدِیْ۔ فَمَآ أَدْرِیْ، یَآ اِلٰھِیْ،!اَیُّ الْحَالَیْنِ اَحَقُّ بِالشُّکْرِ لَکَ، ؟وَاَیُّ الْوَقْتَیْنِ اَوْلٰی بِالْحَمْدِ لَکَ؟: اَ وَقْتُ الصِّحَّةِ الَّتِیْ ھَنَّاْتَنِیْ فِیْھَا طَیِّبَاتِ رِزْقِکَ، وَ نَشَّطْتَّنِیْ بِھَاالِابْتِغَآءِ مَرْضَاتِکَ وَ فَضْلِکَ، وَ قَوَّیْتَنِیْ مَعَھَا عَلٰی مَا وَفَّقْتَنِیْ لَهٗ مِنْ طَاعَتِکَ اَمْ وَقْتُ الْعِلَّةِ الَّتِیْ مَحَّصْتَنِیْ بِھَا، وَ النِّعَمِ الَّتِیْ اَتْحَفْتَنِیْ بِھَا، تَخْفِیْفًا لِّمَا ثَقُلَ بِهٖ عَلٰی ظَھْرِیْ مِنَ الْخَطِیْئَاتِ، وَ تَطْھِیْرًا لِّمَا انْغَمَسْتُ فِیهِ مِنَ السَّیِّئَاتِ، وَ تَنْبِیْھًالِتَنَاوُلِ التَّوْبَةِ، وَ تَذْکِیْرًا لِّمَحْوِ الْحَوْبَةِ بِقَدِیْمِ النِّعْمَةِ وَ فِیْ خِلَالِ ذٰلِکَ مَا کَتَبَ لِیَ الْکَاتِبَانِ مِنْ زَکِیِّ الْاَعْمَالِ، مَا لَا قَلْبٌ فَکَّرَ فِیْهِ، وَ لَا لِسَانٌ نَطَقَ بِهٖ، وَ لَا جَارِحَةٌ تَکَلَّفَتْهُ، بَلْ اِفْضَالًا مِّنْکَ عَلَیَّ، وَ اِحْسَانًا مِّنْ صَنِیْعِکَ اِلَیَّ }۔

''اے معبود! تیرے ہی لئے حمد وسپاس ہے اس صحت وسلامتی بدن پر جس میں ہمیشہ زندگی بسر کرتا رہا، اور تیرے ہی لئے حمد وسپاس ہے اس مرض پر جو اَب میرے جسم میں تیرے حکم سے رونما ہوا ہے۔

اے معبود! مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں حالتوں میں سے کونسی حالت پر تو شکریہ کا زیادہ مستحق ہے اور ان دونوں وقتوں میں سے کون سا وقت تیری حمد وستائش کے زیادہ لائق ہے۔ آیا صحت کے لمحے جن میں تو نے اپنی پاکیزہ روزی کو میرے لئے خوشگوار بنایا، اور اپنی رضا وخوشنودی اور فضل واحسان کے طلب کی اُمنگ میرے دل میں پیدا کی، اور اس کے ساتھ اپنی اطاعت کی توفیق دے کر اس سے عہدہ برآ ہونے کی قوت بخشی۔ یا یہ بیماری کا زمانہ، جس کے ذریعے میرے گناہوں کو دور کیا، اور نعمتوں کے تحفے عطا فرمائے، تا کہ ان گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دے

جو میری پیٹھ کو گراں بار بنائے ہوئے ہیں، اوران برائیوں سے پاک کر دے جن میں ڈوبا ہوا ہوں، اورتوبہ کرنے پر متنبہ کر دے، اور گزشتہ نعمت (تندرستی) کی یاد دہانی سے (کفرانِ نعمت کے) گناہ کو محو کر دے، اوراس بیماری کے اثنا میں کاتبانِ اعمال میرے لئے وہ پاکیزہ اعمال بھی لکھتے رہے جن کا نہ دل میں تصور ہوا تھا نہ زبان پر آئے تھے اور نہ کسی عضو نے اس کی تکلیف گوارا کی تھی۔ یہ صرف تیرا تفضّل واحسان تھا جو مجھ پر ہوا''۔

علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے صحیفہ کاملہ کی اس دُعا کے حاشیہ میں مرض کے فوائد بیان کئے وہ ابتدا میں لکھتے ہیں۔

''غریبی، امیری، دُکھ، آرام اور بیماری وصحت وہ لوازمِ حیات ہیں جن سے زندگی کے لمحات کبھی خالی نہیں رہتے۔ کبھی نکبت واخلاص ہے تو کبھی ثروت واقبال، کبھی رنج والم ہے تو کبھی عیش و آرام، کبھی مرض کی جانکاہی ہے تو کبھی صحت کی کیف افزائی۔ اگرچہ یہ دومختلف کیفیتیں اور الگ الگ حالتیں ہیں جن کے تاثرات بھی جدا جدا ہیں، اسی طرح کے صحت ورفاہیت سے شکریہ کے اور بیماری وکلفت سے شکوہ شکایت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، مگر جس کے آب و گل میں رضائے الٰہی کا عنصر شامل ہو وہ ہر حالت میں یکساں شکر گزار رہتا ہے اور کسی وقت اپنی زبان کو شکوہ شکایت سے آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ جب بستر بیماری پر بےقراری کی کروٹیں بے چین کرتی اور کرب واذیت کی ٹیسیں سکون وقرار چھین لیتی ہیں اس کی زبان پر صبر وشکر اور حمد وثناہی کا ترانہ گونجتا ہے، کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ صحت ہو یا مرض دونوں شکر وستائش کے قابل ہیں۔

بےشک صحت ایک گراں مایہ دولت ہے جس کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ اُسے ہی ہوسکتا ہے جو اسے ہاتھ سے کھو چکا ہو لیکن اتنا تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ صحت ہی کے خوشگوار احساس کا نتیجہ ہے انسان چاق و چوبند اور آمادہ عمل نظر آتا ہے اور جو شخص جرأت، حوصلہ، احساسِ خودداری اور ولولہ سب اسی کا کرشمہ ہیں۔ اسی سے کسبِ معیشت اور عبادت واطاعت کی سرگرمی وابستہ ہے اور اسی کی بدولت دنیا کی لذتوں سے حظ اندوز ہوا جاتا ہے مگر مرض بھی اپنے نتائج واثرات کے لحاظ سے فائدوں سے خالی نہیں ہے''۔

(خطبہ:۱۳۱)

عظمتِ الٰہی

{وَ انْقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةُ بِأَزِمَّتِهَا، وَ قَذَفَتْ إِلَيْهِ السَّمٰوَاتُ وَ الْاَرَضُوْنَ مَقَالِيْدَهَا، وَ سَجَدَتْ لَهُ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ الْاَشْجَارُ النَّاضِرَةُ، وَ قَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا النِّيْرَانَ الْمُضِيْئَةَ، وَ اٰتَتْ اُكُلَهَا بِكَلِمَاتِهِ الثِّمَارُ الْيَانِعَةُ}.

”دنیا وآخرت اپنی باگ ڈور اللہ کو سونپے ہوئے اس کے زیرِ فرمان ہے اور آسمان وزمین نے اپنی کنجیاں اس کے آگے ڈال دی ہیں اور تر وتازہ وشاداب درخت صبح وشام اس کے آگے سر بسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی آگ (کے شعلے) بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم سے (پھل پھول کر) پکے ہوئے میووں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں“۔

اس خطبہ کے پہلے پانچ جملات میں امامؑ نے اللہ کے سامنے کائنات کے تسلیم ہونے کو بیان فرمایا ہے اور کائنات کی ہر شی کی تسبیح اور سجدوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ تمام مفاہیم آیاتِ قرآن میں موجود ہیں اور امیر المومنینؑ گویا ان کی وضاحت وتفسیر پیش کر رہے ہیں۔ مخلوق کے سجدوں اور تسبیح کا اور تسلیم کا بار بار ذکر یہ بتاتا ہے کہ خالق کو اپنی مخلوق کی یہ چیزیں بہت پسند ہیں۔ زمین وآسمان اپنے خزانے رب کے حوالے کئے ہوئے ہیں اور درخت صبح و شام سر بسجود ہیں اگر انسان معرفت کے مراحل طے کرے تو یقیناً ایک مقام پر اِن تسبیحات کو سن سکتا ہے۔ سینکڑوں قسم کے پھلوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اگر ذہن میں رہے کہ یہ سب کچھ اس کے حکم سے اور اس کی طرف سے ہے تو بغیر مانگنے والے کی طرف دل جھکے گا اور امام علیہ السلام کا اس بیان سے یہی مقصود ہے۔ انسان اگر پھلوں ہی میں غور وفکر کرے کہ ایک ہی شے کے پھل ہیں، ایک ہی پانی اور ایک ہی جگہ پر ہیں لیکن پھلوں کے ذائقے الگ یہ اُس کی قدرت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ سرسبز درختوں کا ہر پتہ معرفتِ پروردگار کا پتا بتاتا ہے اور تسبیحِ خالق سناتا ہے۔ اگر انسان بھی دل کو زنگ سے پاک کر لے تو اُس کے دِل سے بھی بانگ توحید سنائی دے گی۔

(خطبہ:۱۴۱)

جہان خدمت گزار انسان

{اَلَا وَ اِنَّ الْاَرْضَ الَّتِیْ تَحْمِلُکُمْ ، وَ السَّمَآءَ الَّتِیْ تُظِلُّکُمْ ، مُطِیْعَتَانِ لِرَبِّکُمْ ، وَ مَآ اَصْبَحَتَا تَجُوْدَانِ لَکُمْ بِبَرَکَتِھِمَا تَوَجُّعًا لَّکُمْ ، وَ لَا زُلْفَۃً اِلَیْکُمْ ، وَ لَا لِخَیْرٍ تَرْجُوَانِہٖ مِنْکُمْ ، وَ لٰکِنْ اُمِرَتَا بِمَنَافِعِکُمْ فَاَطَاعَتَا ، وَ اُقِیْمَتَا عَلٰی حُدُوْدِ مَصَالِحِکُمْ فَقَامَتَا}۔

"دیکھو یہ زمین جو تمہیں اٹھائے ہوئے ہے اور یہ آسمان جو تم پر سایہ گستر ہے، دونوں تمہارے پروردگار کے زیر فرمان ہیں۔ یہ اپنی برکتوں سے اس لئے تمہیں مالا مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے، یا تمہارا تقرب چاہتے ہیں، یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں، بلکہ یہ تو تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجالاتے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کی حدوں پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

بندوں کی آزمائش

{اِنَّ اللہَ یَبْتَلِیْ عِبَادَہٗ عِنْدَ الْاَعْمَالِ السَّیِّئَۃِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ ، وَ حَبْسِ الْبَرَکَاتِ ، وَ اِغْلَاقِ خَزَآئِنِ الْخَیْرَاتِ ، لِیَتُوْبَ تَآئِبٌ ، وَ یُقْلِعَ مُقْلِعٌ ، وَ یَتَذَکَّرَ مُتَذَکِّرٌ ، وَ یَزْدَجِرَ مُزْدَجِرٌ}۔

"(البتہ) اللہ سبحانہ بندوں کو ان کی بداعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند کر دینے سے آزماتا ہے، تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کرے، (انکار و سرکشی سے) باز آنے والا باز آجائے، نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا نصیحت و بصیرت حاصل کرے اور گناہوں سے رنے والا رک جائے"۔

رزق اترنے کا سبب

{ وَ قَدْ جَعَلَ اللہُ سُبْحَانَہُ الْاِسْتِغْفَارَ سَبَبًا لِّدُرُوْرِ الرِّزْقِ وَ رَحْمَۃِ

الْخَلْقِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ﴾. فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهُ، وَ اسْتَقَالَ خَطِيْٓئَتَهُ، وَ بَادَرَ مَنِيَّتَهُ! }.

"اللہ سبحانہ نے توبہ واستغفار کو روزی کے اترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ: ''اپنے پروردگار سے توبہ واستغفار کرو، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہی تم پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے اور مال واولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے''۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور موت سے پہلے نیک اعمال کرلے"۔

امامؑ کا یہ کلام بارش کی طلب کے لئے ہے۔ اس سے پہلے خطبہ ۱۱۳ بھی طلبِ باران کے لئے تھا۔ خطبہ کے اس حصہ میں اللہ کی رحمت ولطف کا تذکرہ کیا اور ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ اگر وہ برکتوں اور انعامات کو روکتا ہے تو یہ بھی ایک امتحان ہوتا ہے۔ اور اگر کسی سے کوتاہی ہوگئی تو اُسے بھی استغفار کے ذریعے واپس آنے کی دعوت دیتا ہے اور توبہ کے دروازے کھلے رکھنے کا اعلان کیا ہے۔ ان جملات سے روحِ انسان کو بیدار کیا اور رب سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ زمین وآسمان گویا انسان کی خدمت کے لیے ہیں۔ زمین اللہ کا بچھایا ہوا دسترخوان ہے اللہ بُلاتا ہے کہ آ میرے دسترخوان سے استفادہ کر۔

طلب باران

{اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَرَجْنَآ اِلَيْكَ مِنْ تَحْتِ الْاَسْتَارِ وَ الْاَكْنَانِ، وَ بَعْدَ عَجِيْجِ الْبَهَآئِمِ وَ الْوِلْدَانِ، رَاغِبِيْنَ فِيْ رَحْمَتِكَ، وَ رَاجِيْنَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ، وَخَآئِفِيْنَ مِنْ عَذَابِكَ وَنِقْمَتِكَ }.

"بارالہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہوئے اور نعمتوں کی فراوانی چاہتے ہوئے اور تیرے عذاب وغضب سے ڈرتے ہوئے ہم پردوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں، اس وقت جبکہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور بچے چلا رہے ہیں''۔

{اَللّٰهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ، وَ لَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ، وَ لَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِيْنَ، وَ لَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ }.

''خدایا! ہمیں بارش سے سیراب کردے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک سالی سے ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ بے وقوفوں کے کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے، اے رحم کرنیوالوں میں بہت رحم کرنے والے''۔

{اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَرَجْنَآ اِلَيْكَ نَشْكُوْٓ اِلَيْكَ مَا لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ، حِيْنَ اَلْجَاَتْنَا الْمَضَآئِقُ الْوَعْرَةُ، وَ اَجَآءَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ، وَ اَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ، وَ تَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعَبَةُ}۔

''خدایا! جب ہمیں سخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کر دیا اور قحط سالیوں نے بے بس بنا دیا اور شدید حاجتمندیوں نے لاچار بنا ڈالا اور منہ زور فتنوں کا ہم پر تانتا بندھ گیا، تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں، گلہ لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں''۔

{اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ لَّا تَرُدَّنَا خَآئِبِيْنَ، وَ لَا تَقْلِبْنَا وَاجِمِيْنَ، وَ لَا تُخَاطِبْنَا بِذُنُوْبِنَا، وَ لَا تُقَايِسْنَا بِاَعْمَالِنَا}۔

''اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور نہ اس طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں اور ہمارے گناہوں کی بنا پر ہم سے (عتاب آمیز) خطاب نہ کر اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر''۔

{اَللّٰهُمَّ انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ وَ بَرَكَتَكَ، وَ رِزْقَكَ وَ رَحْمَتَكَ، وَ اسْقِنَا سُقْيًا نَّافِعَةً مُّرْوِيَةً مُّعْشِبَةً، تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ، وَ تُحْيِيْ بِهَا مَا قَدْ مَاتَ، نَافِعَةَ الْحَيَا، كَثِيْرَةَ الْمُجْتَنٰى، تُرْوِيْ بِهَا الْقِيْعَانَ، وَ تُسِيْلُ الْبُطْنَانَ، وَ تَسْتَوْرِقُ الْاَشْجَارَ، وَ تُرْخِصُ الْاَسْعَارَ، اِنَّكَ عَلٰى مَا تَشَآءُ قَدِيْرٌ}۔

''خداوندا! تو ہم پر باران و برکت اور رزق و رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب کرنے والی اور گھاس پات اُگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گزری ہوئی (کھیتیوں میں پھر سے) روئیدگی لے آئے اور مردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے۔ وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی تر و تازگی (سر تا سر) فائدہ مند اور چنے ہوئے پھلوں کے

انبار لئے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار سے سرسبز کر دے اور نرخوں کو سستا کر دے۔ بلاشبہ تو جو چاہے اس پر قادر ہے"۔

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے بارش کی طلب کے لئے رب کریم سے دُعا مانگنا شروع کی۔ پہلا جملہ دُعا کا یہ فرمایا کہ ہم تیری طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں یعنی باقی سب تعلقات اور سہارے ختم کر کے تیری طرف آئے ہیں۔ پھر اپنی بے بسی کو ایک ایک کر کے گنوا رہے ہیں۔

(خطبہ:۱۴۵)

بعثتِ نبیؐ کا مقصد

{فَبَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهٗ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اِلٰى عِبَادَتِهٖ، وَ مِنْ طَاعَةِ الشَّيْطٰنِ اِلٰى طَاعَتِهٖ، بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَيَّنَهٗ وَ اَحْكَمَهٗ، لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَهِلُوْهُ، وَلِيُقِرُّوْا بِهٖ بَعْدَ اِذْ جَحَدُوْهُ، وَلِيُثْبِتُوْهُ بَعْدَ اِذْ اَنْكَرُوْهُ. فَتَجَلّٰى سُبْحَانَهٗ لَهُمْ فِيْ كِتَابِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا رَاَوْهُ، بِمَآ اَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهٖ، وَ خَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهٖ، وَ كَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَّحَقَ بِالْمَثُلَاتِ، وَ احْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ!}.

"اللہ سبحانہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں، تا کہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔ اللہ ان کے سامنے بغیر اس کے کہ اسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے کہ جو اس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنہیں اسے مٹانا تھا انہیں کس طرح اس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور جنہیں تہس نہس کرنا تھا انہیں کیونکر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا"۔

اس خطبہ میں امامؑ نے اللہ کے احسانات کا خاص کر پیغمبر اکرمؐ کی بعثت اور قرآن مجید کے نزول کا ذکر فرمایا۔ نبی

اکرمؐ کو بھیجا تا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے غیر سے رہا کرا کر اللہ کی طرف لے آئیں اور اس کے لئے قرآن جیسی کتاب دے کر بھیجا تا کہ بندے اللہ کو جان لیں۔ یہاں امامؑ نے معرفت کا ایک بہت بڑا ذریعہ قرآن کو قرار دیا اور بہت عظیم جملہ ارشاد فرمایا: {فَتَجَلّٰى سُبْحَانَهٗ لَهُمْ فِيْ كِتَابِهٖ{ ''اللہ سبحانہ ان کے لیے اپنی کتاب میں جلوگر ہوا''۔ یہ جملہ قرآن کی توحید کی ابحاث و آیات کی طرف اشارہ ہے۔ اگر اِن آیات میں انسان غور کرے تو اللہ پر اُس سے بھی زیادہ یقین ہوتا ہے جو آنکھوں دیکھی چیزوں پر ہوتا ہے۔

عظمتِ خدا کا اقرار

اِس خطبہ کے آخری حصہ میں عظمت خدا کے بارے میں فرمایا:

{وَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ عَرَفَ عَظَمَةَ اللّٰهِ اَنْ يَّتَعَظَّمَ. فَاِنَّ رِفْعَةَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا عَظَمَتُهٗ اَنْ يَّتَوَاضَعُوْا لَهٗ. وَ سَلَامَةَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا قُدْرَتُهٗ اَنْ يَّسْتَسْلِمُوْا لَهٗ}.

''جو اللہ کی عظمت و جلالت کو پہچان لے اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت کی نمائش کرے، چونکہ جو اس کی عظمت کو پہچان چکے ہیں ان کی رفعت و بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے جھک جائیں اور جو اِس کی قدرت کو جان چکے ہیں ان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں''۔

(خطبہ: ۱۴۷)

دین کے دو ستون

{اَمَّا وَصِيَّتِيْ: فَاللّٰهُ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَا تُضَيِّعُوْا سُنَّتَهٗ، اَقِيْمُوْا هٰذَيْنِ الْعَمُوْدَيْنِ، وَ اَوْقِدُوْا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ}.

''تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو''۔

اس معلّم توحید نے زخمی حالت اور زندگی کے آخری اوقات میں بطور وصیت بھی درسِ توحید دُہرائے۔ توحید اور سنتِ رسول کو دو ستون اور دو چراغ قرار دیا۔

(خطبہ:۱۵۰)

مخلوق سے خالق کی پہچان

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلٰى وُجُوْدِهٖ بِخَلْقِهٖ، وَ بِمُحْدَثِ خَلْقِهٖ عَلٰۤى اَزَلِيَّتِهٖ، وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰۤى اَنْ لَّا شَبَهَ لَهٗ. لَا تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ، وَ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، لِافْتِرَاقِ الصَّانِعِ وَ الْمَصْنُوْعِ، وَ الْحَادِّ وَ الْمَحْدُوْدِ، وَ الرَّبِّ وَ الْمَرْبُوْبِ}.

"تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے کہ جو خلق (کائنات سے) اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی ہونے کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے۔ نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ چونکہ بنانے والے اور بننے والے، گھیرنے والے اور گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے"۔

{اَلْاَحَدِ لَا بِتَاْوِيْلِ عَدَدٍ، وَالْخَالِقِ لَا بِمَعْنٰى حَرَكَةٍ وَّ نَصَبٍ، وَ السَّمِيْعِ لَا بِاَدَاةٍ، وَ الْبَصِيْرِ لَا بِتَفْرِيْقِ اٰلَةٍ، وَ الشَّاهِدِ لَا بِمُمَاسَّةٍ، وَ الْبَآئِنِ لَا بِتَرَاخِيْ مَسَافَةٍ، وَ الظَّاهِرِ لَا بِرُؤْيَةٍ، وَ الْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَةٍ}.

"وہ ایک ہے لیکن نہ ویسا کہ جو شمار میں آئے، وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن نہ اس معنی سے کہ اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا ہے لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے لیکن نہ اس طرح کہ آنکھیں پھیلائے، وہ حاضر ہے لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جا سکے، وہ جدا ہے نہ اس طرح کہ بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتاً پوشیدہ ہے نہ لطافت جسمانی کی بنا پر"۔

{بَانَ مِنَ الْاَشْيَآءِ بِالْقَهْرِ لَهَا، وَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَ بَانَتِ الْاَشْيَآءُ مِنْهُ بِالْخُضُوْعِ لَهٗ، وَ الرُّجُوْعِ اِلَيْهِ۔ مَنْ وَّصَفَهٗ فَقَدْ حَدَّهٗ، وَ مَنْ حَدَّهٗ فَقَدْ عَدَّهٗ، وَ مَنْ عَدَّهٗ فَقَدْ اَبْطَلَ اَزَلَهٗ، وَ مَنْ قَالَ: "كَيْفَ" فَقَدِ اسْتَوْصَفَهٗ، وَ

مَنْ قَالَ: ''اَیْنَ'' فَقَدْ حَیَّزَہٗ}.

”وہ سب چیزوں سے اس لئے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اوران پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اِس لئے اُس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی طرف پلٹنے والی ہیں۔جس نے (ذات کے علاوہ) اس کیلئے صفات تجویز کئے اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ ''کیسا'' ہے وہ اس کیلئے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈ ھنے لگا اور جس نے یہ کہا کہ وہ ''کہاں'' ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا“۔

{ عَالِمٌ اِذْ لَا مَعْلُوْمٌ، وَرَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوْبٌ، وَقَادِرٌ اِذْ لَا مَقْدُوْرٌ}.

”وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس وقت بھی ربّ تھا جب کہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جب کہ یہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔“

معرفتِ پروردگار کی بنیادیں

اس خطبہ میں صفاتِ خدا کے ایسے دقیق نکات ارشاد فرمائے کہ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ ایسے نکات کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گے اور اس اندازِ بیان سے فلاسفہ وحکماء اور متکلمین وعرفاء عاجز ہیں۔معرفتِ پروردگار جیسے بنیادی موضوع کے لیے اٹھارہ اوصافِ الٰہی ارشاد فرمائے۔ پہلا جملہ ہی اتنا مہم ہے کہ گویا معرفت کا ایک مکمل باب ہے۔فرمایا:''مخلوق سے اپنے وجود کا پتا بتاتا ہے'' مخلوق کے عجائبات کو دیکھا جائے زمین وآسمان اور انسان وحیوان کی خلقت کی شگفتگیوں میں غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ کوئی قادر وحکیم اور مدبّر وعلیم اس کا خالق ہے اور اُس کی مخلوق کے نظم کو دیکھا جائے تو خداشناسی کی دلیلیں واضح ملیں گی۔

یہاں علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے نہایت عمدہ حاشیہ لکھا ہے جسے درج کیا جارہا ہے: اس خطبہ کا پہلا جز علم الٰہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال فرماتے ہوئے اس کی ازلیت وعینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرک کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر مؤثر کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں

میں یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی چھونے والا ہے جس کا اظہار وہ آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم کون ومکاں کا نظم ونسق کسی خالق ومنتظم کے بغیر مانا جا سکتا ہے؟۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اسے موجود بالذات ہونا چاہیے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتدا ہے اس کیلئے ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے کہ جس تک وہ منتہی ہو۔تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہوگا تو پھر اس موجد کیلئے سوال ہوگا کہ وہ از خود ہے یا کسی کا بنایا ہوا اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کیلئے علۃ العلل ہو، عقل علت ومعلول کے نا متناہی سلسلوں میں بھٹک کر سلسلہ موجودات کی آخری کڑی کا تصور بھی نہ کر سکے گی اور تسلسل کے چکر میں پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہ ہوگا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ معدوم ہوگا یا موجود، اگر معدوم ہوگا تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہوگا تو اسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے، لہٰذا اسے ایسا موجود ماننا پڑے گا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی محتاج ہو اور یہی احتیاج کائنات اس سرچشمہ وجود کے ازلی اور ہمیشہ سے برقرار ہونے کی شاہد ہے۔

اور اس کے علاوہ چونکہ ہر چیز تغیر پذیر ہے، محل ومکان کی محتاج ہے اور عوارض وصفات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے اور مشابہت کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے، اس لئے کوئی چیز اس کی مثل ونظیر نہیں ہوسکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے منزہ ومبرا ہے جو جسم وجسمانیات میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ نہ وہ جسم ہے، نہ رنگ ہے، نہ شکل ہے، نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل ومکان میں محدود ہے۔اس لئے انسان اپنے حواس ومشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک ومشاہدہ نہیں کر سکتا، کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو زمان ومکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جا سکتا ہے اس کیلئے جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت ومکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں ہے کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آر پار ہو جاتی ہیں اور آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا، بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے۔ البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔

وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے، لیکن آلات سماعت وبصارت کا محتاج نہیں، کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کیلئے

اعضاء کا محتاج ہوگا تو اس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کی دست نگر ہوگی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی، حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس کا کوئی کمال اس کی ذات سے الگ نہیں، کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذات ہوگی اور کچھ صفتیں اور اس ذات وصفات کے مجموعہ کا نام ہوگا ''خدا'' اور جو چیز اجزا سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں اجزا کی محتاج ہوتی ہے اور ان اجزا کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہیے۔ تو جب اجزا اس پر مقدم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکر ہوسکتا ہے، جبکہ اس کا وجود اجزا سے متاخر ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت بھی علم وقدرت وربوبیت لئے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی، کیونکہ اسکی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی، بلکہ جو صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے وہی صفت ہے۔ اس لئے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہولے تو پھر وہ جانے، کیونکہ اس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اس کی قدرت کیلئے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے، کیونکہ قادر اسے کہتے ہیں جو ترک وفعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو اور اس کیلئے مقدور کا ہونا ضروری نہیں اور یونہی ربّ کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود ہونے کے بعد مالک ہے اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے اور چاہے اسے وجود بخش دے۔

(خطبہ: ۱۵۳)

حقیقتِ معرفت

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی انْحَسَرَتِ الْاَوْصَافُ عَنْ کُنْهِ مَعْرِفَتِهٖ، وَ رَدَعَتْ عَظَمَتُهُ الْعُقُوْلَ، فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغًا اِلٰى بُلُوْغِ غَایَةِ مَلَکُوْتِهٖ}۔

''تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی معرفت کی حقیقت ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اس کی عظمت وبلندی نے عقلوں کو روک دیا ہے، جس سے وہ اس کی سرحد فرمانروائی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں''۔

{هُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ، اَحَقُّ وَاَبْیَنُ مِمَّا تَرَى الْعُیُوْنُ، لَمْ تَبْلُغْهُ الْعُقُوْلُ بِتَحْدِیْدٍ فَیَکُوْنَ مُشَبَّهًا، وَ لَمْ تَقَعْ عَلَیْهِ الْاَوْهَامُ بِتَقْدِیْرٍ فَیَکُوْنَ مُمَثَّلًا}۔

"وہ اللہ اقتدار کا مالک ہے اور (سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ ان چیزوں سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکارا ہے کہ جنہیں آنکھیں دیکھتی ہیں۔ عقلیں اس کی حد بندی کر کے اس تک نہیں پہنچ سکتیں کہ وہ دوسروں سے مشابہ ہو جائے اور نہ وہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز کے مانند ہو جائے"۔

{خَلَقَ الْخَلْقَ عَلٰى غَيْرِ تَمْثِيْلٍ، وَ لَا مَشُوْرَةِ مُشِيْرٍ، وَ لَا مَعُوْنَةِ مُعِيْنٍ، فَتَمَّ خَلْقُهٗ بِاَمْرِهٖ، وَ اَذْعَنَ لِطَاعَتِهٖ، فَاَجَابَ وَ لَمْ يُدَافِعْ، وَ انْقَادَ وَ لَمْ يُنَازِعْ}.

"اس نے بغیر کسی نمونہ و مثال کے اور بغیر کسی مشیر کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی معاون کی امداد کے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس کے حکم سے مخلوق اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اس کی اطاعت کیلئے جھک گئی اور بلا توقف لبیک کہی اور بغیر کسی نزاع و مزاحمت کے اس کی مطیع ہو گئی"۔

چمگادڑ سے دلیل خالق

{وَ مِنْ لَّطَآئِفِ صَنْعَتِهٖ، وَ عَجَآئِبِ خِلْقَتِهٖ، مَآ اَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ الْحِكْمَةِ فِيْ هٰذِهِ الْخَفَافِيْشِ الَّتِيْ يَقْبِضُهَا الضِّيَآءُ الْبَاسِطُ لِكُلِّ شَيْءٍ، وَ يَبْسُطُهَا الظَّلَامُ الْقَابِضُ لِكُلِّ حَيٍّ، وَ كَيْفَ عَشِيَتْ اَعْيُنُهَا عَنْ اَنْ تَسْتَمِدَّ مِنَ الشَّمْسِ الْمُضِيْٓئَةِ نُوْرًا تَهْتَدِيْ بِهٖ فِيْ مَذَاهِبِهَا، وَ تَتَّصِلُ بِعَلَانِيَةِ بُرْهَانِ الشَّمْسِ اِلٰى مَعَارِفِهَا}.

"اس کی صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی عجیب و غریب کار فرمائیوں میں کیا کیا گہری حکمتیں ہیں کہ جو اس نے ہمیں چمگادڑوں کے اندر دکھائی ہیں کہ جن کی آنکھوں کو (دن کا) اُجالا سکیڑ دیتا ہے، حالانکہ وہ تمام آنکھوں میں روشنی پھیلانے والا ہے اور اندھیرا اُن کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے، حالانکہ وہ ہر زندہ شے کی آنکھوں پر نقاب ڈالنے والا ہے اور کیونکر چمکتے ہوئے سورج میں ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں کہ وہ اس کی نور پاش شعاعوں سے مدد لے کر اپنے راستوں پر آجا سکیں اور نورِ آفتاب کے پھیلاؤ میں اپنی جانی پہچانی ہوئی چیزوں تک پہنچ سکیں"۔

{وَ رَدَعَهَا بِتَلَاْلُؤِ ضِيَآئِهَا عَنِ الْمُضِيِّ فِيْ سُبُحَاتِ اِشْرَاقِهَا، وَ اَكَنَّهَا فِيْ

مَكَامِنِهَا عَنِ الذَّهَابِ فِيْ بَلَجِ ائْتِلَاقِهَا. فَهِيَ مُسْدَلَةُ الْجُفُوْنِ بِالنَّهَارِ عَلٰى حِدَاقِهَا، وَ جَاعِلَةُ اللَّيْلِ سِرَاجًا تَسْتَدِلُّ بِهٖ فِي الْتِمَاسِ اَرْزَاقِهَا، فَلَا يَرُدُّ اَبْصَارَهَاۤ اِسْدَافُ ظُلْمَتِهٖ. وَ لَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِيِّ فِيْهِ لِغَسَقِ دُجُنَّتِهٖ. فَاِذَاۤ اَلْقَتِ الشَّمْسُ قِنَاعَهَا، وَ بَدَتْ اَوْضَاحُ نَهَارِهَا، وَ دَخَلَ مِنْ اِشْرَاقِ نُوْرِهَا عَلَى الضِّبَابِ فِيْ وِجَارِهَا، اَطْبَقَتِ الْاَجْفَانَ عَلٰى مَاٰقِيْهَا، وَ تَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْهُ مِنَ الْمَعَاشِ فِيْ ظُلَمِ لَيَالِيْهَا}.

”اس نے تو اپنی ضو پاشیوں کی تابش سے انہیں نور کی تجلّیوں میں بڑھنے سے روک دیا ہے اوران کے پوشیدہ ٹھکانوں میں انہیں چھپادیا ہے کہ وہ اس کی روشنی کے اجالوں میں آسکیں۔ دن کے وقت تو وہ اس طرح ہوتی ہیں کہ ان کی پلکیں جھلک کر آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور تاریکی شب کو اپنا چراغ بنا کر رزق کے ڈھونڈنے میں اس سے مدد لیتی ہیں۔ رات کی تاریکیاں ان کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اس کی گھٹا ٹوپ اندھیاریاں راہ پیمائیوں سے باز رکھتی ہیں۔مگر جب آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہےاور دن کے اجالے ابھرآتے ہیں اورسورج کی کرنیں سوسمار کے سوراخ کے اندر تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ اپنی پلکوں کوآنکھوں پر جھکا لیتی ہیں اوررات کی تیرگیوں میں جومعاش حاصل کی ہےاسی پر اپناوقت پورا کرلیتی ہیں“۔

{فَسُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا نَهَارًا وَّ مَعَاشًا، وَ النَّهَارَ سَكَنًا وَّ قَرَارًا،وَ جَعَلَ لَهَاۤ اَجْنِحَةً مِّنْ لَّحْمِهَا تَعْرُجُ بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلَى الطَّيَرَانِ،كَاَنَّهَا شَظَايَا الْاٰذَانِ، غَيْرَ ذَوَاتِ رِيْشٍ وَّ لَا قَصَبٍ، اِلَّاۤ اَنَّكَ تَرٰى مَوَاضِعَ الْعُرُوْقِ بَيِّنَةً اَعْلَامًا.لَهَا جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا،وَ لَمْ يَغْلُظَا فَيَثْقُلَا. تَطِيْرُ وَ وَلَدُهَا لَاصِقٌ بِهَا لَاجِئٌ اِلَيْهَا، يَقَعُ اِذَا وَقَعَتْ، وَ يَرْتَفِعُ اِذَا ارْتَفَعَتْ، لَا يُفَارِقُهَا حَتّٰى تَشْتَدَّ اَرْكَانُهٗ، وَ يَحْمِلَهٗ لِلنُّهُوْضِ جَنَاحُهٗ، وَ يَعْرِفَ مَذَاهِبَ عَيْشِهٖ، وَ مَصَالِحَ نَفْسِهٖ. فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ!}.

"سبحان اللہ! کہ جس نے رات ان کے کسبِ معاش کیلئے اور دن آرام وسکون کیلئے بنایا ہے اور ان کے گوشت ہی سے ان کے پر بنائے ہیں اور جب اُڑنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہی پروں سے اونچی ہوتی ہیں۔ گویا کہ وہ کانوں کی لویں ہیں کہ نہ ان میں پر و بال ہیں اور نہ کریاں، مگر تم ان کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے نشان ظاہر ہیں اور اس میں دو پر سے لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہوجائیں (کہ اڑا نہ جاسکے)۔ وہ اڑتی ہیں تو بچے ان سے چمٹے رہتے ہیں اور ان کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں اور جب وہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہوجاتے ہیں اور اس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک ان کے اعضاء میں مضبوطی نہ آجائے اور بلند ہونے کیلئے ان کے پَر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہوجائیں۔ وہ اپنی زندگی کی راہوں اور اپنی مصلحتوں کو پہچانتے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو، ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے"۔

نہج البلاغہ میں توحید کے موضوع پر مہم خطبوں میں سے ایک یہ خطبہ ہے۔ اللہ کی قدرت کی مثالیں پیش کیں اور واضح فرمایا کہ عقلیں اُس کی معرفت کی حقیقت کو درک نہیں کر سکتی۔ مگر اُس کی مخلوق کے ذریعہ اُس کی اجمالی معرفت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ نمونے کے طور پر چمگادڑ کے اندر موجود اللہ کی حکمتوں کو بیان کیا۔ بعض شارحین نے اِس خطبہ کے ذیل میں چمگادڑ کی خلقت کے مختلف پہلوؤں کو ذکر کیا اور اُس کی مختلف اقسام کو بیان کیا۔ بعض دانشوروں نے چمگادڑ پر الگ کتابیں لکھی ہیں۔ آج کے دور کی تمام معلومات کو دیکھا جائے اور چمگادڑ کے بارے میں امامؑ کے علم کو دیکھا جائے تو اس سے علمِ امامؑ کی بھی پہچان ہوگی۔

(خطبہ:۱۵۵)

حمد کلید ذکر

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَمْدَ مِفْتَاحًا لِّذِکْرِهٖ، وَ سَبَبًا لِّلْمَزِیْدِ مِنْ فَضْلِهٖ، وَ دَلِیْلًا عَلٰۤی اٰلَآئِهٖ وَ عَظَمَتِهٖ}۔

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ، اپنے فضل واحسان کے بڑھانے

کا ذریعہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیل راہ قرار دیا ہے“۔

اللہ سبحانہ نے حمد کو اپنے ذکر کی ابتدا بنایا ہے۔ قرآن کو ذکر کہا تو اُس کی ابتدا حمد سے اور نماز کو اپنے ذکر سے تعبیر کیا تو اُس کی ابتدا بھی حمد سے ہی کی ہے۔ حمد گویا اُس کی یاد بھی ہے اور اُس کے شکر کا اظہار بھی ہے اور جب اُس کا شکر ہوگا تو قرآن کے وعدہ کے مطابق مزید نعمات سے آشنائی ہوگی اور اِن نعمات سے اللہ سبحانہ کی عظمت کا اندازہ بھی ہوگا۔

(خطبہ:۱۵۸)

حقیقت حمد

{اَمْرُهٗ قَضَآءٌ وَّ حِكْمَةٌ، وَ رِضَاهُ اَمَانٌ وَ رَحْمَةٌ، يَقْضِیْ بِعِلْمٍ، وَ يَعْفُوْ بِحِلْمٍ. اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا تَاْخُذُ وَ تُعْطِیْ، وَ عَلٰى مَا تُعَافِیْ وَ تَبْتَلِیْ، حَمْدًا يَّكُوْنُ اَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ، وَ اَحَبَّ الْحَمْدِ اِلَيْكَ، وَ اَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ، حَمْدًا يَّمْلَاُمَا خَلَقْتَ، وَ يَبْلُغُ مَاۤ اَرَدْتَّ، حَمْدًا لَّا يُحْجَبُ عَنْكَ، وَ لَا يُقْصَرُ دُوْنَكَ، حَمْدًا لَّا يَنْقَطِعُ عَدَدُهٗ، وَ لَا يَفْنٰى مَدَدُهٗ}.

”اس کا حکم فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اس کی خوشنودی امان اور رحمت ہے۔ وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم سے عفو کرتا ہے۔ بار الٰہا! تو جو کچھ (دے کر) لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لئے حمد و ثنا ہے، ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو، ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے، ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے کوئی حجاب ہے اور نہ اس کیلئے کوئی بندش، ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو“۔

عظمت خدا

{فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ اِلَّاۤ اَنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ حَیٌّ قَيُّوْمٌ، لَا تَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ، لَمْ يَنْتَهِ اِلَيْكَ نَظَرٌ، وَ لَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ، اَدْرَكْتَ

الْاَبْصَارَ، وَ اَحْصَيْتَ الْاَعْمَارَ، وَ اَخَذْتَ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ، وَ مَا الَّذِیْ نَرٰی مِنْ خَلْقِكَ، وَ نَعْجَبُ لَهٗ مِنْ قُدْرَتِكَ، وَ نَصِفُهٗ مِنْ عَظِيْمِ سُلْطَانِكَ، وَ مَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ، وَ قَصُرَتْ اَبْصَارُنَا عَنْهُ، وَ انْتَهَتْ عُقُوْلُنَا دُوْنَهٗ، وَ حَالَتْ سَوَاتِرُ الْغُيُوْبِ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهٗ اَعْظَمُ }.

"ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے، مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز (عالم) ہے، نہ تجھے غنودگی ہوتی ہے اور نہ نیند آتی ہے، نہ تارِ نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں، تو نے نظروں کو پالیا ہے اور عمروں کا احاطہ کرلیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے۔ یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں) پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کارفرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے"۔

{ فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهٗ، وَ اَعْمَلَ فِكْرَهٗ، لِيَعْلَمَ كَيْفَ اَقَمْتَ عَرْشَكَ، وَ كَيْفَ ذَرَاْتَ خَلْقَكَ، وَ كَيْفَ عَلَّقْتَ فِي الْهَوَآءِ سَمٰوٰتِكَ، وَ كَيْفَ مَدَدْتَ عَلٰی مَوْرِ الْمَآءِ اَرْضَكَ، رَجَعَ طَرْفُهٗ حَسِيْرًا، وَ عَقْلُهٗ مَبْهُوْرًا، وَ سَمْعُهٗ وَالِهًا، وَ فِكْرُهٗ حَآئِرًا }.

"جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کرکے اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہے کہ تو نے کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھپیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر اور عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سراسیمہ اور فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی"۔

اس خطبہ میں معرفت اللہ کی گراں بہا تعلیمات ہیں اور خودسازی کی تربیت واضح فرمائی ہے۔ امامؑ اکثر خطبات حمد سے شروع کرتے ہیں مگر اِس خطبے میں آٹھ دفعہ لفظ حمد کا تکرار کیا اور ہر بار خاص صفت کی وجہ سے اس لفظ کو دُہرایا۔ پہلی دفعہ حمد ادا کی کہ جو کچھ تو لیتا ہے اور جو کچھ تو دیتا ہے۔ لینے پر بھی تیری حمد ہے یہ علی علیہ السلام کا ہی انداز ہو سکتا

ہے۔شاعر نے گویا اِس کا ترجمہ کیا:

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا　　　جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی

نعمت دے تو کرامت ہے لے لے تو عنایت ہے۔سلامتی و عافیت دیتا ہے تو سعادت ہے اور بیماری و گرفتاری سے دوچار کرتا ہے تو اُس کی مصلحت ہے۔ یہ کام اللہ کی حکمت کے مطابق ہے اور وہ جو کرے وہی اُس کی رحمت ہے۔حقیقتِ معرفت کا حصول ناممکن ہے۔جتنا وہ بتادے اُتنا جانتے ہیں۔اور امامؑ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ اتنی بڑی کائنات میں سے جو کچھ ہم جانتے اُس سے بہت بڑھ کر وہ ہے جسے ہم نہیں جانتے۔اس مخلوق کی عظمت میں جو غور کرے گا اسے احساس ہوگا کہ وہ خالق کتنا عظیم ہے۔گویا اُس کی عظیم مخلوق سے اُس کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ میر انیس مرحوم نے خوب کہا:

بلبل کی زبان پر گفتگو تیری ہے　　　گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے

جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے　　　ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا

(خطبہ:١٦١)

فرشِ زمین بچھانے والا

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَ سَاطِحِ الْمِهَادِ، وَ مُسِيْلِ الْوِهَادِ، وَ مُخْصِبِ النِّجَادِ. لَيْسَ لِاَوَّلِيَّتِهِ ابْتِدَآءٌ، وَ لَا لِاَزَلِيَّتِهِ انْقِضَآءٌ. هُوَ الْاَوَّلُ لَمْ يَزَلْ، وَ الْبَاقِيْ بِلَآ اَجَلٍ. خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ، وَوَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ. حَدَّ الْاَشْيَآءَ عِنْدَ خَلْقِهٖ لَهَآ اِبَانَةً لَّهٗ مِنْ شَبَهِهَا.لَا تُقَدِّرُهُ الْاَوْهَامُ بِالْحُدُوْدِ وَ الْحَرَكَاتِ، وَلَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْاَدَوَاتِ}.

”تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے والا،فرشِ زمین کا بچھانے والا،ندی نالوں کا بہانے والا اور ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا ہے۔نہ اس کی اوّلیت کی کوئی ابتدا اور نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے۔وہ ایسا اوّل ہے جو ہمیشہ سے ہے اور بغیر کسی مدت کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے۔پیشانیاں اس کے آگے (سجدہ میں) گری ہوئی ہیں اور لب اس کی توحید کے معترف ہیں۔اس نے تمام چیزوں کو اِن کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے

(جداگانہ صورتوں اور شکلوں میں) محدود کر دیا تاکہ اپنی ذات کو انکی مشابہت سے الگ رکھے۔تصورات اسے حدود وحرکات اور اعضاء وحواس کے ساتھ متعین نہیں کر سکتے"۔

{ لَا یُقَالُ لَهٗ: ''مَتٰی؟'' وَ لَا یُضْرَبُ لَهٗ اَمَدٌ ''بِحَتّٰی''، اَلظَّاهِرُ لَا یُقَالُ: ''مِمَّا؟'' وَ الْبَاطِنُ لَا یُقَالُ: ''فِیْمَا؟''}.

"اس کیلئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''وہ کب سے ہے'' اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جا سکتی ہے کہ ''وہ کب تک ہے''۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''کس سے (ظاہر ہوا)'' وہ باطن ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ ''کس میں''۔

اللہ قریب ہے یا دور؟

{لَا شَبَحٌ فَیَتَقَضّٰی، وَ لَا مَحْجُوْبٌ فَیُحْوٰی. لَمْ یَقْرُبْ مِنَ الْاَشْیَآءِ بِالْتِصَاقٍ، وَ لَمْ یَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ. لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ مِنْ عِبَادِهٖ شُخُوْصُ لَحْظَةٍ، وَ لَا كُرُوْرُ لَفْظَةٍ، وَ لَا ازْدِلَافُ رَبْوَةٍ، وَ لَا انْبِسَاطُ خُطْوَةٍ فِیْ لَیْلٍ دَاجٍ، وَ لَا غَسَقٍ سَاجٍ، یَتَفَیَّاُ عَلَیْهِ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ، وَ تَعْقُبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّوْرِ فِی الْاُفُوْلِ وَ الْكُرُوْرِ، وَ تَقَلُّبِ الْاَزْمِنَةِ وَ الدُّهُوْرِ، مِنْ اِقْبَالِ لَیْلٍ مُّقْبِلٍ، وَاِدْبَارِ نَهَارٍ مُّدْبِرٍ}.

"وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ وہ چیزوں سے اس طرح قریب نہیں کہ ساتھ چھو جائے اور نہ وہ جسمانی طور پر ان سے الگ ہو کر دور ہوا ہے۔ اس سے کسی کا ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، کسی لفظ کا دہرایا جانا، کسی بلندی کا دور سے جھلکنا اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ اندھیری راتوں میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں کہ جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی آفتاب طلوع وغروب (کے چکروں) میں اور زمانہ کی ان گردشوں میں اندھیرے کے بعد نور پھیلاتا ہے کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد وشد سے (پیدا) ہوتی ہیں"۔

{قَبْلَ كُلِّ غَایَةٍ وَّ مُدَّةٍ، وَ كُلِّ اِحْصَآءٍ وَعِدَّةٍ، تَعَالٰی عَمَّا یَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُوْنَ مِنْ صِفَاتِ الْاَقْدَارِ، وَ نِهَایَاتِ الْاَقْطَارِ، وَ تَاَثُّلِ الْمَسَاكِنِ،

وَتَمَكُّنِ الْاَمَاكِنِ، فَالْحَدُّ لِخَلْقِهٖ مَضْرُوْبٌ، وَ اِلٰى غَيْرِهٖ مَنْسُوْبٌ}.

"وہ ہر مدت وانتہا اور ہر گنتی اور شمار سے پہلے ہے۔ اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے۔ حدیں تو اس کی مخلوق کیلئے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے"۔

{لَمْ يَخْلُقِ الْاَشْيَآءَ مِنْ اُصُوْلٍ اَزَلِيَّةٍ، وَ لَا مِنْ اَوَآئِلَ اَبَدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَاَقَامَ حَدَّهٗ، وَ صَوَّرَ مَا صَوَّرَ فَاَحْسَنَ صُوْرَتَهٗ، لَيْسَ لِشَيْءٍ مِّنْهُ امْتِنَاعٌ، وَ لَا لَهٗ بِطَاعَةِ شَيْءٍ انْتِفَاعٌ، عِلْمُهٗ بِالْاَمْوَاتِ الْمَاضِيْنَ كَعِلْمِهٖ بِالْاَحْيَآءِ الْبَاقِيْنَ، وَ عِلْمُهٗ بِمَا فِي السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى كَعِلْمِهٖ بِمَا فِي الْاَرَضِيْنَ السُّفْلٰى}.

''اس نے اشیاء کو کچھ ایسے مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں، بلکہ اس نے جو چیز پیدا کی اسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اسے اچھی شکل وصورت دی۔ کوئی شے اس کے (حکم سے) سرتابی نہیں کر سکتی، نہ اس کو کسی کی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے"۔

اُنیس اوصافِ جمال وجلال

اس حصے میں اللہ سبحانہ کے اُنیس مہم اوصافِ جمال وجلال کو امامؑ نے خوبصورت عبارتوں میں بیان فرمایا۔ خلقتِ انسان کے بیان سے ابتدا فرمائی پھر اُس کے محل سکونت اور اسبابِ زندگی کو بیان فرمایا تا کہ حس شکر گزاری کو بیدار کیا جا سکے۔ پھر اللہ کے لامحدود و نامتناہی ہونے کو تفصیل سے بیان فرمایا۔

ابن ابی الحدید ان جملات کے شرح میں امامؑ کی عظمت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''واضح رہے کہ امیر المومنینؑ اس فن میں اپنے زمانے کے تمام عربوں پر برتری رکھتے ہیں اور اِسی وجہ سے سب سے مقدّم و افضل ہیں۔ کیونکہ انسان کو حیوانات سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ

عقل وعلم ہے۔ باقی چیزوں میں جیسے رشد ونمو اور قوّت وقدرت میں حیوان انسان کے ساتھ شریک ہے۔۔۔ پس جس کا عقل وعلم زیادہ ہوگا اُس کی انسانیت کامل تر ہوگی اور واضح ہے کہ یہ شخص اِس فن میں منفرد وتنہا ہے کیونکہ یہ علم اشرف العلوم ہے کیونکہ اس کا معلوم (اللہ) اشرف المعلومات ہے۔ اس فن (معرفتِ پروردگار) میں عربوں سے کوئی ایک حرف بھی نقل نہیں ہوا ہے۔ اور نہ اُن کے اذہان اس تک پہنچ سکتے تھے۔ اور اس کو نہیں سمجھ سکتے تھے پس آپؑ اس فن میں اکیلے ہیں۔ باقی فنون جیسے علوم شرعیہ میں دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔ اور اُن سے برتر ہیں۔ بس آپؑ سب سے کامل ہیں اور ہم کہہ چکے ہیں کہ جس کا علم زیادہ ہو اُس کی انسانیت کامل تر ہے اور یہی افضلیت کا معنیٰ ہے''۔[1]

مخلوق پر خالق کے احسانات

{ اَيُّهَا الْمَخْلُوْقُ السَّوِيُّ، وَ الْمُنْشَأُ الْمَرْعِيُّ، فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْحَامِ، وَ مُضَاعَفَاتِ الْاَسْتَارِ، بُدِئْتَ ﴿مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾، وَ وُضِعْتَ ﴿فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ وَّاَجَلٍ مَّقْسُوْمٍ، تَمُوْرُ فِيْ بَطْنِ اُمِّكَ جَنِيْنًا لَّا تُحِيْرُ دُعَآءً، وَ لَا تَسْمَعُ نِدَآءً، ثُمَّ اُخْرِجْتَ مِنْ مَّقَرِّكَ اِلٰى دَارٍ لَّمْ تَشْهَدْهَا، وَ لَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا، فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَآءِ مِنْ ثَدْيِ اُمِّكَ؟ وَ عَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَ اِرَادَتِكَ؟ هَيْهَاتَ، اِنَّ مَنْ يَّعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِی الْهَيْئَةِ وَ الْاَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهٖ اَعْجَزُ، وَ مِنْ تَنَاوُلِهٖ بِحُدُوْدِ الْمَخْلُوْقِيْنَ اَبْعَدُ! }.

''اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم کی اندھیاریوں اور دوہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے اس کی نگہداشت کی گئی ہے، تیری ابتدا مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا۔ نہ تو کسی

[1] شرح ابن ابی الحدید جلد ۹ صفحہ ۲۵۔

پکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا۔ کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی؟ اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچوائیں؟۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی مخلوق کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیونکر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اسے پالینے سے دور نہ ہوگا"۔

اس حصہ میں انسان کو اُس کی حقیقت سے آگاہ کیا تاکہ وہ اپنی حقیقت کو جان کر خالق کی قدرت اور رحمت کو جان سکے۔

(خطبہ: ۱۶۳)

پرندوں کی تخلیق

{اِبْتَدَعَهُمْ خَلْقًا عَجِيْبًا مِّنْ حَيَوَانٍ وَّ مَوَاتٍ، وَ سَاكِنٍ وَّ ذِيْ حَرَكَاتٍ،وَ اَقَامَ مِنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلٰى لَطِيْفِ صَنْعَتِهٖ، وَ عَظِيْمِ قُدْرَتِهٖ، مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُوْلُ مُعْتَرِفَةً بِهٖ،وَ مُسَلِّمَةً لَّهٗ، وَ نَعَقَتْ فِيْۤ اَسْمَاعِنَا دَلَآئِلُهٗ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ، وَ مَا ذَرَاَ مِنْ مُّخْتَلِفِ صُوَرِ الْاَطْيَارِ الَّتِيْۤ اَسْكَنَهَاۤ اَخَادِيْدَ الْاَرْضِ، وَ خُرُوْقَ فِجَاجِهَا، وَ رَوَاسِيَ اَعْلَامِهَا، مِنْ ذَاتِ اَجْنِحَةٍ مُّخْتَلِفَةٍ، وَ هَيْئَاتٍ مُّتَبَايِنَةٍ، مُصَرَّفَةٍ فِيْ زِمَامِ التَّسْخِيْرِ، وَ مُرَفْرِفَةٍ بِاَجْنِحَتِهَا فِيْ مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسِحِ وَ الْفَضَآءِ الْمُنْفَرِجِ.كَوَّنَهَا بَعْدَ اِذْ لَمْ تَكُنْ فِيْ عَجَآئِبِ صُوَرٍ ظَاهِرَةٍ، وَ رَكَّبَهَا فِيْ حِقَاقِ مَفَاصِلَ مُحْتَجِبَةٍ}.

"قدرت نے ہر قسم کی مخلوق کو وہ جاندار ہو یا بے جان، ساکن ہو یا متحرک عجیب وغریب آفرینش کا جامہ پہنا کر ایجاد کیا ہے اور اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جن کے سامنے عقلیں اس کی ہستی کا اعتراف اور اس کی

(فرمانبرداری) کا اقرار کرتے ہوئے سر اطاعت خم کر چکی ہیں اور اس کی یکتائی پر یہی عقل کی تسلیم کی ہوئی اور (اس کے خالق بے مثال ہونے پر) مختلف شکل وصورت کے پرندوں کی آفرینش سے ابھری ہوئی دلیلیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ وہ پرندے جن کو اس نے زمین کے گڑھوں، درّوں کے شگافوں اور مضبوط پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا ہے، جو مختلف طرح کے پروبال اور جداگانہ شکل وصورت والے ہیں۔ جنہیں تسلط (الٰہی) کی باگ ڈور میں گھمایا پھرایا جاتا ہے اور جو کشادہ ہوا کی وسعتوں اور کھلی فضاؤں میں پروں کو پھڑپھڑاتے ہیں۔ انہیں جبکہ یہ موجود نہ تھے عجیب وغریب ظاہری صورتوں سے (آراستہ کرکے) پیدا کیا اور (گوشت و پوست میں) ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے (جسموں کی) ساخت قائم کی"۔

{وَ مَنَعَ بَعْضَهَا بِعَبَالَةِ خَلْقِهٖ اَنْ يَّسْمُوَ فِي الْهَوَآءِ خُفُوْفًا، وَ جَعَلَهٗ يَدِفُّ دَفِيْفًا، وَ نَسَقَهَا عَلَى اخْتِلَافِهَا فِي الْاَصَابِيْغِ بِلَطِيْفِ قُدْرَتِهٖ، وَ دَقِيْقِ صَنْعَتِهٖ، فَمِنْهَا مَغْمُوْسٌ فِيْ قَالَبِ لَوْنٍ لَّا يَشُوْبُهٗ غَيْرُ لَوْنِ مَا غُمِسَ فِيْهِ، وَ مِنْهَا مَغْمُوْسٌ فِيْ لَوْنِ صِبْغٍ قَدْ طُوِّقَ بِخِلَافِ مَا صُبِغَ بِهٖ}.

"ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں ان کے جسموں کے بوجھل ہونے کی وجہ سے فضا میں بلند ہو کر تیز پروازی سے روک دیا ہے اور انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ زمین سے کچھ تھوڑے ہی اونچے ہو کر پرواز کر سکیں۔ اس نے اپنی لطیف قدرت اور باریک صنعت سے ان قسم قسم کے پرندوں کو (مختلف) رنگوں سے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک ہی رنگ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یوں کہ جس رنگ میں انہیں ڈبویا گیا ہے اس کے علاوہ کسی اور رنگ کی ان میں آمیزش نہیں کی گئی اور بعض اس طرح رنگ میں ڈبوئے گئے ہیں کہ جس رنگ کا طوق انہیں پہنا دیا گیا ہے وہ اس رنگ سے نہیں ملتا جس سے خود رنگین ہیں"۔

اس خطبہ کی ابتدا میں امامؑ نے اللہ کی مخلوق اور خاص کر پرندوں کی خلقت میں موجود باریکیوں کو بیان کر کے معرفتِ پروردگار کے دلائل پیش کئے۔ اگر انسان علومِ طبیعی سے آشنا ہوں اور اُس کی شگفتگیوں میں غور کرے تو بے اختیار اُس کی زبان پر پروردگار کی مدح وستائش آئے گی۔ پرندوں کی زندگی کی باریکیاں اُن کی رہائش میں دقت،

دریاؤں میں، صحراؤں میں، گھروں میں، جنگلوں میں کیسے زندگی بسر کرتے ہیں۔ پھر اُن کے رنگ، اُن کے جسم کا وزن۔ کچھ ایسے خوبصورت کہ انسان دیکھتے دیکھتے تھکتا نہیں، بعض ایسے کہ دیکھ کر ڈر محسوس ہوتا ہے۔ کچھ چند سینٹی میٹر جسم میں اور کہیں شتر مرغ جیسے وزنی وطویل۔ پرندوں میں غور اور خاص کر اُن کے رنگوں کے جلوے فکرِ توحید کو بیدار کرتے ہیں۔ پرندوں کے بارے میں کتنی کتابیں موجود ہیں۔ خشکی کے پرندے، دریائی پرندے، گھریلو پرندے، مہاجر پرندے، بعض نے چودہ ہزار اقسام کے پرندے موجود ہونے کا دعویٰ کیا۔ شکاری پرندے، پرواز میں بلندی کے اعتبار سے مختلف پرندے۔ خالق کی اِس مخلوق میں غور انسان کا سر خالق کے سامنے تعظیم سے جھکا دیتا ہے۔

مور میں خالق کی کرشمہ سازیاں

{وَ مِنْ اَعْجَبِهَا خَلْقًا الطَّاوُسُ، الَّذِیْ اَقَامَهٗ فِیْۤ اَحْكَمِ تَعْدِیْلٍ، وَ نَضَّدَ اَلْوَانَهٗ فِیْۤ اَحْسَنِ تَنْضِیْدٍ، بِجَنَاحٍ اَشْرَجَ قَصَبَهٗ، وَ ذَنَبٍ اَطَالَ مَسْحَبَهٗ. اِذَا دَرَجَ اِلَی الْاُنْثٰی نَشَرَهٗ مِنْ طَیِّهٖ، وَ سَمَا بِهٖ مُطِلًّا عَلٰی رَاْسِهٖ، كَاَنَّهٗ قِلْعُ دَارِیٍّ عَنَجَهٗ نُوْتِیُّهٗ، یَخْتَالُ بِاَلْوَانِهٖ، وَ یَمِیْسُ بِزَیَفَانِهٖ. یُفْضِیْ كَاِفْضَآءِ الدِّیَكَةِ، وَ یَؤُرُّ بِمَلَاقِحَةٍ اَرَّ الْفُحُوْلِ الْمُغْتَلِمَةِ لِلضِّرَابِ}.

"ان سب پرندوں سے زائد عجیب الخلقت مور ہے کہ (اللہ نے) جس کے (اعضاء کو) موزونیت کے محکم ترین سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے رنگوں کو ایک حسین ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ یہ (حسن وتوازن) ایسے پروں سے ہے کہ جن کی جڑوں کو (ایک دوسرے سے) جوڑ دیا ہے اور ایسی دُم سے ہے جو دور تک کھنچتی چلی جاتی ہے۔ جب وہ اپنی مادہ کی طرف بڑھتا ہے تو اپنی لپٹی ہوئی دُم کو پھیلا دیتا ہے اور اسے اس طرح اونچا لے جاتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ افگن ہو کر پھیل جاتی ہے۔ گویا وہ (مقام) دارین کی اس کشتی کا بادبان ہے جسے اس کا ملاح اِدھر اُدھر موڑ رہا ہو، وہ اس کے رنگوں پر اتراتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے لگتا ہے اور مرغوں کی طرح جفتی کھاتا ہے اور (اپنی مادہ کو) حاملہ کرنے کیلئے جوش و ہیجان میں بھرے ہوئے نروں کی طرح جوڑ کھاتا ہے"۔

{اُحِیْلُكَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰی مُعَایَنَةٍ، لَا كَمَنْ یُحِیْلُ عَلٰی ضَعِیْفٍ اِسْنَادُهٗ، وَ لَوْ كَانَ كَزَعْمِ مَنْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ یُلْقِحُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا مَدَامِعُهٗ. فَتَقِفُ فِیْ

ضَفَّتَیْ جُفُوْنِہٖ، وَ اَنَّ اُنْثَاہُ تَطْعَمُ ذٰلِكَ. ثُمَّ تَبِیْضُ لَا مِنْ لِّقَاحِ فَحْلٍ سِوَی الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ، لَمَا كَانَ ذٰلِكَ بِاَعْجَبَ مِنْ مُّطَاعَمَةِ الْغُرَابِ!}.

"میں اس (بیان) کیلئے مشاہدہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس شخص کی طرح نہیں کہتا جو کسی کمزور سند کا حوالہ دے رہا ہو۔ گمان کرنے والوں کا یہ صرف وہم وگمان ہے کہ وہ اپنے گوشہ ہائے چشم کے بہائے ہوئے اس آنسو سے اپنی مادہ کو انڈوں پر لاتا ہے کہ جو اس کی پلکوں کے دونوں کناروں میں آ کر ٹھہر جاتا ہے اور مورنی اسے پی لیتی ہے اور پھر وہ انڈے دینے لگتی ہے اور اس پھوٹ کر نکلنے والے آنسو کے علاوہ یوں نر اُس سے جفتی نہیں کھاتا۔ اگر ایسا ہو تو بھی (ان کے خیال کے مطابق) کوے کے اپنی مادہ کو (پوٹے سے دانا پانی) بھرا کر انڈوں پر لانے سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے"۔

{تَخَالُ قَصَبَہٗ مَدَارِیَ مِنْ فِضَّۃٍ، وَ مَآ اُنْبِتَ عَلَیْھَا مِنْ عَجِیْبِ دَارَاتِہٖ، وَ شُمُوْسِہٖ خَالِصَ الْعِقْیَانِ، وَ فِلَذَ الزَّبَرْجَدِ. فَاِنْ شَبَّھْتَہٗ بِمَآ اَنْبَتَتِ الْاَرْضُ قُلْتَ: جَنِیٌّ جُنِیَ مِنْ زَھْرَۃِ كُلِّ رَبِیْعٍ، وَ اِنْ ضَاھَیْتَہٗ بِالْمَلَابِسِ فَھُوَ كَمَوْشِیِّ الْحُلَلِ اَوْ كَمُوْنِقِ عَصْبِ الْیَمَنِ، وَ اِنْ شَاكَلْتَہٗ بِالْحُلِیِّ فَھُوَ كَفُصُوْصٍ ذَاتِ اَلْوَانٍ، قَدْ نُطِّقَتْ بِاللُّجَیْنِ الْمُكَلَّلِ}.

"(تم اگر بغور دیکھو گے) تو اس کے پروں کی درمیانی تیلیوں کو چاندی کی سلائیاں تصور کرو گے اور ان پر جو عجیب وغریب ہالے بنے ہوئے ہیں اور سورج (کی شعاعوں) کے مانند (جو پر و بال) اُگے ہوئے ہیں (انہیں زردی میں) خالص سونا اور (سبزی میں) زمرد کے ٹکڑے خیال کرو گے۔ اگر تم اسے زمین کی اُگائی ہوئی چیزوں سے تشبیہ دو گے تو یہ کہو گے کہ وہ ہر موسم بہار کے چنے ہوئے شگوفوں کا گلدستہ ہے اور اگر کپڑوں سے تشبیہ دو گے تو وہ منقش حلّوں یا خوشنما یمنی چادروں کے مانند ہے اور اگر زیورات سے تشبیہ دو گے تو وہ رنگ برنگ کے ان نگینوں کی طرح ہے جو مرصع بجواہر چاندی میں دائروں کی صورت میں پھیلا دیئے گئے ہوں"۔

{یَمْشِیْ مَشْیَ الْمَرِحِ الْمُخْتَالِ، وَ یَتَصَفَّحُ ذَنَبَہٗ وَ جَنَاحَیْہِ، فَیُقَھْقِہُ ضَاحِكًا لِّجَمَالِ سِرْبَالِہٖ، وَ اَصَابِیْغِ وِشَاحِہٖ. فَاِذَا رَمٰی بِبَصَرِہٖ اِلٰی قَوَآئِمِہٖ

زَقَا مُعْوِلًا بِصَوْتٍ يَّكَادُ يُبِيْنُ عَنِ اسْتِغَاثَتِهٖ، وَ يَشْهَدُ بِصَادِقِ تَوَجُّعِهٖ، لِاَنَّ قَوَآئِمَهٗ حُمْشٌ كَقَوَآئِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلَاسِيَّةِ}.

"وہ اس طرح چلتا ہے جس طرح کوئی ہشاش بشاش اور متکبر محوخرام ہوتا ہے اور اپنی دم اور پر و بال کو غور سے دیکھتا ہے تو اپنے پیراہن کے حسن و جمال اور اپنے گلو بند کی رنگتوں کی وجہ سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے، مگر جب اپنے پیروں پر نظر ڈالتا ہے تو اس طرح اونچی آواز سے روتا ہے کہ گویا اپنی فریاد کو ظاہر کرر ہا ہے اور اپنے سچے درد (دل) کی گواہی دے رہا ہے۔ کیونکہ اس کے پیر خاکستری رنگ کے دوغلے مرغوں کے پیروں کی طرح باریک اور پتلے ہوتے ہیں اور اس کی پنڈلی کے کنارے پر ایک باریک سا کانٹا نمایاں ہوتا ہے"۔

{وَ قَدْ نَجَمَتْ مِنْ ظُنْبُوْبِ سَاقِهٖ صِيْصِيَّةٌ خَفِيَّةٌ، وَ لَهٗ فِيْ مَوْضِعِ الْعُرْفِ قُنْزُعَةٌ خَضْرَآءُ مُوَشَّاةٌ، وَ مَخْرَجُ عَنُقِهٖ كَالْاِبْرِيْقِ، وَ مَغْرَزُهَآ اِلٰى حَيْثُ بَطْنُهٗ كَصِبْغِ الْوَسِمَةِ الْيَمَانِيَّةِ، اَوْ كَحَرِيْرَةٍ مُّلْبَسَةٍ مِّرْاٰةً ذَاتَ صِقَالٍ، وَ كَاَنَّهٗ مُتَلَفِّعٌ بِمِعْجَرٍ اَسْحَمَ. اِلَّآ اَنَّهٗ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَآئِهٖ، وَ شِدَّةِ بَرِيْقِهٖ، اَنَّ الْخُضْرَةَ النَّاضِرَةَ مُمْتَزِجَةٌ بِهٖ، وَ مَعَ فَتْقِ سَمْعِهٖ خَطٌّ كَمُسْتَدَقِّ الْقَلَمِ فِيْ لَوْنِ الْاُقْحُوَانِ، اَبْيَضُ يَقَقٌ، فَهُوَ بِبَيَاضِهٖ فِيْ سَوَادِ مَا هُنَالِكَ يَاْتَلِقُ}.

"اور اس کی (گردن پر) ایال کی جگہ سبز رنگ کے منقش پروں کا گچھا ہوتا ہے اور گردن کا پھیلاؤ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے صراحی (کی گردن) اور اس کے گڑنے کی جگہ سے لے کر وہاں تک کا حصہ کہ جہاں اس کا پیٹ ہے یمنی وسمہ کے رنگ کی طرح (گہرا سبز) ہے یا اس ریشم کی طرح ہے جو صیقل کئے ہوئے آئینہ پر پہنا دیا گیا ہو، گویا کہ وہ سیاہ رنگ کی اوڑھنی میں لپٹا ہوا ہے، لیکن اس کی آب و تاب کی فراوانی اور چمک دمک کی بہتات سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تر و تازہ سبزی کی (الگ سے) آمیزش کر دی گئی ہے۔ اس کے کانوں کے شگاف سے ملی ہوئی بابونہ کے پھولوں جیسی ایک سفید چمکیلی لکیر ہوتی ہے۔ جو قلم کی باریک نوک کے مانند ہے وہ (لکیر) اپنی سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہیوں میں جگمگاتی ہے"۔

{وَ قَلَّ صِبْغٌ اِلَّا وَ قَدْ اَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ، وَ عَلَاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهٖ وَ

بَرِيْقِهٖ،وَ بَصِيْصِ دِيْبَاجِهٖ وَ رَوْنَقِهٖ. فَهُوَ كَالْاَزَاهِيْرِ الْمَبْثُوْثَةِ، لَمْ تُرَبِّهَآ اَمْطَارُ رَبِيْعٍ، وَ لَا شُمُوْسُ قَيْظٍ. وَ قَدْ يَتَحَسَّرُ مِنْ رِّيْشِهٖ، وَ يَعْرٰى مِنْ لِّبَاسِهٖ، فَيَسْقُطُ تَتْرٰى، وَ يَنْبُتُ تِبَاعًا، فَيَنْحَتُّ مِنْ قَصَبِهٖ انْحِتَاتَ اَوْرَاقِ الْاَغْصَانِ، ثُمَّ يَتَلَاحَقُ نَامِيًا حَتّٰى يَعُوْدَ كَهَيْئَتِهٖ قَبْلَ سُقُوْطِهٖ، لَا يُخَالِفُ سَالِفَ اَلْوَانِهٖ،وَ لَا يَقَعُ لَوْنٌ فِيْ غَيْرِ مَكَانِهٖ! وَ اِذَا تَصَفَّحْتَ شَعْرَةً مِّنْ شَعَرَاتِ قَصَبِهٖ اَرَتْكَ حُمْرَةً وَّرْدِيَّةً،وَتَارَةً خُضْرَةً زَبَرْجَدِيَّةً،وَاَحْيَانًا صُفْرَةً عَسْجَدِيَّةً}.

”کم ہی ایسے رنگ ہوں گے جس نے سفید دھاری کا کچھ حصہ نہ لیا ہو اور وہ ان رنگوں پر اپنی آب وتاب کی زیادتی، اپنے پیکرِ ریشمیں کی چمک دمک اور زیبائش کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے۔ وہ ان بکھری ہوئی کلیوں کے مانند ہے کہ جنہیں نہ فصل بہار کی بارشوں نے پروان چڑھایا ہو اور نہ گرمیوں کے سورج نے پرورش کیا ہو وہ کبھی اپنے پروبال سے برہنہ اور اپنے رنگین لباس سے عریاں ہو جاتا ہے، اس کے بال و پر لگاتار جھڑتے ہیں اور پھر پے در پے اُگنے لگتے ہیں، وہ اس کے بازوؤں سے اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح ٹہنیوں سے پتے، یہاں تک کہ جھڑنے سے پہلے جو شکل وصورت تھی اسی کی طرف پلٹ آتا ہے اور اپنے پہلے رنگوں سے سرمو اِدھر سے اُدھر نہیں ہوتا اور نہ کوئی رنگ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اختیار کرتا ہے۔ جب اس کے پروں کے ریشوں سے کسی ریشے کو تم غور سے دیکھو گے تو وہ تمہیں کبھی گلاب کے پھولوں جیسی سرخی اور کبھی زمرد جیسی سبزی اور کبھی سونے جیسی زردی کی (جھلکیاں) دکھائے گا“۔

پرندوں میں قدرت کی کاریگریوں کے عمومی تذکرے کے بعد امامؑ نے یہاں خصوصیت سے مور کا تذکرہ کیا اور اُسے پرندوں میں سے سب سے زیادہ عجیب الخلقت قرار دیا۔ نہج البلاغہ کے مشہور خطبوں میں سے ایک یہ خطبہ ہے۔ پرندوں کی زندگیوں کو جاننے والے کئی سال کسی پرندے کی تحقیق پر خرچ کرتے ہیں اور ایسی معلومات ذکر کرتے ہیں جو امامؑ نے یہاں بیان فرمائیں۔ کسی موضوع کو اس انداز سے تفصیل سے بیان کرنا خود امامؑ کے علم کی عظمت کی نشانی ہے۔

{فَكَيْفَ تَصِلُ اِلٰى صِفَةِ هٰذَا عَمَآئِقُ الْفِطَنِ، اَوْ تَبْلُغُهٗ قَرَآئِحُ الْعُقُوْلِ،اَوْ تَسْتَنْظِمُ وَصْفَهٗ اَقْوَالُ الْوَاصِفِيْنَ! وَ اَقَلُّ اَجْزَآئِهٖ قَدْ اَعْجَزَ الْاَوْهَامَ اَنْ تُدْرِكَهٗ،وَ الْاَلْسِنَةَ اَنْ تَصِفَهٗ!}۔

"(غور تو کرو کہ) ایک ایسی مخلوق کی صفتوں تک فکروں کی گہرائیاں کیوں کر پہنچ سکتی ہیں؟ یا عقلوں کی طبع آزمائیاں کس طرح وہاں تک رسائی پا سکتی ہیں؟ یا بیان کرنے والوں کے کلمات کیونکر اس کے وصفوں کو ترتیب دے سکتے ہیں؟ کہ جس کے چھوٹے سے چھوٹے جز نے بھی واہموں کو سمجھنے سے عاجز اور زبانوں کو بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہو"۔

{فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بَهَرَ الْعُقُوْلَ عَنْ وَّصْفِ خَلْقٍ جَلَّاهُ لِلْعُيُوْنِ، فَاَدْرَكَتْهُ مَحْدُوْدًا مُّكَوَّنًا، وَ مُؤَلَّفًا مُّلَوَّنًا.وَ اَعْجَزَ الْاَلْسُنَ عَنْ تَلْخِيْصِ صِفَتِهٖ، وَ قَعَدَ بِهَا عَنْ تَاْدِيَةِ نَعْتِهٖ!}۔

"اور پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ایک ایسی مخلوق کی حالت بیان کرنے سے بھی عقلوں کو مغلوب کر رکھا ہے کہ جسے آنکھوں کے سامنے نمایاں کر دیا تھا اور ان (آنکھوں) نے اس کو ایک حد میں گھرا ہوا اور (اجزا) سے مرکب اور (مختلف رنگوں سے) رنگین صورت میں دیکھ بھی لیا اور جس نے زبانوں کو اس (مخلوق) کے وصفوں کا خلاصہ کرنے سے عاجز اور اس کی صفتوں کے بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہے"۔

{وَ سُبْحَانَ مَنْ اَدْمَجَ قَوَآئِمَ الذَّرَّةِ وَ الْهَمَجَةِ اِلٰى مَا فَوْقَهُمَا مِنْ خَلْقِ الْحِيْتَانِ وَ الْفِيَلَةِ! وَ وَاٰى عَلٰى نَفْسِهٖۤ اَنْ لَّا يَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِّمَّاۤ اَوْلَجَ فِيْهِ الرُّوْحَ، اِلَّا وَ جَعَلَ الْحِمَامَ مَوْعِدَهٗ، وَ الْفَنَآءَ غَايَتَهٗ}۔

"اور پاک ہے وہ خدا کہ جس نے چیونٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مخلوق مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اور اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ کوئی پیکر کہ جس میں اس نے روح داخل کی ہے جنبش نہیں کھائے گا مگر یہ کہ موت کو اس کی وعدہ گاہ اور فنا کو اس کی حد آخر قرار دے گا"۔

خداشناسی کے درس کو آگے بڑھاتے ہوئے امامؑ نے یہاں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی اس مخلوق کے اوصاف سے انسان

عاجز ہے تو ان کے خالق کے اوصاف کیا بیان کر سکتا ہے۔ امامؑ نے اس حصہ کے آخر میں چونٹی اور مچھر اور مچھلی اور ہاتھی کا تذکرہ کیا اور یہ قرآن ہی کی روش ہے کہ کبھی چیونٹی تو کبھی ہدہد کی تفصیل بیان کی اور کبھی کلی طور پر حیوانات کا ذکر فرمایا:

﴿فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى بَطۡنِهٖ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى رِجۡلَيۡنِ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰۤى اَرۡبَعٍ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾[1]

''ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور کوئی دو ٹانگوں پر چلتا ہے اور کوئی چار ٹانگوں پر اللہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

(خطبہ:۱۶۹)

آسمان و زمین کا پروردگار

{اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ، وَ الْجَوِّ الْمَكْفُوْفِ، الَّذِىْ جَعَلْتَهٗ مَغِيْضًا لِّلَّيْلِ وَ النَّهَارِ، وَ مَجْرًى لِّلشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ، وَ مُخْتَلَفًا لِّلنُّجُوْمِ السَّيَّارَةِ، وَ جَعَلْتَ سُكَّانَهٗ سِبْطًا مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِكَ، لَا يَسْاَمُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ}.

"اے اللہ! اے اس بلند آسمان اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار! جسے تو نے شب و روز کے سر چھپانے، چاند اور سورج کے گردش کرنے اور چلنے پھرنے والے ستاروں کی آمد و رفت کی جگہ بنایا ہے اور جس میں بسنے والا فرشتوں کا وہ گروہ بنایا ہے جو تیری عبادت سے اُکتا تا نہیں"۔

{وَ رَبَّ هٰذِهِ الْاَرْضِ الَّتِىْ جَعَلْتَهَا قَرَارًا لِّلْاَنَامِ، وَ مَدْرَجًا لِّلْهَوَامِّ وَ الْاَنْعَامِ، وَ مَا لَا يُحْصٰى مِمَّا يُرٰى وَ مَا لَا يُرٰى}.

"اے اس زمین کے پروردگار! جسے تو نے انسانوں کی قیام گاہ اور حشرات الارض اور چوپاؤں اور لاتعداد دیکھی اور اَن دیکھی مخلوق کے چلنے پھرنے کا مقام قرار دیا ہے۔ اے مضبوط پہاڑوں کے پروردگار! جنہیں تو نے زمین کیلئے میخ اور مخلوقات کیلئے (زندگی کا) سہارا بنایا ہے"۔

{وَ رَبَّ الْجِبَالِ الرَّوَاسِى الَّتِىْ جَعَلْتَهَا لِلْاَرْضِ اَوْتَادًا، وَ لِلْخَلْقِ

[1] سورہ نور آیہ ۵۴۔

اعْتِمَادًا، اِنْ اَظْهَرْتَنَا عَلٰى عَدُوِّنَا فَجَنِّبْنَا الْبَغْيَ وَ سَدِّدْنَا لِلْحَقِّ، وَ اِنْ اَظْهَرْتَهُمْ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ وَ اعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ}۔

"(اے اللہ!) اگر تو نے ہمیں دشمنوں پر غلبہ دیا تو ظلم سے ہمارا دامن بچانا اور حق کے سیدھے راستے پر برقرار رکھنا اور اگر دشمنوں کو ہم پر غلبہ دیا تو ہمیں شہادت نصیب کرنا اور فریبِ حیات سے بچائے رکھنا"۔

صفین کی جنگ کے موقع پر دشمن سے لڑائی کے لیے امامؑ آمادہ ہوئے تو یہ دُعا کی۔ آسمان و زمین اور پہاڑوں کی خصوصیات بیان کر کے اور اللہ سبحانہ کے لیے اِن کے رب ہونے کی صفات بیان کر کے دُعا فرمائی۔ عظمتِ الٰہی کے بیان کا انداز اور الفاظ اپنی جگہ پر مبہم ہیں مگر ایک موحّد کی دُعا کیا ہونی چاہیے وہ خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے ۔آپ نے دعا فرمائی کہ ہمیں دُشمن پر غلبہ دے تو دُشمن پر ظلم سے روک لینا اور اگر دُشمن کو ہم پر غلبہ ہو تو ہمیں شہادت نصیب کرنا۔ فتح و شکست دونوں میں بھروسا اللہ پر ہے اور جن کا اللہ پر بھروسا ہوتا ہے اُن کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے اور اُن کی فتح میں حقیقی جیت یہی ہوتی ہے کہ وہ ظلم کرنے سے محفوظ رہیں۔

مولانائے روم نے امامؑ کی جنگ کو یوں پیش کیا:

گفت من تیغ از پی حق می زنم　　بندہ حقم نہ مامور تنم

شیر حقم نیستم شیر ھوا　　فعل من بر دین من گوا

(خطبہ:۱۷۶)

علمِ الٰہی کی بلندی

{لَا يَشْغَلُهٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ، وَ لَا يُغَيِّرُهٗ زَمَانٌ، وَ لَا يَحْوِيْهِ مَكَانٌ، وَ لَا يَصِفُهٗ لِسَانٌ، وَ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَآءِ، وَ لَا نُجُوْمِ السَّمَآءِ، وَ لَا سَوَافِي الرِّيْحِ فِي الْهَوَآءِ، وَ لَا دَبِيْبُ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا، وَ لَا مَقِيْلُ الذَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَآءِ. يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْاَوْرَاقِ، وَ خَفِيَّ طَرْفِ الْاَحْدَاقِ}۔

"خداوندِ عالم کو ایک حالت دوسری حالت سے سدِ راہ نہیں ہوتی، نہ زمانہ اس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے، نہ کوئی جگہ اسے گھیرتی ہے اور نہ زبان اس کا وصف کر سکتی ہے۔ اس سے پانی کے

قطروں اور آسمان کے ستاروں اور ہوا کے جھکڑوں کا شمار، چکنے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور اندھیری رات میں چھوٹی چیونٹیوں کے قیام کرنے کی جگہ کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ پتوں کے گرنے کی جگہوں اور آنکھ کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے"۔

{ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ غَيْرَ مَعْدُوْلٍ بِهٖ، وَ لَا مَشْكُوْكٍ فِيْهِ، وَ لَا مَكْفُوْرٍ دِيْنُهٗ، وَ لَا مَجْحُوْدٍ تَكْوِيْنُهٗ، شَهَادَةَ مَنْ صَدَقَتْ نِيَّتُهٗ، وَ صَفَتْ دِخْلَتُهٗ، وَ خَلَصَ يَقِيْنُهٗ، وَ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ } .

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، نہ اس کی ہستی میں کوئی شبہ، نہ اس کے دین سے سرتابی ہوسکتی ہے اور نہ اس کی آفرینش سے انکار۔ اس شخص کی سی گواہی جس کی نیت سچی، باطن پاکیزہ، یقین (شبہوں سے) پاک اور (اس کے نیک اعمال) کا پلہ بھاری ہو"۔

اس خطبہ کی ابتدا میں اللہ سبحانہ کی پانچ صفتیں بیان فرمائیں اور پانچویں صفت یعنی علم کی سات نکات میں وضاحت فرمائی۔ علمِ الٰہی کے بارے میں ایک جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ صاف پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے۔ بعض شارحین نے یہ ترجمہ کیا کہ صاف پتھر پر چیونٹی کے نقش پا کو بھی جانتا ہے۔ جو معنی بھی ہو آج تک کوئی ایسا علم ایجاد نہیں ہوا جو چیونٹی کی اس آواز کو ریکارڈ کر سکے یا اُس کے نقش پا کو پتھر پر دیکھ سکے۔ شاید کسی زمانے میں کوئی علم ایجاد ہو جائے مگر علی علیہ السلام نے فرمایا تو یقیناً چلنے کی آواز بھی ہوگی اور نقش پا بھی ہوں گے۔ اللہ کے علم کی یہ باریکیاں اگر دلی طور پر مان لی جائیں تو انسان کی تربیت پر بہت اثر ہوگا۔ یہ اوصاف بیان کر کے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور پھر اللہ سبحانہ کی عظمت اور شہادتِ توحید کے بلند معیار کو بیان فرمایا۔ اِن اوصاف میں ایک وصف یہ بیان فرمایا کہ زبان اللہ کے اوصاف کو بیان نہیں کر سکتی۔

(خطبہ:۱۷۷)

دیدارِ خدا

{وَ قَدْ سَئَلَهٗ ذِعْلِبُ الْيَمَانِيُّ فَقَالَ: هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَقَالَ: اَفَاَعْبُدُ مَا لَآ اَرٰى؟ فَقَالَ: وَ كَيْفَ تَرَاهُ؟ فَقَالَ: لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ

بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ، وَ لٰكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوْبُ بِحَقَآئِقِ الْاِيْمَانِ، قَرِيْبٌ مِّنَ الْاَشْيَآءِ غَيْرُ مُلَامِسٍ، بَعِيْدٌ مِّنْهَا غَيْرُ مُبَايِنٍ، مُتَكَلِّمٌ لَا بِرَوِيَّةٍ، مُرِيْدٌ لَا بِهِمَّةٍ، صَانِعٌ لَّا بِجَارِحَةٍ}.

"ذعلب یمنی نے آپؑ سے سوال کیا کہ: یا امیر المومنینؑ! کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟ اس نے کہا کہ آپؑ کیونکر دیکھتے ہیں؟ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ: آنکھیں اسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے قریب ہے، لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، وہ ہر شے سے دور ہے، مگر الگ نہیں، وہ غور و فکر کئے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء (کی مدد) کے بنانے والا ہے"۔

{لَطِيْفٌ لَّا يُوْصَفُ بِالْخَفَآءِ، كَبِيْرٌ لَّا يُوْصَفُ بِالْجَفَآءِ، بَصِيْرٌ لَّا يُوْصَفُ بِالْحَاسَّةِ، رَحِيْمٌ لَّا يُوْصَفُ بِالرِّقَّةِ. تَعْنُو الْوُجُوْهُ لِعَظَمَتِهٖ، وَ تَجِبُ الْقُلُوْبُ مِنْ مَّخَافَتِهٖ}.

"وہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اسے متصف نہیں کیا جا سکتا، وہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی و بد خلقی کی صفت اس میں نہیں، وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اسے موصوف نہیں کیا جا سکتا، وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں"۔

معرفتِ پروردگار کی کن بلندیوں پر امامؑ فائز ہیں اس کی تھوڑی سی جھلک اس خطبہ میں بیان فرمائی۔ علمِ توحید کے بارے میں امامؑ کا یہ مشہور خطبہ ہے۔ شیخ صدوق کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے امامؑ کی بیعت کی آپؑ منبر پر تشریف لے گئے خطبہ ارشاد فرمایا اور اعلان کیا کہ جو جی چاہے مجھ سے پوچھ لو۔ ذعلب یمانی نے سوال کیا یا اعتراض کیا۔ اے امیر المومنینؑ آپؑ نے خدا کو دیکھا ہے؟ اُس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا: کیا میں اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا نہیں؟۔

ابن ابی الحدید اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ معرفت کا اتنا بلند جملہ ہے کہ جس کے کہنے کی صلاحیت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی نہیں رکھتا۔ ذعلب کو ایسے جواب کی توقع نہیں تھی اُس نے پھر کہا آپؑ اللہ کو کیسے دیکھتے ہیں۔ امامؑ نے

گیارہ اوصافِ الٰہی جواب میں ارشاد فرمائی۔ نو میں صفات مخلوق سے مشابہ ہونے کی نفی کی، اور آخری دو جملات میں اس معرفت کے اثر کو بیان فرمایا۔ چہرے اُس کی عظمت کے آگے ذلیل وخوار اور دل اس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔ شیخ مفید نے بھی اس واقعہ کو کتاب الارشاد کے باب ''وجوب معرفۃ اللہ'' میں ذکر کیا۔ ذعلب جواب کی گہرائی اور دقت اور صفات کی عظمت و بلندی کو سن کر غش کھا گئے۔

(خطبہ:۱۷۸)

امتحان پر حمد

{ اَحْمَدُ اللهَ عَلٰى مَا قَضٰى مِنْ اَمْرٍ ، وَ قَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ ، وَ عَلَى ابْتِلَائِيْ بِكُمْ اَيَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِيْٓ اِذَآ اَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ ، وَ اِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ ، اِنْ اُمْهِلْتُمْ خُضْتُمْ ، وَ اِنْ حُوْرِبْتُمْ خُرْتُمْ ، وَ اِنِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰٓى اِمَامٍ طَعَنْتُمْ ، وَ اِنْ اُجِئْتُمْ اِلٰى مُشَاقَّةٍ نَّكَصْتُمْ } ۔

''میں اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں ہر اس امر پر جس کا اس نے فیصلہ کیا اور ہر اس کام پر جو اس کی تقدیر نے طے کیا ہو اور اس آزمائش پر جو تمہارے ہاتھوں اس نے میری کی ہے۔ اے لوگو کہ جنہیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے، اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن وتشنیع کرنے لگتے ہو اور اگر تمہیں (جکڑ باندھ کر) جنگ کی طرف لایا جاتا ہے تو الٹے پیروں لوٹ جاتے ہو''۔

اس خطبہ کی ابتدا میں امامؑ نے تین جملوں میں اللہ کی حمد بیان فرمائی اور ساتھ وجہ بھی بتائی کہ کن کن امور کی وجہ سے حمد کی۔ حمد کی تیسری وجہ یہ بیان فرمائی: اللہ کی حمد کرتا ہوں میری اُس آزمائش پر جو اُس نے آپ کے ذریعہ سے کی، پھر وہاں موجود افراد یا آئندہ آنے والے اور امامؑ کی نافرمانی کرنے والے افراد کا ذکر کیا۔ گویا اس دور کے لوگوں کی نافرمانیوں کو امامؑ اپنا امتحان سمجھتے ہیں اور بلندیوں کے مسافر امتحان کو بلندی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس پر امامؑ اللہ کی حمد ادا کر رہے ہیں۔

(خطبہ:۱۸۰)

ثنائے پروردگار

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ مَصَآئِرُ الْخَلْقِ، وَ عَوَاقِبُ الْاَمْرِ. نَحْمَدُهٗ عَلٰى عَظِیْمِ اِحْسَانِهٖ، وَ نَیِّرِ بُرْهَانِهٖ، وَ نَوَامِیْ فَضْلِهٖ وَ امْتِنَانِهٖ، حَمْدًا یَّكُوْنُ لِحَقِّهٖ قَضَآءً، وَ لِشُكْرِهٖۤ اَدَآءً، وَ اِلٰى ثَوَابِهٖ مُقَرِّبًا، وَ لِحُسْنِ مَزِیْدِهٖ مُوْجِبًا}.

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی طرف تمام مخلوق کی بازگشت اور ہر چیز کی انتہا ہے۔ہم اس کے عظیم احسان، روشن وواضح برہان اور اس کے لطف وکرم کی افزائش پر اس کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ایسی حمد کہ جس سے اس کا حق پورا ہو اور شکر ادا ہو اور اس کے ثواب کے قریب لے جانے والی اور اس کی بخششوں کو بڑھانے والی ہو"۔

{وَ نَسْتَعِیْنُ بِهٖ اسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِّفَضْلِهٖ، مُؤَمِّلٍ لِّنَفْعِهٖ، وَاثِقٍ بِدَفْعِهٖ، مُعْتَرِفٍ لَّهٗ بِالطَّوْلِ، مُذْعِنٍ لَّهٗ بِالْعَمَلِ وَ الْقَوْلِ}.

''ہم اس سے اس طرح مدد مانگتے ہیں جس طرح اس کے فضل کا امیدوار، اس کے نفع کا آرزو مند، (دفع بلیات کا) اطمینان رکھنے والا اور بخشش وعطا کا معترف اور قول وعمل سے اس کا مطیع وفرمانبردار اس سے مدد چاہتا ہو''۔

{وَ نُؤْمِنُ بِهٖۤ اِیْمَانَ مَنْ رَّجَاهُ مُوْقِنًا، وَ اَنَابَ اِلَیْهِ مُؤْمِنًا، وَ خَنَعَ لَهٗ مُذْعِنًا، وَاَخْلَصَ لَهٗ مُوَحِّدًا، وَعَظَّمَهٗ مُمَجِّدًا، وَلَاذَ بِهٖ رَاغِبًا مُّجْتَهِدًا}.

''اور ہم اس شخص کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں جو یقین کے ساتھ اس سے آس لگائے ہو اور ایمان (کامل) کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہو اور اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی وفروتنی کرتا ہو اور اسے ایک جانتے ہوئے اس سے اخلاص برتتا ہو، اور سپاس گذاری کے ساتھ اسے بزرگ جانتا ہو اور رغبت وکوشش سے اس کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہو''۔

اللہ عقلوں کے لئے ظاہر

{لَمْ يُولَدْ سُبْحَانَهُ فَيَكُونَ فِي الْعِزِّ مُشَارَكًا، وَ لَمْ يَلِدْ فَيَكُونَ مَوْرُوثًا هَالِكًا، وَ لَمْ يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَّ لَا زَمَانٌ، وَ لَمْ يَتَعَاوَرْهُ زِيَادَةٌ وَّ لَا نُقْصَانٌ، بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُوْلِ بِمَآ اَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيْرِ الْمُتْقَنِ، وَ الْقَضَآءِ الْمُبْرَمِ}.

"اس کا کوئی باپ نہیں کہ وہ عزت و بزرگی میں اس کا شریک ہو، نہ اس کے کوئی اولاد ہے کہ اسے چھوڑ کر وہ دنیا سے رخصت ہو جائے اور وہ اس کی وارث ہو جائے، نہ اس کے پہلے وقت اور زمانہ تھا، نہ اس پر یکے بعد دیگرے کمی اور زیادتی طاری ہوتی ہے، بلکہ جو اس نے مضبوط نظام (کائنات) اور اٹل احکام کی علامتیں ہمیں دکھائی ہیں، ان کی وجہ سے وہ عقلوں کیلئے ظاہر ہوا ہے"۔

اللہ کے گواہ

{فَمِنْ شَوَاهِدِ خَلْقِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ مُوَطَّدَاتٍ بِلَا عَمَدٍ، قَآئِمَاتٍ بِلَا سَنَدٍ، دَعَاهُنَّ فَاَجَبْنَ طَآئِعَاتٍ مُّذْعِنَاتٍ، غَيْرَ مُتَلَكِّئَاتٍ وَّ لَا مُبْطِئَاتٍ، وَ لَوْلَا اِقْرَارُهُنَّ لَهٗ بِالرُّبُوْبِيَّةِ وَ اِذْعَانُهُنَّ لَهٗ بِالطَّوَاعِيَةِ، لَمَا جَعَلَهُنَّ مَوْضِعًا لِّعَرْشِهٖ، وَ لَا مَسْكَنًا لِّمَلٰٓئِكَتِهٖ، وَ لَا مَصْعَدًا لِّلْكَلِمِ الطَّيِّبِ وَ الْعَمَلِ الصَّالِحِ مِنْ خَلْقِهٖ}.

"چنانچہ اس آفرینش پر گواہی دینے والوں میں آسمانوں کی خلقت ہے کہ جو بغیر ستونوں کے ثابت و برقرار اور بغیر سہارے کے قائم ہیں۔ خداوند عالم نے انہیں پکارا تو یہ بغیر کسی سستی اور توقف کے اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے لبیک کہہ اٹھے۔ اگر وہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اس کے سامنے سر اطاعت نہ جھکاتے تو وہ انہیں اپنے عرش کا مقام اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا"۔

{جَعَلَ نُجُوْمَهَآ اَعْلَامًا يَّسْتَدِلُّ بِهَا الْحَيْرَانُ فِيْ مُخْتَلِفِ فِجَاجِ الْاَقْطَارِ، لَمْ يَمْنَعْ ضَوْءَ نُوْرِهَا ادْلِهْمَامُ سُجُفِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَ لَا

اسۡتَطَاعَتۡ جَلَابِیۡبُ سَوَادِ الۡحَنَادِسِ اَنۡ تَرُدَّ مَا شَاعَ فِی السَّمٰوٰتِ مِنۡ تَلَألُؤِ نُوۡرِ الۡقَمَرِ}۔

"اللہ نے ان کے ستاروں کو ایسی روشن نشانیاں قرار دیا ہے کہ جن سے حیران وسرگرداں اطراف زمین کی راہوں میں آنے جانے کیلئے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔اندھیری رات کی اندھیاریوں کے سیاہ پردے ان کے نور کی ضو پاشیوں کو نہیں روکتے اور نہ شب ہائے تاریک کی تیرگی کے پردے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ آسمانوں میں پھیلی ہوئی چاند کے نور کی جگمگاہٹ کو پلٹا دیں"۔

امامؑ کی زندگی کا یہ آخری خطبہ ہے۔اس کے ایک ہفتہ بعد آپؑ شہید ہو گئے۔اس خطبہ کے راوی نوف بکالی ہیں اور خطبہ بیان کرتے وقت امامؑ کی جو کیفیت بیان کی وہ خود امامؑ کے اللہ سے تعلق اور اعتماد کی نشاندہی کرتی ہے۔نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرتؑ نے یہ خطبہ ہمارے سامنے کوفہ میں اس پتھر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جسے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی نے نصب کیا تھا۔اس وقت آپؑ کے جسم مبارک پر ایک اونی جُبّہ تھا اور آپؑ کی تلوار کا پرتلا کھجور کے پتوں کا تھا اور پیروں میں جوتے بھی کھجور کی پتیوں کے تھے اور (سجدوں کی وجہ سے) پیشانی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے اونٹ کے گھٹنے پر گھٹا ہوتا ہے۔

یہ خطبہ امامؑ کی حکومت کے آخری ایام میں بیان ہوا ہے۔ایک حکمران کی چار سال سے زیادہ حکومت کرنے کے بعد بھی ظاہری حالت وہ ہے جو بیان ہوئی۔دیکھنے والے آپؑ کی جسمانی حالت، لباس اور سجدوں کے نشانات سے عظمتِ الٰہی کا درس لے رہے تھے اور سننے والے بھی اُس ذاتِ گرامی کے کلام سے یقیناً جلال و جمالِ الٰہی پر عقیدہ توحید کو پختہ کر رہے تھے۔اس زمانے میں خطبہ سننے والوں کے عقیدے مضبوط ہو رہے تھے اور آج ان خطبوں کے پڑھنے سے بھی وہی عظمتِ الٰہی اجاگر ہوتی ہے۔اس حصہ میں امامؑ نے حمد کے مختلف مقامات بیان فرمائے۔اور اللہ سے مدد طلب کی، متعدد اوصافِ الٰہی بیان فرمائے۔اور زمین وآسمان کی خلقت اور ستاروں کا تذکرہ کیا۔

ہر شے اللہ کے لیے ظاہر

{فَسُبۡحَانَ مَنۡ لَّا یَخۡفٰی عَلَیۡهِ سَوَادُ غَسَقٍ دَاجٍ، وَّ لَا لَیۡلٍ سَاجٍ، فِیۡ بِقَاعِ الۡاَرَضِیۡنَ الۡمُتَطَأطِئَاتِ، وَ لَا فِیۡ یَفَاعِ السُّفۡعِ الۡمُتَجَاوِرَاتِ، وَ مَا یَتَجَلۡجَلُ بِهِ الرَّعۡدُ فِیۡ اُفُقِ السَّمَآءِ، وَ مَا تَلَاشَتۡ عَنۡهُ بُرُوۡقُ الۡغَمَامِ، وَ

مَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَۃٍ تُزِیۡلُھَا عَنۡ مَّسۡقَطِھَا عَوَاصِفُ الۡاَنۡوَآءِ وَ انۡھِطَالُ السَّمَآءِ! وَ یَعۡلَمُ مَسۡقَطَ الۡقَطۡرَۃِ وَ مَقَرَّھَا، وَ مَسۡحَبَ الذَّرَّۃِ وَ مَجَرَّھَا، وَ مَا یَکۡفِی الۡبَعُوۡضَۃَ مِنۡ قُوۡتِھَا، وَ مَا تَحۡمِلُ الۡاُنۡثٰی فِیۡ بَطۡنِھَا}.

"پاک ہے وہ ذات جس پر پست زمین کے قطعوں اور باہم ملے ہوئے سیاہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں اندھیری رات کی اندھیاریاں اور پرسکون شب کی ظلمتیں پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ اُفق آسمان میں رعد کی گرج اس سے مخفی ہے اور نہ وہ چیزیں کہ جن پر بادلوں کی بجلیاں کوند کر ناپید ہوجاتی ہیں اور نہ وہ پتے جو (ٹوٹ کر) گرتے ہیں کہ جنہیں (بارش کے) نچھتروں کی تند ہوائیں اور موسلا دھار بارشیں ان کے گرنے کی جگہ سے ہٹا دیتی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ بارش کے قطرے کہاں گریں گے اور کہاں ٹھہریں گے اور چھوٹی چیونٹیاں کہاں رینگیں گی اور کہاں (اپنے کو) کھینچ کرلے جائیں گی اور مچھروں کو کونسی روزی کفایت کرے گی اور مادہ اپنے پیٹ میں کیا لئے ہوئے ہے"۔

اس حصہ میں امامؑ نے اپنے مخصوص انداز میں علمِ الٰہی کے نمونے اور اللہ کی قوت وقدرت کی مثالیں پیش کیں۔ مچھر تک کی روزی ورزق اور اس کی کفالت کا ذکر کیا۔ ان مفاہیم میں جن آیات قرآنی کی طرف اشارہ ہے شارحین نے وہ آیات پیش کی ہیں۔

{اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الۡکَآئِنِ قَبۡلَ اَنۡ یَّکُوۡنَ کُرۡسِیٌّ اَوۡ عَرۡشٌ، اَوۡ سَمَآءٌ اَوۡ اَرۡضٌ، اَوۡ جَانٌّ اَوۡ اِنۡسٌ. لَا یُدۡرَکُ بِوَھۡمٍ، وَ لَا یُقَدَّرُ بِفَھۡمٍ، وَ لَا یَشۡغَلُہٗ سَآئِلٌ، وَ لَا یَنۡقُصُہٗ نَآئِلٌ، وَ لَا یَنۡظُرُ بِعَیۡنٍ، وَ لَا یُحَدُّ بِاَیۡنٍ، وَ لَا یُوۡصَفُ بِالۡاَزۡوَاجِ، وَ لَا یَخۡلُقُ بِعِلَاجٍ، وَ لَا یُدۡرَکُ بِالۡحَوَاسِّ، وَ لَا یُقَاسُ بِالنَّاسِ، الَّذِیۡ کَلَّمَ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا، وَ اَرَاہُ مِنۡ اٰیَاتِہٖ عَظِیۡمًا، بِلَا جَوَارِحَ وَ لَا اَدَوَاتٍ، وَ لَا نُطۡقٍ وَّ لَا لَھَوَاتٍ}.

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو عرش وکرسی، زمین وآسمان اور جن وانس سے پہلے موجود تھا۔ نہ (انسانی) وہموں سے اسے جانا جاسکتا ہے اور نہ عقل وفہم سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اسے کوئی سوال کرنے والا (دوسرے سائلوں سے) غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش وعطا سے اس کے

ہاں کچھ کمی آتی ہے۔ وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا اور نہ کسی جگہ میں اس کی حد بندی ہو سکتی ہے۔ نہ ساتھیوں کے ساتھ اسے متصف کیا جا سکتا ہے اور نہ (اعضاء و جوارح کی) حرکت سے وہ پیدا کرتا ہے اور نہ حواس سے وہ جانا پہچانا جا سکتا ہے اور نہ انسانوں پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے۔ وہ خدا کہ جس نے بغیر اعضاء و جوارح اور بغیر گویائی اور بغیر حلق کے کوؤں کو ہلائے ہوئے موسیٰ (ع) سے باتیں کیں اور انہیں اپنی عظیم نشانیاں دکھلائیں"۔

اللہ کے اوصاف ناممکن

{بَلْ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا اَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ لِوَصْفِ رَبِّكَ، فَصِفْ جَبْرَئِيْلَ وَمِيكَآئِيْلَ وَ جُنُوْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ فِيْ حُجُرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِنِّيْنَ، مُتَوَلِّهَةً عُقُوْلُهُمْ اَنْ يَّحُدُّوْٓا اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ. فَاِنَّمَا يُدْرَكُ بِالصِّفَاتِ ذَوُو الْهَيْئَاتِ وَ الْاَدَوَاتِ، وَ مَنْ يَّنْقَضِيْ اِذَا بَلَغَ اَمَدَ حَدِّهٖ بِالْفَنَآءِ. فَلَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَضَآءَ بِنُوْرِهٖ كُلَّ ظَلَامٍ، وَ اَظْلَمَ بِظُلْمَتِهٖ كُلَّ نُوْرٍ. اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِيْ اَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ، وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمُ الْمَعَاشَ}.

"اے اللہ کی توصیف میں رنج و تعب اٹھانے والے! اگر تو (اس سے عہدہ برآ ہونے میں) سچا ہے تو پہلے جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور مقرب فرشتوں کے لاؤ لشکر کا وصف بیان کر کہ جو پاکیزگی و طہارت کے حجروں میں اس عالم میں سر جھکائے پڑے ہیں کہ ان کی عقلیں ششدر و حیران ہیں کہ وہ اس بہترین خالق کی توصیف کر سکیں۔ صفتوں کے ذریعے وہ چیزیں جانی پہچانی جاتی ہیں جو شکل و صورت اور اعضاء و جوارح رکھتی ہوں اور وہ کہ جو اپنی حد انتہا کو پہنچ کر موت کے ہاتھوں ختم ہو جائیں۔ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس نے اپنے نور سے تمام تاریکیوں کو روشن و منور کیا اور ظلمت (عدم) سے ہر نور کو تیرہ و تار بنا دیا ہے۔ اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامانِ معیشت تمہارے لئے مہیا کیا"۔

خطبہ کے اس حصہ میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کے تکرار کے ساتھ بہت سے اوصافِ الٰہی بیان فرمائے۔ ایک صفت

پروردگار یہ بیان فرمائی کہ اگر بہت سے سوال کرنے والے اُس سے سوال کرنے لگیں تو وہ ہر سائل کا جواب دیتا ہے سوالیوں کی کثرت اُسے دوسرے سائل سے غافل نہیں کرتی اور نہ ہی کثرت سے عطا کرنا اُس کے ہاں موجود خزانوں میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ اوصافِ الٰہیہ کے بیان میں انسان کی بے بسی کے طور پر فرمایا کہ تم ملائکہ کے اوصاف بیان نہیں کر سکتے تو اُن کے خالق کے اوصاف کیسے بیان کریں گے۔ آخری جملات میں دو مخصوص نعماتِ الٰہیہ کا ذکر فرمایا کہ اُس نے آپ کو لباس و معاش عطا کیا۔ اس خطبہ میں امامؑ نے ایک عظیم جملہ ارشاد فرمایا جو آپؑ کے مقام کی نشان دہی کرتا ہے:

{اَیُّهَا النَّاسُ! اِنِّیْ قَدْ بَثَثْتُ لَکُمُ الْمَوَاعِظَ الَّتِیْ وَعَظَ الْاَنْبِیَآءُ بِهَا اُمَمَهُمْ}۔

''اے لوگو میں نے تمہیں اسی طرح نصیحتیں کی ہیں جس طرح کی انبیاء اپنی امتوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور ان چیزوں کو تم تک پہنچایا ہے جو اوصیاء بعد والوں تک پہنچایا کرتے تھے''۔

انبیاء کا سب سے بڑا موعظہ یہی تھا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور علی علیہ السلام نے بھی اسی فریضہ کو ساری زندگی نبھایا اور آخری نماز میں ضرب کھا کر فرمایا ''رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا'' یعنی جو فریضہ میری ذمہ تھا اُسے نبھا کر جا رہا ہوں۔

(خطبہ:۱۸۱)

بن دیکھے مشہور

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَیْرِ رُؤْیَةٍ، وَ الْخَالِقِ مِنْ غَیْرِ مَنْصَبَةٍ، خَلَقَ الْخَلَآئِقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَ اسْتَعْبَدَ الْاَرْبَابَ بِعِزَّتِهٖ، وَ سَادَ الْعُظَمَآءَ بِجُوْدِهٖ}۔

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جو بن دیکھے جانا پہچانا ہوا اور بے رنج و تعب اٹھائے (ہر چیز کا) پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی عزت و جلالت کے پیش نظر فرمانرواؤں سے اطاعت و بندگی لی اور اپنے جود و عطا کی بدولت باعظمت لوگوں پر سرداری کی"۔

{وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَسْکَنَ الدُّنْیَا خَلْقَهٗ، وَ بَعَثَ اِلَی الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ رُسُلَهٗ،

لِيَكْشِفُوْا لَهُمْ عَنْ غِطَآئِهَا، وَ لِيُحَذِّرُوْهُمْ مِنْ ضَرَّآئِهَا، وَ لِيَضْرِبُوْا لَهُمْ اَمْثَالَهَا، وَ لِيُبَصِّرُوْهُمْ عُيُوْبَهَا، وَ لِيَهْجُمُوْا عَلَيْهِمْ بِمُعْتَبَرٍ مِّنْ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَ اَسْقَامِهَا، وَ حَلاَلِهَا وَ حَرَامِهَا، وَ مَآ اَعَدَّ اللّٰهُ لِلْمُطِيْعِيْنَ مِنْهُمْ وَ الْعُصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَّ نَارٍ، وَ كَرَامَةٍ وَّ هَوَانٍ}.

"وہ اللہ جس نے دنیا میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انہیں ڈرائیں دھمکائیں، اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے ایک دم انہیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کر دیں اور اس کے عیوب اور حلال وحرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کیلئے جو بہشت و دوزخ اور عزت و دولت کے سامان اللہ نے مہیا کئے ہیں دکھلائیں"۔

{اَحْمَدُهٗ اِلٰى نَفْسِهٖ كَمَا اسْتَحْمَدَ اِلٰى خَلْقِهٖ، وَ جَعَلَ ﴿لِكُلِّ شَىْءٍ قَدْرًا﴾، وَ لِكُلِّ قَدْرٍ اَجَلًا، وَ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابًا}.

"میں اس کی ذات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی ایسی حمد و ثنا کرتا ہوں جیسی حمد اس نے اپنی مخلوقات سے چاہی ہے۔ اس نے ہر شے کا ایک اندازہ اور ہر اندازے کی ایک مدت اور ہر مدت کیلئے ایک نوشتہ قرار دیا ہے"۔

اس خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے متعدد اوصاف الٰہی بیان فرمائے جن کی بنا پر اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ اُن میں سے پہلا وصف یہ ہے کہ وہ دکھائی تو نہیں دیتا مگر پھر بھی معروف ہے اور پھر اللہ کی اُن عطاؤں کو ذکر کیا جو اللہ نے اپنی مخلوقات پر کئے۔ امامؑ یہ بھی واضح فرماتے ہیں کہ میں ایسی حمد بجالاتا ہوں جیسی حمد وہ اپنی مخلوق سے چاہتا ہے۔

اللہ کا ذکر کیسے؟

{فَعَظِّمُوْا مِنْهُ سُبْحَانَهٗ مَا عَظَّمَ مِنْ نَّفْسِهٖ، فَاِنَّهٗ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئًا مِّنْ دِيْنِهٖ، وَ لَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا رَّضِيَهٗ اَوْ كَرِهَهٗ اِلَّا وَ جَعَلَ لَهٗ عَلَمًا بَادِيًا، وَ اٰيَةً مُّحْكَمَةً، تَزْجُرُ عَنْهُ، اَوْ تَدْعُوْ اِلَيْهِ، فَرِضَاهُ فِيْمَا بَقِيَ وَاحِدٌ، وَ سَخَطُهٗ فِيْمَا بَقِيَ وَاحِدٌ}.

"لہٰذا اللہ سبحانہ کو ایسی بزرگی وعظمت کے ساتھ یاد کرو جیسی اپنی بزرگی خود اس نے بیان کی ہے، کیونکہ اس نے اپنے دین کی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی اور کسی شے کو خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی واضح علامت اور محکم نشان کے نہیں چھوڑا، جو ناپسند امور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف دعوت دے (ان احکام کے متعلق) اس کی خوشنودی و ناراضگی کا معیار زمانہ آئندہ میں بھی ایک رہے گا"۔

{وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ لَنْ يَّرْضٰى عَنْكُمْ بِشَیْءٍ سَخِطَهٗ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُم، وَ لَنْ يَّسْخَطَ عَلَيْكُمْ بِشَیْءٍ رَّضِيَهٗ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ اِنَّمَا تَسِيْرُوْنَ فِیْٓ اَثَرٍ بَيِّنٍ، وَ تَتَكَلَّمُوْنَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ الرِّجَالُ مِنْ قَبْلِكُمْ. قَدْ كَفَاكُمْ مَؤُوْنَةَ دُنْيَاكُمْ، وَ حَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ، وَ افْتَرَضَ مِنْ اَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ، وَ اَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوٰى، وَ جَعَلَهَا مُنْتَهٰى رِضَاهُ، وَ حَاجَتَهٗ مِنْ خَلْقِهٖ}.

''اور کھو! کہ وہ تم سے کسی ایسی چیز پر رضامند نہ ہوگا کہ جس پر تمہارے اگلوں سے ناراض ہو چکا ہو اور نہ کسی ایسی چیز پر غضبناک ہوگا کہ جس پر پہلے لوگوں سے خوش رہ چکا ہو۔ تمہیں تو بس یہی چاہیے کے تم واضح نشانوں پر چلتے رہو اور تم سے پہلے لوگوں نے جو کہا ہے اسے دہراتے رہو۔ وہ تمہاری ضروریات دنیا کا ذمہ لے چکا ہے اور تمہیں صرف شکر گزار رہنے کی ترغیب دی ہے اور تم پر واجب کیا ہے کہ اپنی زبان سے اس کا ذکر کرتے رہو اور تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کی ہے اور اسے اپنی رضا و خوشنودی کی حد آخر اور مخلوق سے اپنا مدعا قرار دیا ہے''۔

{فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِعَيْنِهٖ، وَ نَوَاصِيْكُمْ بِيَدِهٖ، وَ تَقَلُّبُكُمْ فِیْ قَبْضَتِهٖ، اِنْ اَسْرَرْتُمْ عَلِمَهٗ، وَ اِنْ اَعْلَنْتُمْ كَتَبَهٗ، قَدْ وَكَّلَ بِذٰلِكَ حَفَظَةً كِرَامًا، لَا يُسْقِطُوْنَ حَقًّا، وَ لَا يُثْبِتُوْنَ بَاطِلًا}.

"اس اللہ سے ڈرو کہ تم جس کی نظروں کے سامنے ہو اور جس کے ہاتھ میں تمہاری پیشانیوں کے بال اور جس کے قبضہ قدرت میں تمہارا اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا ہے۔ اگر تم کوئی بات مخفی رکھو گے تو

وہ اسے جان لے گا اور ظاہر کرو گے تو اسے لکھ لے گا، (یوں کہ) اس نے تم پر نگہبانی کرنے والے مکرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ کسی حق کو نظر انداز اور کسی غلط چیز کو درج نہیں کرتے"۔

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے عظمتِ الٰہی کے ایسے شواہد و دلائل بیان فرمائے ہیں جو اس خطبہ کی فصاحت و بلاغت کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نہج البلاغہ کلام علی علیہ السلام ہے اس لئے کہ کسی اور کے بس میں یہ اندازِ حمد و ثنا نہیں ہے۔ اور اِس حصہ کے آخری جملات میں امامؑ نے علمِ الٰہی و قدرتِ پروردگار کو واضح فرمایا ہے۔ اس خطبہ میں قرآن، قیامت اور بندوں سے اللہ کے قرض مانگنے کا تذکرہ ہے۔ اِس خطبہ کی تعلیمات اور اس میں بیان ہونے والی اللہ سبحانہ کی عنایات پر انسان غور کرے تو شیخ سعدی شیرازی سعدی شیرازی کے بقول ہر آدمی کی آواز ہوگی۔

چنان لطف او شامل ہر تن است که ہر بندہ گوید خدای من است

ہر شخص پر اللہ کا یوں لطف و کرم ہے کہ ہر شخص کہتا ہے خدا میرا ہے۔

(خطبہ: ۱۸۳)

حواس سے بالاتر

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا تُدْرِكُهُ الشَّوَاهِدُ، وَ لَا تَحْوِیْهِ الْمَشَاهِدُ، وَ لَا تَرَاهُ النَّوَاظِرُ، وَ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، الدَّالِّ عَلٰى قِدَمِهٖ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ، وَ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ عَلٰى وُجُوْدِهٖ، وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰۤى اَنْ لَّا شِبْهَ لَهٗ، الَّذِیْ صَدَقَ فِیْ مِیْعَادِهٖ، وَ ارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهٖ، وَ قَامَ بِالْقِسْطِ فِیْ خَلْقِهٖ، وَ عَدَلَ عَلَیْهِمْ فِیْ حُكْمِهٖ، مُسْتَشْهِدٌۢ بِحُدُوْثِ الْاَشْیَآءِ عَلٰى اَزَلِیَّتِهٖ، وَ بِمَا وَ سَمَهَا بِهٖ مِنَ الْعَجْزِ عَلٰى قُدْرَتِهٖ، وَ بِمَا اضْطَرَّهَاۤ اِلَیْهِ مِنَ الْفَنَآءِ عَلٰى دَوَامِهٖ}۔

"ساری حمد و ستائش اس اللہ کیلئے ہے جسے حواس پا نہیں سکتے، نہ جگہیں اسے گھیر سکتی ہیں، نہ آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں، نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ وہ مخلوقات کے نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے کا اور ان کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل و بے نظیر

ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ وہ اپنے وعدہ میں سچا اور بندوں پر ظلم کرنے سے بالاتر ہے۔ وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔ وہ چیزوں کے وجود پذیر ہونے سے اپنی قدامت پر اور ان کے عجز و کمزوری کے نشانوں سے اپنی قدرت پر اور ان کے فنا ہوجانے کی اضطراری کیفیتوں سے اپنی ہمیشگی پر، (عقل سے) گواہی حاصل کرتا ہے“۔

عقلوں کے لیے روشن

{وَاحِدٌ لَّا بِعَدَدٍ، وَ دَآئِمٌ لَّا بِأَمَدٍ، وَ قَآئِمٌ لَا بِعَمَدٍ، تَتَلَقَّاهُ الْاَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ، وَ تَشْهَدُ لَهُ الْمَرَآئِیُ لَا بِمُحَاضَرَةٍ، لَمْ تُحِطْ بِهِ الْاَوْهَامُ، بَلْ تَجَلّٰی لَهَا بِهَا، وَ بِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا، وَ اِلَيْهَا حَاكَمَهَا، لَيْسَ بِذِیْ كِبَرٍ امْتَدَّتْ بِهِ النِّهَايَاتُ فَكَبَّرَتْهُ تَجْسِيْمًا، وَ لَا بِذِیْ عِظَمٍ تَنَاهَتْ بِهِ الْغَايَاتُ فَعَظَّمَتْهُ تَجْسِيْدًا، بَلْ كَبُرَ شَاْنًا وَّ عَظُمَ سُلْطَانًا}۔

”وہ گنتی اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ) ہے۔ وہ کسی (متعینہ) مدت کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ستونوں (اعضاء) کے سہارے کے بغیر قائم و برقرار ہے۔ حواس و مشاعر کے بغیر ذہن اسے قبول کرتے ہیں اور اس تک پہنچے بغیر نظر آنے والی چیزیں اس کی ہستی کی گواہی دیتی ہیں۔ عقلیں اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کرسکتیں، بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کیلئے آشکارا ہوا ہے اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل وفہم میں آنے سے انکاری ہے اور ان کے معاملہ میں خود انہی کو حکم ٹھہرایا ہے۔ وہ اس معنی سے بڑا نہیں کہ اس کے حدود و اطراف پھیلے ہوئے ہیں کہ جو اُسے مجسّم صورت میں بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور نہ اس اعتبار سے عظیم ہے کہ وہ جسامت میں انتہائی حدوں تک پھیلا ہوا ہے، بلکہ وہ شان و منزلت کے اعتبار سے بڑا ہے اور دبدبہ واقتدار کے لحاظ سے عظیم ہے“۔

یہ خطبہ امیر المومنینؑ کے ان خطبات میں سے ہے جس میں معارف الٰہیہ کا بیان اپنے عروج پر ہے۔ خطبہ کے اس حصہ میں آپؑ نے واضح فرمایا کہ اذہان اِس کی ذات کی حقیقی معرفت کے حصول سے قاصر ہیں ہیں اور ایک جملہ {بَلْ تَجَلّٰی لَهَا بِهَا} ”وہ عقلوں کے ذریعے سے عقلوں کے لیے آشکارا ہے“۔ علامہ محمد تقی جعفری اِس جملہ کے شرح میں لکھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی توحید کا جملہ نہیں ہے۔ امامؑ مختلف اوصافِ پروردگار بیان کرتے ہیں

اور بار بار فرماتے ہیں کہ اللہ کے اوصاف بیان نہیں کیے جاسکتے۔

عام انسان کے لیے اللہ سبحانہ کی ایک صفت ''اَللّٰهُ اَكْبَرْ'' کی تشریح ممکن نہیں۔امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں کسی شخص نے کہا اللہ اکبر۔امامؑ نے پوچھا کس سے بڑا ہے۔اُس نے عرض کیا ہر شے سے بڑا ہے۔امامؑ نے فرمایا: اس طرح تو آپ نے اللہ کو محدود کر دیا۔عرض کیا پھر کیا کہوں فرمایا کہو: ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ اَنْ يُوْصَفَ'' اللہ اس سے بڑا ہے کہ اُس کے اوصاف بیان کیے جائیں۔[1]

ان اوصافِ الٰہیہ کے بیان کے بعد آپؑ نے چند جملات میں پیغمبر اکرمؐ کی تعریف کی بیان فرمائی۔اور اُس میں آپؐ کا بھی سب سے بڑا تعارف یہی کرایا کہ آپؐ کا اللہ سے کیا تعلق ہے۔

چیونٹی کا خالق

{وَ لَوْ فَكَّرُوْا فِيْ عَظِيْمِ الْقُدْرَةِ، وَ جَسِيْمِ النِّعْمَةِ، لَرَجَعُوْٓا اِلَى الطَّرِيْقِ، وَ خَافُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ، وَ لٰكِنَّ الْقُلُوْبَ عَلِيْلَةٌ، وَ الْبَصَآئِرَ مَدْخُوْلَةٌ! اَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى صَغِيْرِ مَا خَلَقَ، كَيْفَ اَحْكَمَ خَلْقَهٗ، وَ اَتْقَنَ تَرْكِيْبَهٗ، وَ فَلَقَ لَهُ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ، وَ سَوّٰى لَهُ الْعَظْمَ وَ الْبَشَرَ!}.

''اگر لوگ اس کی عظیم الشان قدرتوں اور بلند پایہ نعمتوں میں غور وفکر کریں تو سیدھی راہ کی طرف پلٹ آئیں اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے لگیں، لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوٹی ہیں۔کیا وہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہ جنہیں اس نے پیدا کیا ہے، نہیں دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے اور ان کے جوڑ بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے اور ان کیلئے کان اور آنکھ (کے سوراخ) کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو (پوری مناسبت سے) درست کیا ہے''۔

{ اُنْظُرُوْٓا اِلَى النَّمْلَةِ فِيْ صِغَرِ جُثَّتِهَا، وَ لَطَافَةِ هَيْئَتِهَا، لَا تَكَادُ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ، وَ لَا بِمُسْتَدْرَكِ الْفِكَرِ، كَيْفَ دَبَّتْ عَلٰٓى اَرْضِهَا، وَ صُبَّتْ عَلٰى رِزْقِهَا، تَنْقُلُ الْحَبَّةَ اِلٰى جُحْرِهَا، وَ تُعِدُّهَا فِيْ مُسْتَقَرِّهَا، تَجْمَعُ فِيْ حَرِّهَا لِبَرْدِهَا، وَ فِيْ وُرُوْدِهَا لِصَدَرِهَا، مَكْفُوْلَةٌ بِرِزْقِهَا، مَرْزُوْقَةٌ

[1] الکافی جلد ا صفحہ ۱۱۷ حدیث نمبر ۸۔

بِوِفْقِهَا، لَا يُغْفِلُهَا الْمَنَّانُ، وَ لَا يَحْرِمُهَا الدَّيَّانُ، وَلَوْ فِي الصَّفَا الْيَابِسِ، وَ الْحَجَرِ الْجَامِسِ!}.

"ذرا اس چیونٹی ا کی طرف اس کی جسامت کے اختصار اور شکل وصورت کی باریکی کے عالم میں نظر کرو۔ اتنی چھوٹی کہ گوشۂ چشم سے بمشکل دیکھی جا سکے اور نہ فکروں میں سماتی ہے۔ دیکھو تو کیونکر زمین پر رینگتی پھرتی ہے اور اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے بل کی طرف لئے جاتی ہے اور اسے اپنے قیام گاہ میں مہیا رکھتی ہے اور گرمیوں میں جاڑے کے موسم کیلئے اور قوت وتوانائی کے زمانے میں عجز و درماندگی کے دنوں کیلئے ذخیرہ اکٹھا کر لیتی ہے۔ اس کی روزی کا ذمہ لیا جا چکا ہے اور اس کے مناسبِ حال رزق اسے پہنچتا رہتا ہے۔ خدائے کریم اس سے تغافل نہیں برتتا اور صاحب عطا وجزا اسے محروم نہیں رکھتا، اگر چہ وہ خشک پتھر اور جمے ہوئے سنگ خارا کے اندر کیوں نہ ہو"۔

{وَ لَوْ فَكَّرْتَ فِيْ مَجَارِيْ اَكْلِهَا، وَ فِيْ عُلْوِهَا وَ سُفْلِهَا، وَ مَا فِي الْجَوْفِ مِنْ شَرَاسِيْفِ بَطْنِهَا، وَ مَا فِي الرَّأْسِ مِنْ عَيْنِهَا وَ اُذُنِهَا، لَقَضَيْتَ مِنْ خَلْقِهَا عَجَبًا، وَ لَقِيْتَ مِنْ وَّصْفِهَا تَعَبًا! فَتَعَالَى الَّذِيْ اَقَامَهَا عَلٰى قَوَآئِمِهَا، وَ بَنَاهَا عَلٰى دَعَآئِمِهَا! لَمْ يَشْرَكْهُ فِيْ فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ، وَ لَمْ يُعِنْهُ فِيْ خَلْقِهَا قَادِرٌ}.

"اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے بلند و پست حصوں اور اس کے خول میں پیٹ کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور اس کے سر میں (چھوٹی چھوٹی) آنکھوں اور کانوں (کی ساخت) میں غور وفکر کرو گے تو اس کی آفرینش پر تمہیں تعجب ہوگا اور اس کا وصف کرنے میں تمہیں تعب اٹھانا پڑے گا۔ بلند و برتر ہے وہ کہ جس نے اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کیا ہے اور ستونوں (اعضاء) پر اس کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے بنانے میں کوئی بنانے والا اس کا شریک نہیں ہوا ہے اور نہ اس کے پیدا کرنے میں کسی قادر وتوانا نے اس کا ہاتھ بٹایا ہے"۔

{وَ لَوْ ضَرَبْتَ فِيْ مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لِتَبْلُغَ غَايَاتِهٖ، مَا دَلَّتْكَ الدَّلَالَةُ اِلَّا عَلٰى اَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ، لِدَقِيْقِ تَفْصِيْلِ كُلِّ شَيْءٍ، وَ

غَامِضِ اخْتِلَافِ كُلِّ حَيٍّ. وَ مَا الْجَلِيْلُ وَ اللَّطِيْفُ، وَ الثَّقِيْلُ وَ الْخَفِيْفُ، وَ الْقَوِيُّ وَ الضَّعِيْفُ، فِيْ خَلْقِهٖٓ اِلَّا سَوَآءٌ، وَ كَذٰلِكَ السَّمَآءُ وَ الْهَوَآءُ، وَ الرِّيَاحُ وَ الْمَآءُ}.

”اگر تم سوچ بچار کی راہوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد تک پہنچ جاؤ تو عقل کی رہنمائی تمہیں بس اس نتیجے پر پہنچائے گی کہ جو چیونٹی کا پیدا کرنے والا ہے وہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے، کیونکہ ہر چیز کی تفصیل لطافت و باریکی لئے ہوئے ہے اور ہر ذی حیات کے مختلف اعضاء میں باریک ہی سا فرق ہے۔ اس کی مخلوقات میں بڑی اور چھوٹی، بھاری اور ہلکی، طاقتور اور کمزور چیزیں یکساں ہیں اور یونہی آسمان، فضا، ہوا اور پانی برابر ہیں“۔

امامؑ فرماتے ہیں اللہ کی عظیم قدرت میں فکر کریں اس کی لاتعداد نعمتوں میں غور کریں تو انہی سے آپ کی تربیت ہوگی۔ نعمت دینے والا اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اُس کی رضا کس میں ہے؟ اُس کریم کی نعمات تو گنی نہیں جاسکتیں۔ خورشید و ماہ، آسمان و زمین، بادل و بارش آب و ہوا سب انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر جگہ اُس کی نعمات کا دسترخوان بچھا ہے ان نعمات کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ نعمات عطا کرنے والے کی معرفت حاصل کی جائے اور پھر اس کی دی ہوئی نعمات پر اس کا شکر بجالیا جائے۔ جو اللہ بار بار فرماتا ہے میں نے زمین و آسمان میں ہر چیز آپ کے لیے پیدا کی ہے۔ ان چیزوں کو آپ کے لیے مسخر کیا ہے۔ اب انسان پر بھی لازم ہے کہ کبھی خالق کے لئے خلوص سے سجدہ کرے اور اقرار کرے کہ میں بھی مکمل طور پر تیرا ہوں۔ اللہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے کہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[1]

”کہہ دیجئے: میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب یقیناً عالمین کے رب کے لیے ہے“

اس کے بعد امام ان جملات میں متوجہ فرماتے ہیں کہ دل بیمار اور بصیرتیں کھوئی ہوئی ہیں اس لئے اللہ کی نعمات میں انسان غور و فکر نہیں کرتا۔ اس عظمت کے تذکرے کے بعد حیوانات کی خلقت کی طرف توجہ دلائی اور متنبہ فرمایا کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے ان چھوٹے حیوانات کو کس مکمل نظام کے ساتھ پیدا کیا۔

اس خطبہ کے اس خاص حصے میں امامؑ نے چیونٹی کی خلقت میں اللہ کی کرشمہ سازیوں کو تفصیل سے بیان فرمایا اور

---

[1] الانعام: ۱۶۲۔

اللہ کی آیت کبریٰ علی بن ابی طالبؑ نے چیونٹی کو اللہ کی آیت ونشانی کے طور پر پیش کیا۔ اور پھر اپنے فصیح وبلیغ انداز میں اس ننھی سی مخلوقِ خدا اور آیت الٰہی کی تفسیر پیش کی۔ چیونٹی کے بارے میں امامؑ کے ان جملات کو پڑھتے ہوئے انسان سوچتا ہے کہ آپؑ نے ساری زندگی چیونٹی کی تحقیق میں صرف کی ہوگی مگر جس کو اللہ سکھاتا ہے اُس کا اندازِ بیاں ایسا ہی ہوتا ہے۔

امامؑ نے چیونٹی کے بارے فرمایا: ''اللہ اُس کی روزی کا ذمہ لیا جا چکا ہے''، یعنی اُس خالق کی نگاہِ لطف وکرم سے یہ چھوٹی سی مخلوق بھی پوشیدہ نہیں۔ انسان چیونٹی کی زندگی پر غور کرے تو حیران ہوتا ہے کہ اس ننھی سی مخلوق کو کس نے سکھایا کے کب سردی ہے اور کب گرمی آنے والی ہے۔ چیونٹی کی زندگی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے امامؑ نے ایک عظیم جملہ ارشاد فرمایا:

{ اَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ }.

''غور کروگے تو جان لوگے کے چیونٹی کا پیدا کرنے والا وہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے''۔

انسان اگر کھجور کے طویل درخت کے تنے پر موجود چیونٹی کو سامنے رکھے اور دونوں میں ایک وقت غور کرے اور اُس کی بصیرت بیمار نہ ہو تو یقیناً صدائے توحید اُس کے دل سے بلند ہوگی۔ چیونٹی کی زندگی پر بیس بیس سال تک تحقیق کے بعد سینکڑوں قسم کی چیونٹیوں کا موجود ہونا اور ان کے نظام زندگی کی تفصیل جاننا ایک مہم کام اور تحقیق ہے۔ اسی طرح کھجور کی اقسام، اُس کے پھلنے پھولنے کی تفصیل، اس کے موافق وناموافق موسم اور اس کے پھل کے فوائد کے بارے میں جاننا، اِس کائنات کے مدبّر کے علم وقدرت سے آشنا کرتا ہے اور معرفت پروردگار میں اضافہ ہوتا ہے۔

مخلوق سے خالق کی معرفت

{فَانْظُرْ اِلَى الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ، وَ النَّبَاتِ وَ الشَّجَرِ، وَ الْمَآءِ وَ الْحَجَرِ، وَاخْتِلَافِ هٰذَا اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ، وَ تَفَجُّرِ هٰذِهِ الْبِحَارِ، وَ كَثْرَةِ هٰذِهِ الْجِبَالِ، وَ طُوْلِ هٰذِهِ الْقِلَالِ، وَ تَفَرُّقِ هٰذِهِ اللُّغَاتِ، وَ الْاَلْسُنِ الْمُخْتَلِفَاتِ. فَالْوَيْلُ لِمَنْ جَحَدَ الْمُقَدِّرَ، وَ اَنْكَرَ الْمُدَبِّرَ! زَعَمُوْا اَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ مَا لَهُمْ زَارِعٌ، وَ لَا لِاخْتِلَافِ صُوَرِهِمْ صَانِعٌ، وَ لَمْ يَلْجَؤُوْا اِلٰى حُجَّةٍ فِيْمَا ادَّعَوْا، وَ لَا تَحْقِيْقٍ لِمَآ اَوْعَوْا، وَ هَلْ يَكُوْنُ بِنَآءٌ مِّنْ غَيْرِ بَانٍ؟، اَوْ جِنَايَةٌ مِّنْ غَيْرِ جَانٍ؟!}.

"لہٰذا تم سورج، چاند، سبزے، درخت، پانی اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے اور ان دریاؤں کے جاری ہونے اور ان پہاڑوں کی بہتات اور ان چوٹیوں کی اُچان پر نگاہ دوڑاؤ اور ان نعمتوں اور قسم قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر کرو۔ اس کے بعد افسوس ہے! ان پر کہ جو قضا و قدر کی مالک ذات اور نظم و انضباط کے قائم کرنے والی ہستی سے انکار کریں۔ انہوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ گھاس پھونس کی طرح خود بخود اُگ آئے ہیں۔ نہ ان کا کوئی بونے والا ہے اور نہ ان کی گوناگوں صورتوں کا کوئی بنانے والا ہے۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں رکھی اور نہ سنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ہے۔ (ذرا سوچو تو کہ) کیا کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے ہوا کرتی ہے؟ اور کوئی جرم بغیر مجرم کے ہوتا ہے؟"

خطبے کے اس حصے میں چودہ قسم کی مخلوق کی مثالیں پیش کر کے آپؑ انسان کو بیدار کرتے ہیں اور آخر میں سوال کرتے ہیں۔ عمارت بنانے والے کے بغیر نہیں بنتی اور جرم مجرم کے بغیر نہیں ہوتا تو کائنات کی اتنی ساری چیزیں بغیر بنانے کے کیسے بن گئیں۔

مکڑی سے اللہ کی پہچان

{وَ اِنۡ شِئۡتَ قُلۡتَ فِی الۡجَرَادَةِ، اِذۡ خَلَقَ لَهَا عَيۡنَيۡنِ حَمۡرَاوَيۡنِ، وَ اَسۡرَجَ لَهَا حَدَقَتَيۡنِ قَمۡرَاوَيۡنِ، وَ جَعَلَ لَهَا السَّمۡعَ الۡخَفِیَّ، وَ فَتَحَ لَهَا الۡفَمَ السَّوِیَّ، وَ جَعَلَ لَهَا الۡحِسَّ الۡقَوِیَّ، وَ نَابَيۡنِ بِهِمَا تَقۡرِضُ، وَ مِنۡجَلَيۡنِ بِهِمَا تَقۡبِضُ، يَرۡهَبُهَا الزُّرَّاعُ فِیۡ زَرۡعِهِمۡ، وَ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ذَبَّهَا، وَ لَوۡ اَجۡلَبُوۡا بِجَمۡعِهِمۡ، حَتّٰی تَرِدَ الۡحَرۡثَ فِیۡ نَزَوَاتِهَا، وَ تَقۡضِیَ مِنۡهُ شَهَوَاتِهَا، وَ خَلۡقُهَا كُلُّهٗ لَا يَكُوۡنُ اِصۡبَعًا مُّسۡتَدِقَّةً}.

"اگر چاہو تو (چیونٹی کی طرح) ٹڈی کے متعلق بھی کچھ کہو کہ اس کیلئے لال بھبوکا دو آنکھیں پیدا کیں اور اس کی آنکھوں کے چاند سے دونوں حلقوں کے چراغ روشن کئے اور اس کیلئے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے اور مناسب و معتدل منہ کا شگاف بنایا اور اس کے حس کو قوی اور تیز قرار دیا اور ایسے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتیوں کو) کاٹتی ہے اور درانتی کی طرح کے دو پیر

دیئے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے۔ کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے جتھوں کو سمیٹ لیں، جب بھی اس ٹڈی دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ جست و خیز کرتا ہوا ان کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا جسم ایک باریک انگلی کے بھی برابر نہیں ہوتا"۔

پرندوں سے پروازِ معرفت

{فَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِیْ یَسْجُدُ لَهٗ ﴿مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا﴾، وَ یُعَفِّرُ لَهٗ خَدًّا وَّ وَجْهًا، وَ یُلْقِیْ اِلَیْهِ بِالطَّاعَةِ سِلْمًا وَّ ضَعْفًا، وَ یُعْطِیْ لَهُ الْقِیَادَ رَهْبَةً وَّ خَوْفًا!. فَالطَّیْرُ مُسَخَّرَةٌ لِاَمْرِهٖ، اَحْصٰی عَدَدَ الرِّیْشِ مِنْهَا وَ النَّفَسَ، وَاَرْسٰی قَوَآئِمَهَا عَلَی النَّدٰی وَ الْیَبَسِ، وَ قَدَّرَ اَقْوَاتَهَا، وَ اَحْصٰی اَجْنَاسَهَا، فَهٰذَا غُرَابٌ وَّ هٰذَا عُقَابٌ، وَ هٰذَا حَمَامٌ وَّ هٰذَا نَعَامٌ، دَعَا كُلَّ طَآئِرٍ بِاسْمِهٖ، وَ كَفَلَ لَهٗ بِرِزْقِهٖ. وَ اَنْشَاَ ﴿السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾، فَاَهْطَلَ دِیَمَهَا، وَ عَدَّدَ قِسَمَهَا، فَبَلَّ الْاَرْضَ بَعْدَ جُفُوْفِهَا، وَ اَخْرَجَ نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوْبِهَا}.

"پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت سجدہ میں گرا ہوا ہے اور اس کیلئے رخسار اور چہرے کو خاک پر مل رہا ہے اور عجز و انکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے اور خوف و دہشت سے اپنی باگ ڈور اسے سونپے ہوئے ہے۔ پرندے اس کے حکم (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے) خشکی پر جما دیئے ہیں اور ان کی روزیاں معین کر دی ہیں اور ان کے انواع و اقسام پر احاطہ رکھتا ہے کہ یہ کوا ہے اور یہ عقاب، یہ کبوتر ہے اور یہ شتر مرغ۔ اس نے ہر پرندے کو اس کے نام پر دعوت (وجود) دی اور ان کی روزی کا ذمہ لیا اور یہ بھاری بوجھل بادل پیدا کئے کہ جن سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور حصہ رسدی مختلف (سرزمینوں پر) انہیں بانٹ دیا اور زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تر بتر کر دیا اور بنجر ہونے کے بعد اس سے (لہلہاتا ہوا) سبزہ اُگایا"۔

امامؑ اس خطبہ میں جہاں کائنات کی عظیم خلقت کی مثالیں دیں وہیں چیونٹی کے بدن وخلقت کی بارکیاں پیش فرمائیں۔ یہاں آپؑ نے ٹڈی کے جسم اور اس چھوٹی سی مخلوق سے انسان کے خوف زدہ ہونے کو بیان فرمایا۔ چیونٹی ایک ایسی مخلوق ہے جو ضرر رساں نہیں، مگر ٹڈی ایک ایسی مخلوق ہے جو فصلوں اور درختوں کو لحظے میں نیست و نابود کر دیتی ہے اور بڑی بڑی حکومتوں کو بھی خوف زدہ کر دیتی اور شکست دے دیتی ہے۔ ٹڈی کے ذکر کے بعد امامؑ نے کائنات کے رب کے سامنے سجدوں کا ذکر فرمایا گویا آپؑ واضح فرما رہے ہیں کہ اللہ کی مخلوق کو دیکھو اور اپنی کمزوریوں پر نظر ڈالو اور یوں اُس مالک کو پہچانو اور اس سے اپنا تعلق جوڑو اور سجدہ اس تعلق کے قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آخری حصہ میں امامؑ نے پرندوں کا ذکر فرمایا کہ شاید پرندوں کی پرواز دیکھ کر انسان بھی معرفتِ الٰہی کی طرف پرواز کر سکے۔

(خطبہ: ۱۸۴)

خطبۂ توحید

{مَا وَحَّدَهٗ مَنْ كَيَّفَهٗ، وَ لَا حَقِيْقَتَهٗ اَصَابَ مَنْ مَّثَّلَهٗ، وَ لَآ اِيَّاهُ عَنٰى مَنْ شَبَّهَهٗ، وَ لَا صَمَدَهٗ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ وَ تَوَهَّمَهٗ. كُلُّ مَعْرُوْفٍ بِنَفْسِهٖ مَصْنُوْعٌ، وَكُلُّ قَآئِمٍ فِيْ سِوَاهُ مَعْلُوْلٌ}۔

''جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اس نے اسے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا اس نے اس کا رخ نہیں کیا۔ جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو وہ علت کا محتاج ہوگا''۔

{ فَاعِلٌ لَّا بِاضْطِرَابِ اٰلَةٍ، مُقَدِّرٌ لَّا بِجَوْلِ فِكْرَةٍ، غَنِيٌّ لَّا بِاسْتِفَادَةٍ. لَا تَصْحَبُهُ الْاَوْقَاتُ، وَ لَا تَرْفُدُهُ الْاَدَوَاتُ. سَبَقَ الْاَوْقَاتَ كَوْنُهٗ، وَ الْعَدَمَ وُجُوْدُهٗ، وَ الِابْتِدَآءَ اَزَلُهٗ}۔

''وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے۔ وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، بغیر فکر کی

جولانی کے۔ وہ تونگر وغنی ہے بغیر دوسروں سے استفادہ کئے۔ نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون ومعین ہیں۔اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر، اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطۂ آغاز سے بھی پہلے سے ہے"۔

{ بِتَشْعِيْرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ اَنْ لَّا مَشْعَرَ لَهٗ، وَ بِمُضَادَّتِهٖ بَيْنَ الْاُمُوْرِ عُرِفَ اَنْ لَّا ضِدَّ لَهٗ، وَ بِمُقَارَنَتِهٖ بَيْنَ الْاَشْيَآءِ عُرِفَ اَنْ لَّا قَرِيْنَ لَهٗ. ضَادَّ النُّوْرَ بِالظُّلْمَةِ، وَ الْوُضُوْحَ بِالْبُهْمَةِ، وَ الْجُمُوْدَ بِالْبَلَلِ، وَ الْحَرُوْرَ بِالصَّرَدِ. مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا، مُقَارِنٌ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا، مُقَرِّبٌ بَيْنَ مُتَبَاعِدَاتِهَا، مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا } .

"اس نے جو احساس وشعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس وآلات شعور نہیں رکھتا اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہوسکتی اور چیزوں کو جو اس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔ اس نے نور کو ظلمت کی، روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، ایک دوسرے سے دور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا اور باہم پیوستہ چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے"۔

{ لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَ لَا يُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَ اِنَّمَا تَحُدُّ الْاَدَوَاتُ اَنْفُسَهَا، وَ تُشِيْرُ الْاٰلَاتُ اِلٰى نَظَآئِرِهَا، مَنَعَتْهَا "مُنْذُ" الْقِدَمِيَّةَ، وَ حَمَتْهَا "قَدُ" الْاَزَلِيَّةَ، وَ جَنَّبَتْهَا "لَوْلَا" التَّكْمِلَةَ! بِهَا تَجَلّٰى صَانِعُهَا لِلْعُقُوْلِ، وَ بِهَا امْتَنَعَ عَنْ نَّظَرِ الْعُيُوْنِ } .

"وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قویٰ تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں۔ انہیں لفظ "منذ" نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے اور لفظِ "قد" نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے اور لفظ "لولا" نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضاء وجوارح اور حواس ومشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے

جلوہ گر ہوا ہے اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ سے بری ہو گیا ہے"۔

وہ بدلتا نہیں

{ لَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ السُّکُوْنُ وَ الْحَرَکَةُ، وَ کَیْفَ یَجْرِیْ عَلَیْهِ مَا هُوَ اَجْرَاهُ، وَ یَعُوْدُ فِیْهِ مَا هُوَ اَبْدَاهُ، وَ یَحْدُثُ فِیْهِ مَا هُوَ اَحْدَثَهٗ! اِذًا لَّتَفَاوَتَتْ ذَاتُهٗ، وَ لَتَجَزَّاَ کُنْهُهٗ، وَ لَامْتَنَعَ مِنَ الْاَزَلِ مَعْنَاهُ، وَ لَکَانَ لَهٗ وَرَآءٌ اِذْ وُجِدَ لَهٗ اَمَامٌ، وَ لَالْتَمَسَ التَّمَامَ اِذْ لَزِمَهُ النُّقْصَانُ. وَ اِذًا لَّقَامَتْ اٰیَةُ الْمَصْنُوْعِ فِیْهِ، وَ لَتَحَوَّلَ دَلِیْلًا بَعْدَ اَنْ کَانَ مَدْلُوْلًا عَلَیْهِ، وَ خَرَجَ بِسُلْطَانِ الْاِمْتِنَاعِ مِنْ اَنْ یُّؤَثِّرَ فِیْهِ مَا یُؤَثِّرُ فِیْ غَیْرِهٖ. الَّذِیْ لَا یَحُوْلُ وَ لَا یَزُوْلُ، وَ لَا یَجُوْزُ عَلَیْهِ الْاُفُوْلُ }.

"حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ بھلا جو چیز اس نے مخلوقات پر طاری کی ہو، وہ اس پر کیونکر طاری ہو سکتی ہے؟ اور جو چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو وہ اس میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو اس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی اور اس کی ہستی قابل تجزیہ ٹھہرے گی اور اس کی حقیقت ہمیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر اس کیلئے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا اور اس صورت میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں آ جاتیں، اور جبکہ ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا۔ حالانکہ وہ اس امر مسلّمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع ہے، اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ادلتا بدلتا نہیں، نہ زوال پذیر ہوتا ہے، نہ غروب ہونا اس کیلئے روا ہے"۔

یہ نہج البلاغہ کا وہ خطبہ ہے جس کا نام خطبۃ التوحید ہے۔ اس خطبہ میں توحید سے متعلق جو ابحاث درج ہیں وہ کسی اور خطبہ یا کسی اور کتاب میں نہیں ہیں۔ نہج البلاغہ کے جامع سید رضیؒ کے بڑے بھائی سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ اپنی کتاب امالی میں فرماتے ہیں کہ علمِ کلام کے علماء نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اِس خطبہ میں موجود ہے۔ اس خطبہ میں ستر سے زائد اوصافِ الٰہی بیان ہوئے ہیں۔ سید رضیؒ نے اس خطبہ کی ابتدا میں لکھا ہے کہ یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے اور علم و

معرفت کی اتنی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے۔آیت اللہ ناصر مکارم شرح نہج البلاغہ میں اس خطبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حق بنتا ہے کہ اس خطبہ کو نہج البلاغہ کی ''سورہ توحید'' قرار دیا جائے۔ آقای مکارم لکھتے ہیں: اس خطبہ میں جو بھی غور وفکر کرے گا اُس کے لیے واضح ہوگا کہ دنیا کسی الٰہی فلسفی نے نہ ماضی میں اور نہ حال میں اتنی باریک اور واضح خوبصورت اور جالب انداز سے خدا کی معرفت کرائی بلکہ اگر اس خطبہ کا مطالعہ کرنے والا مسلمان نہ بھی ہوگا تو اِس کلام کے کہنے والے کو ہزار آفرین کہے گا۔ثقۃ الاسلام کلینی الکافی باب الحجۃ میں اس خطبہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو علم توحید حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اگر اِس خطبہ میں غور وفکر کرے اور سمجھے تو اُس کے لئے یہ کافی ہے۔

اس خطبہ کو باریک بینی سے دیکھا جائے تو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔شروع میں امامؑ نے اللہ سبحانہ کی صفاتِ ثبوتیہ بیان فرمائیں پھر کچھ صفاتِ سلبیہ بیان کیں اور ایک حصہ اُس ذات کی قدرت کے بیان سے متعلق اور قیامت اور قیامت کے بعد کی زندگی سے متعلق ارشاد فرمایا۔اس کتاب میں تمام جملات کی شرح مقصود نہیں ورنہ یہ خطبہ خود ایک الگ کتاب کا موضوع ہے۔اس لیے ترجمہ کی حد تک اکتفا کیا جاتا ہے۔امامؑ پورے خطبہ میں الفاظ بدل بدل کر مخاطب کو سمجھا رہے ہیں کہ اللہ کو کسی شے سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔وہ جسم سے پاک ہے۔کوئی اِس کی مکمل حقیقت کو نہیں جان سکتا اور وہ وہم وخیال میں بھی نہیں سما سکتا۔وہ نظر نہیں آتا مگر عقلوں کے ذریعے سے اور اپنی مخلوق وآثار کے سبب سے آنکھوں سے دیکھیں جانے والی اشیاء سے بھی واضح وظاہر ہے۔

صفات سلبیہ

{ لَمْ یَلِدْ فَیَکُوْنَ مَوْلُوْدًا، وَ لَمْ یُوْلَدْ فَیَصِیْرَ مَحْدُوْدًا، جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْاَبْنَآءِ، وَ طَهُرَ عَنْ مُّلَامَسَةِ النِّسَآءِ. لَا تَنَالُهُ الْاَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهٗ، وَ لَا تَتَوَهَّمُهُ الْفِطَنُ فَتُصَوِّرَهٗ، وَ لَا تُدْرِكُهُ الْحَوَاسُّ فَتَحُسَّهٗ، وَ لَا تَلْمِسُهُ الْاَیْدِیْ فَتَمَسَّهٗ }.

''اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا۔وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔تصوّرات اسے پا نہیں سکتے کہ اس کا اندازہ ٹھہرالیں اور عقلیں اس کا تصور نہیں کر سکتیں کہ اس کی کوئی صورت مقرر کرلیں، حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کرلیں اور ہاتھ اس سے مس نہیں ہو سکتے کہ اسے چھولیں''۔

{ لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَ لَا يَتَبَدَّلُ فِي الْاَحْوَالِ، وَ لَا تُبْلِيْهِ اللَّيَالِيْ وَ الْاَيَّامُ، وَ لَا يُغَيِّرُهُ الضِّيَآءُ وَ الظَّلَامُ، وَ لَا يُوْصَفُ بِشَيْءٍ مِّنَ الْاَجْزَآءِ، وَ لَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْاَعْضَآءِ، وَ لَا بِعَرَضٍ مِّنَ الْاَعْرَاضِ، وَ لَا بِالْغَيْرِيَّةِ وَ الْاَبْعَاضِ. وَ لَا يُقَالُ لَهٗ حَدٌّ وَّ لَا نِهَايَةٌ، وَ لَا انْقِطَاعٌ وَّ لَا غَايَةٌ، وَ لَاۤ اَنَّ الْاَشْيَآءَ تَحْوِيْهِ فَتُقِلَّهٗ اَوْ تُهْوِيَهٗ، اَوْ اَنَّ شَيْئًا يَّحْمِلُهٗ، فَيُمِيْلَهٗ اَوْ يُعَدِّلَهٗ. لَيْسَ فِي الْاَشْيَآءِ بِوَالِجٍ، وَ لَا عَنْهَا بِخَارِجٍ }.

”وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے۔ اسے اجزاء و جوارح، صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کیلئے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جا سکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اسے بلند کریں اور خواہ پست، یا چیزیں اسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اسے اِدھر اُدھر موڑیں اور چاہے اسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے اور نہ ان سے باہر“۔

{ يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَّ لَهَوَاتٍ، وَ يَسْمَعُ لَا بِخُرُوْقٍ وَّ اَدَوَاتٍ، يَقُوْلُ وَ لَا يَلْفِظُ، وَ يَحْفَظُ وَ لَا يَتَحَفَّظُ، وَ يُرِيْدُ وَ لَا يُضْمِرُ. يُحِبُّ وَ يَرْضٰى مِنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَ يُبْغِضُ وَ يَغْضَبُ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ }.

”وہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے، وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے سوراخوں اور آلات سماعت کے، وہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے، وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب اور ضمیر کے، وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی تکلیف کے“۔

{ يَقُوْلُ لِمَنْ اَرَادَ كَوْنَهٗ: ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾، لَا بِصَوْتٍ يَّقْرَعُ، وَ لَا بِنِدَآءٍ يُّسْمَعُ، وَ اِنَّمَا كَلَامُهٗ سُبْحَانَهٗ فِعْلٌ مِّنْهُ اَنْشَاَهٗ، وَ مِثْلُهٗ لَمْ يَكُنْ مِّنْ قَبْلِ ذٰلِكَ كَآئِنًا، وَ لَوْ كَانَ قَدِيْمًا لَّكَانَ اِلٰهًا ثَانِيًا }.

”جسے پیدا کرنا چاہتا ہے اسے ”ہو جا!“ کہتا ہے جس سے وہ ہو جاتی ہے، بغیر کسی ایسی آواز

کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جا سکے۔ بلکہ اللہ سبحانہ کا کلام بس اس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہوسکتا اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا"۔

{ لَا يُقَالُ: كَانَ بَعْدَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ، فَتَجْرِیَ عَلَيْهِ الصِّفَاتُ الْمُحْدَثَاتُ، وَ لَا يَكُوْنُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗ فَصْلٌ، وَ لَا لَهٗ عَلَيْهَا فَضْلٌ، فَيَسْتَوِیَ الصَّانِعُ وَ الْمَصْنُوْعُ، وَ يَتَكَافَاَ الْمُبْتَدَعُ وَالْبَدِيْعُ }.

"یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجہ میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آجائیں اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں"۔

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے صفاتِ سلبیہ کو بڑی تعداد میں بیان فرمایا: "لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ" کی تفسیر بیان فرمائی اور وہ کسی شے کا محتاج نہیں اس کو واضح فرمایا اور کسی لحاظ سے بھی محدود نہیں کو روشن کیا۔ اور اُس کے حکم میں بھی وہ زبان کا محتاج نہیں ہے۔

وہ محتاج نہیں

{ خَلَقَ الْخَلَآئِقَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ، وَ لَمْ يَسْتَعِنْ عَلٰى خَلْقِهَا بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ. وَ اَنْشَاَ الْاَرْضَ فَاَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ، وَ اَرْسَاهَا عَلٰى غَيْرِ قَرَارٍ، وَ اَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَآئِمَ، وَ رَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَآئِمَ، وَ حَصَّنَهَا مِنَ الْاَوَدِ وَ الْاِعْوِجَاجِ، وَ مَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَ الْاِنْفِرَاجِ، اَرْسٰى اَوْتَادَهَا، وَ ضَرَبَ اَسْدَادَهَا، وَ اسْتَفَاضَ عُيُوْنَهَا، وَ خَدَّ اَوْدِيَتَهَا، فَلَمْ يَهِنْ مَا بَنَاهُ، وَ لَا ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ }.

"اس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اس نے مخلوقات میں سے کسی ایک سے بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں الجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا اور بغیر ستونوں کے اس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند

کیا، کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اسے بچائے رہا۔ اس کے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا، اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزرگاہوں کو شگافتہ کیا۔ اس نے جو بنایا اس میں کوئی سستی نہ آئی اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی"۔

قدرتِ پروردگار

{هُوَ الظّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهٖ وَ عَظَمَتِهٖ، وَ هُوَ الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهٖ وَ مَعْرِفَتِهٖ، وَ الْعَالِيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِّنهَا بِجَلَالِهٖ وَ عِزَّتِهٖ. لَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ مِّنْهَا طَلَبَهٗ، وَلَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهٗ، وَلَايَفُوْتُهُ السَّرِيْعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهٗ، وَ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى ذِيْ مَالٍ فَيَرْزُقَهٗ}۔

"وہ اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت اس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت کے سبب سے اس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جس چیز کا اس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کی دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آ سکتی ہے اور نہ کوئی تیز رو اس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مالدار کا محتاج ہے کہ وہ اسے روزی دے"۔

{خَضَعَتِ الْاَشْيَآءُ لَهٗ، وَ ذَلَّتْ مُسْتَكِيْنَةً لِّعَظَمَتِهٖ، لَا تَسْتَطِيْعُ الْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهٖ اِلٰى غَيْرِهٖ فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَّفْعِهٖ وَ ضَرِّهٖ، وَ لَا كُفُوَ لَهٗ فَيُكَافِئَهٗ، وَ لَا نَظِيْرَ لَهٗ فَيُسَاوِيَهٗ. هُوَ الْمُفْنِيْ لَهَا بَعْدَ وُجُوْدِهَا، حَتّٰى يَصِيْرَ مَوْجُوْدُهَا كَمَفْقُوْدِهَا. وَ لَيْسَ فَنَآءُ الدُّنْيَا بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا بِاَعْجَبَ مِنْ اِنْشَآئِهَا وَ اخْتِرَاعِهَا، وَ كَيْفَ وَ لَوِ اجْتَمَعَ جَمِيْعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَ بَهَآئِمِهَا، وَمَا كَانَ مِنْ مُّرَاحِهَا وَ سَآئِمِهَا، وَ اَصْنَافِ اَسْنَاخِهَا وَ اَجْنَاسِهَا، وَمُتَبَلِّدَةِ اُمَمِهَا وَاَكْيَاسِهَا، عَلٰى اِحْدَاثِ بَعُوْضَةٍ، مَاقَدَرَتْ عَلٰى اِحْدَاثِهَا، وَ لَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيْلُ اِلٰى اِيْجَادِهَا، وَ لَتَحَيَّرَتْ عُقُوْلُهَا فِيْ عِلْمِ ذٰلِكَ وَ تَاهَتْ، وَ عَجَزَتْ قُوَاهَا وَ تَنَاهَتْ، وَ رَجَعَتْ

خَاسِئَةً حَسِيْرَةً، عَارِفَةً بِاَنَّهَا مَقْهُوْرَةٌ، مُقِرَّةً بِالْعَجْزِ عَنْ اِنْشَآئِهَا، مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ اِفْنَآئِهَا!}.

"تمام چیزیں اس کے سامنے عاجز اور اس کی بزرگی وعظمت کے آگے ذلیل وخوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود وعطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اُتر سکے، نہ اس کا کوئی مثل ونظیر ہے جو اُس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے، یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست ونابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (ودشوار) نہیں اور کیونکر ایسا ہوسکتا ہے جبکہ تمام حیوان، وہ پرندے ہوں یا چوپائے، رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں یا چراگاہوں میں چرنے والے، جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں وہ اور تمام آدمی، کودن وغبی صنف سے ہوں یا زیرک وہوشیار، سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت ہے اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران وسرگرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ ہوجائیں گی اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں، خستہ ونامراد ہوکر پلٹ آئیں گے"۔

اس حصہ میں اللہ کی مخلوقات خصوصاً زمین کی پیدائش اور اُس پر اللہ کی قدرت کو بیان کیا۔ اور اللہ سبحانہ کی زمین پر حکومت وشاہی کا ذکر کیا اور اللہ کے سامنے ہر شے کے عجز وفقر کو پیش کیا۔

واحد وقہار

{وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَعُوْدُ بَعْدَ فَنَآءِ الدُّنْيَا وَحْدَهٗ لَا شَيْءَ مَعَهٗ، كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَآئِهَا، كَذٰلِكَ يَكُوْنُ بَعْدَ فَنَآئِهَا، بِلَا وَقْتٍ وَّ لَا مَكَانٍ، وَ لَا حِيْنٍ وَّ لَا زَمَانٍ، عُدِمَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ الْاٰجَالُ وَ الْاَوْقَاتُ، وَ زَالَتِ

السِّنُوْنَ وَ السَّاعَاتُ، فَلَا شَیْءَ اِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِیْ اِلَیْهِ مَصِیْرُ جَمِیْعِ الْاُمُوْرِ، بِلَا قُدْرَةٍ مِّنْهَا کَانَ ابْتِدَآءُ خَلْقِهَا، وَ بِغَیْرِ امْتِنَاعٍ مِّنْهَا کَانَ فَنَآؤُهَا، وَ لَوْ قَدَرَتْ عَلَی الْاِمْتِنَاعِ لَدَامَ بَقَآؤُهَا}۔

"بلا شبہ اللہ سبحانہ دنیا کے مٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہوگا، کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا، یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہوگا۔ اس وقت مدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی سوائے اس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ ان کی آفرینش کی ابتدا ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور ان کا فنا ہونا بھی ان کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر ان کو انکار پر قدرت ہوتی تو ان کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی"۔

بے نیاز ہستی

{لَمْ یَتَکَآءَدْهُ صُنْعُ شَیْءٍ مِّنْهَآ اِذْ صَنَعَهٗ، وَ لَمْ یَؤُدْهُ مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهٗ وَ بَرَاَهٗ، وَ لَمْ یُکَوِّنْهَا لِتَشْدِیْدِ سُلْطَانٍ، وَ لَا لِخَوْفٍ مِّنْ زَوَالٍ وَ نُقْصَانٍ، وَ لَا لِلْاِسْتِعَانَةِ بِهَا عَلٰی نِدٍّ مُّکَاثِرٍ، وَ لَا لِلْاِحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُّثَاوِرٍ، وَ لَا لِلْاِزْدِیَادِ بِهَا فِیْ مُلْکِهٖ، وَ لَا لِمُکَاثَرَةِ شَرِیْکٍ فِیْ شِرْکِهٖ، وَ لَا لِوَحْشَةٍ کَانَتْ مِنْهُ، فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَاْنِسَ اِلَیْهَا. ثُمَّ هُوَ یُفْنِیْهَا بَعْدَ تَکْوِیْنِهَا، لَا لِسَاَمٍ دَخَلَ عَلَیْهِ فِیْ تَصْرِیْفِهَا وَ تَدْبِیْرِهَا، وَ لَا لِرَاحَةٍ وَّاصِلَةٍ اِلَیْهِ، وَ لَا لِثِقَلِ شَیْءٍ مِّنْهَا عَلَیْهِ}۔

"جب اس نے کسی چیز کو بنایا تو اس کے بنانے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اس نے خلق و ایجاد کیا اس کی آفرینش نے اسے خستہ و درماندہ کیا۔ اس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات (سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حاصل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و سلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے

مقابلہ میں اپنی کثرت پر اترانے کیلئے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا اور نہ اس لئے کہ اُس نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا، اس لئے نہیں کہ ان میں ردّ و بدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اس آسودگی و راحت کے خیال سے کہ جو (انہیں مٹا کر) اسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو"۔

غیر فانی

{لَا يُمِلُّهُ طُوْلُ بَقَآئِهَا فَيَدْعُوَهُ اِلٰى سُرْعَةِ اِفْنَآئِهَا. لٰكِنَّهُ سُبْحَانَهُ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهٖ، وَ اَمسَكَهَا بِاَمْرِهٖ، وَ اَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهٖ. ثُمَّ يُعِيْدُهَا بَعْدَ الْفَنَآءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِّنْهُ اِلَيْهَا، وَلَا اسْتِعَانَةٍ بِشَيْءٍ مِّنْهَا عَلَيْهَا، وَلَا لِانْصِرَافٍ مِّنْ حَالِ وَحْشَةٍ اِلٰى حَالِ اسْتِئْنَاسٍ، وَلَا مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَّ عَمًى اِلٰى حَالِ عِلْمٍ وَّ الْتِمَاسٍ، وَلَا مِنْ فَقْرٍ وَّ حَاجَةٍ اِلٰى غِنًى وَّ كَثْرَةٍ، وَلَا مِنْ ذُلٍّ وَّ ضَعَةٍ اِلٰى عِزٍّ وَ قُدْرَةٍ}.

"اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اسے دعوت دے، بلکہ اللہ سبحانہ نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا، نہ اس لئے کہ ان میں سے کسی چیز کی اسے احتیاج ہے اور ان کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی الجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کیلئے اور جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت اور تجربات کی دنیا میں آنے کیلئے اور فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلت و پستی سے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کیلئے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے"۔

اس حصہ میں انسان کے فنا ہونے اور سب کچھ فنا ہونے کے بعد بھی اللہ کے باقی ہونے کی وضاحت فرمائی۔ اور انسان کے دوبارہ اٹھائے جانے کو بیان فرمایا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہ خطبہ امیر المومنینؑ کے توحید کے بیان کا

شاندار خطبہ ہے اور اسے خطبۃ التوحید کہتے ہیں۔معرفت پر ایسے گفتگو وہی ذاتِ گرامی کرسکتی ہے جو اللہ کے دربار میں یوں گویا ہے:

اِلٰھِیْ کَفٰی لِیْ عِزًّا اَنْ اَکُوْنَ لَکَ عَبْدًا وَ کَفٰی بِیْ فَخْرًا اَنْ تَکُوْنَ لِیْ رَبًّا۔[1]

''میرے معبود میری عزت کے لئے یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لئے یہی بس ہے کہ تو میرا رب ہے''۔

(خطبہ:۱۸۶)

پردہ پوشی پر حمد

{ اُوصِیکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ! بِتَقْوَی اللهِ وَ کَثْرَةِ حَمْدِهٖ عَلَی اٰلَآئِهٖ اِلَیْکُمْ، وَ نَعْمَآئِهٖ عَلَیْکُمْ، وَ بَلَآئِهٖ لَدَیْکُمْ. فَکَمْ خَصَّکُمْ بِنِعْمَةٍ، وَ تَدَارَکَکُمْ بِرَحْمَةٍ! اَعْوَرْتُمْ لَهٗ فَسَتَرَکُمْ، وَ تَعَرَّضْتُمْ لِاَخْذِهٖ فَاَمْهَلَکُمْ! }.

''اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی ان نعمتوں پر جو اس نے تمہیں دیں اور ان انعامات پر جو تمہیں بخشے اور ان احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کئے ہیں، بکثرت حمد وستائش کی نصیحت کرتا ہوں۔کتنا ہی اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کیلئے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دستگیری کی۔تم نے علانیہ برائیاں کیں لیکن اس نے تمہاری پردہ پوشی کی،تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابل گرفت تھیں مگر اس نے تمہیں ڈھیل دی''۔

اللہ کی معرفت کے لیے امامؑ نے اللہ کی نعمات کو کلی طور پر بیان فرمایا اور شکر منعم کی فطرت کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔خصوصیت سے آخری دو جملوں میں اللہ کی طرف سے پردہ پوشی اور مہلت کو بیان فرمایا اور ان تمام نعمات پر کثرت سے حمد کی وصیت کی۔رب کی ان دو صفات پردہ پوشی اور مہلت ہی کو سمجھ لیا جائے تو اُس کے لطف و رحمت کے ذریعہ اس کی معرفت کے بڑے درجات حاصل ہوسکتے ہیں۔

---

[1] خصال شیخ صدوق، ج۲،ص۴۲۰۔

(خطبہ:۱۸۷)

مقامِ معرفت

{اَحۡمَدُہٗ شُکۡرًا لِاِنۡعَامِہٖ،وَاَسۡتَعِیۡنُہٗ عَلٰی وَظَآئِفِ حُقُوۡقِہٖ، عَزِیۡزُ الۡجُنۡدِ، عَظِیۡمُ الۡمَجۡدِ}.

"میں اس کے انعامات کے شکریہ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کیلئے اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ وہ بڑے لاؤلشکر اور بڑی شان والا ہے"۔

اس خطبہ میں حمد کو شکریہ کی ادائیگی کے طور پر بیان فرمایا اور حمد کی ادائیگی اور دوسرے حقوقِ الٰہیہ کی بجا آوری کے لئے اللہ سے مدد طلب کی۔ یعنی نماز وروزے جیسے واجبات کے فریضہ کو نبھانا بھی توفیقِ الٰہی ہی سے ہے جس کے لیے اللہ کی مدد ضروری ہے ورنہ یہ توفیق ہر کسی کو نہیں ملتی۔ اس خطبہ میں معرفت پروردگار کی اہمیت کو واضح فرمایا اور ساتھ ہی پیغمبر اکرمؐ اور اہل بیتؑ کی عظمت سے بھی آگاہ کیا۔ جیسا کہ قرآن مجید نے ولایت اور اطاعت جیسے مہم موضوعات میں اللہ اور رسول اللہؐ کے ذکر کے ساتھ اہلبیت کی اطاعت اور ولایت کا ذکر فرمایا امامؑ نے بھی یہاں اللہ اور رسول اللہؐ کی معرفت کے ساتھ اہل بیتؑ کی معرفت کے کا ذکر فرمایا۔ اور جو اجر وثواب معرفتِ خدا اور رسولؐ کے لیے بیان کیا وہی مقام معرفت اہل بیتؑ پر ملنے کا ذکر کیا۔

{اِلۡزَمُوا الۡاَرۡضَ ،وَ اصۡبِرُوۡا عَلَی الۡبَلَاءِ،وَ لَا تُحَرِّکُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ وَ سُیُوۡفِکُمۡ فِیۡ ھَوٰی اَلۡسِنَتِکُمۡ وَ لَا تَسۡتَعۡجِلُوۡا بِمَا لَمۡ یُعَجِّلۡہُ اللہُ لَکُمۡ۔ فَاِنَّہٗ مَنۡ مَاتَ مِنۡکُمۡ عَلٰی فِرَاشِہٖ وَ ھُوَ عَلٰی مَعۡرِفَۃِ حَقِّ رَبِّہٖ وَ حَقِّ رَسُوۡلِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ مَاتَ شَھِیۡدًا ،وَ وَقَعَ اَجۡرُہٗ عَلَی اللہِ وَ اسۡتَوۡجَبَ ثَوَابَ مَا نَوٰی مِنۡ صَالِحِ عَمَلِہٖ ، وَ قَامَتِ النِّیَّۃُ مَقَامَ اِصۡلَاتِہٖ لِسَیۡفِہٖ، فَاِنَّ لِکُلِّ شَیۡءٍ مُّدَّۃً وَّ اَجَلًا}.

"بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ اور ان کے اہلبیتؑ کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اور جس عمل خیر کی نیت اس نے کی ہے اس کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس کی یہ نیت تلوار سونتنے کے قائم مقام

ہے۔ بیشک ہر چیز کی ایک مدت اور معیاد ہوا کرتی ہے''۔

(خطبہ:۱۸۹)

پے در پے نعمات

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِیْ حَمْدُهٗ، وَ الْغَالِبِ جُنْدُهٗ، وَ الْمُتَعَالِیْ جَدُّهٗ. اَحْمَدُهٗ عَلٰی نِعَمِهِ التُّؤَامِ، وَ اٰلَآئِهِ الْعِظَامِ. الَّذِیْ عَظُمَ حِلْمُهٗ فَعَفَا، وَ عَدَلَ فِیْ كُلِّ مَا قَضٰی، وَ عَلِمَ مَا یَمْضِیْ وَ مَا مَضٰی، مُبْتَدِعِ الْخَلَآئِقِ بِعِلْمِهٖ، وَ مُنْشِئِهِمْ بِحُكْمِهٖ بِلَا اقْتِدَآءٍ وَّ لَا تَعْلِیْمٍ، وَ لَا احْتِذَآءٍ لِّمِثَالِ صَانِعٍ حَكِیْمٍ، وَ لَآ اِصَابَةِ خَطَاٍ، وَ لَا حَضْرَةِ مَلَاٍ}.

''تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی حمد ہمہ گیر ہے، جس کا لشکر غالب اور عظمت وشان بلند ہے۔ میں اس کی پے در پے نعمتوں اور بلند پایہ عطیوں پر اس کی حمد وثنا کرتا ہوں۔ اس کے حلم کا درجہ بلند ہے، چنانچہ اس نے گنہگاروں سے درگزر کیا اور اس کا ہر فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ وہ گزری ہوئی اور گزرنے والی باتوں کو جانتا ہے اور بغیر کسی کے نقش قدم پر چلے اور بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے اور کسی بافہم صنعت گر کے نمونہ ومثال کی پیروی کئے بغیر اور بغیر لغزشوں سے دوچار ہوئے اور بغیر (مشیروں کی) جماعت کی موجودگی کے وہ اپنے علم ودانش سے مخلوقات کو ایجاد واختراع کرنے والا ہے''۔

اللہ سبحانہ کی حمد کے ہر طرف پھیلے ہوئے ہونے کا ذکر فرما کر آپؑ متوجہ فرما رہے ہیں کہ اللہ کی چند جملوں میں توصیف بیان کر کے کہیں مغرور نہ ہو جانا۔ کائنات کی ہر چیز زبان حال یا زبان قال سے مشغولِ حمد وتسبیح ہے۔ اور اُس کی بڑی نعمات میں سے حلم اور عدالت کو بیان فرمایا۔ امامؑ نے متعدد بار لفظ نعمت اور آلاء کو استعمال کیا ہے۔ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ آلاء معنوی نعمات کے لیے استعمال ہوتا ہے اور نعماء مادی نعمات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اُس منعم کی نعمات کو گنا نہیں جا سکتا تو حمد بھی جتنی ادا کی جائے کافی نہیں ہے۔ اُس کی نعمات پے در پے ہیں یعنی ایک شے میں کئی کئی نعمات ہیں اور ایک نعمت سے متصل دوسری نعمت ہے۔ شیخ سعدی نے بوستان میں توحید کے عنوان سے اس پر ایک طویل نظم لکھی ہے۔ اس نظم میں لکھتے ہیں:

توحید گوی او نه بنی آدم و بس   هر بلبلی که زمزمه بر شاخسار کرد
لال است در دهان بلاغت زبان وصف از غایت کرم که نهان و آشکار کرد

اللہ کی توحید کا بیان فقط انسان ہی نہیں کرتا بلکہ ہر شاخ پر بیٹھا بلبل زمزمہ توحید کر رہا ہے۔ منہ میں بلیغ زبان اُس کے وصف بیان کرنے سے گونگی ہے۔ زبان اُس کے مخفی وظاہر کرم کی انتہا بیان نہیں کر سکتی۔

(خطبہ:۱۹۰)

اللہ کی شانِ کبریائی

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَبِسَ الْعِزَّ وَ الْكِبْرِیَآءَ، وَ اخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهٖ دُوْنَ خَلْقِهٖ، وَ جَعَلَهُمَا حِمًى وَّ حَرَمًا عَلٰى غَیْرِهٖ، وَ اصْطَفَاهُمَا لِجَلَالِهٖ. وَ جَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلٰى مَنْ نَّازَعَهٗ فِیْهِمَا مِنْ عِبَادِهٖ، ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذٰلِكَ مَلٰٓئِكَتَهُ الْمُقَرَّبِیْنَ، لِیَمِیْزَ الْمُتَوَاضِعِیْنَ مِنْهُمْ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَ هُوَ الْعَالِمُ بِمُضْمَرَاتِ الْقُلُوْبِ، وَ مَحْجُوْبَاتِ الْغُیُوْبِ: ﴿اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ﴾، اعْتَرَضَتْهُ الْحَمِیَّةُ، فَافْتَخَرَ عَلٰۤى اٰدَمَ بِخَلْقِهٖ، وَ تَعَصَّبَ عَلَیْهِ لِاَصْلِهٖ}.

”ہر تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو عزت و کبریائی کی ردا اوڑھے ہوئے ہے اور جس نے ان دونوں صفتوں کو بلا شرکت غیرے اپنی ذات کیلئے مخصوص کیا ہے اور دوسروں کیلئے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لئے انہیں منتخب کیا ہے اور اس کے بندوں میں سے جو ان صفتوں میں سے اس سے ٹکر لے اس پر لعنت کی ہے اور اسی کی رُو سے اس نے اپنے مقرب فرشتوں کا امتحان لیا تا کہ ان میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھمنڈ کرنے والوں سے چھانٹ کر الگ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے باوجودیکہ وہ دل کے بھیدوں اور پردۂ غیب میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہے فرمایا کہ: ”میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ جب میں اس کو تیار کر

لوں اور اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس"۔ اسے سجدہ کرنے میں عار آئی اور اپنے مادہ تخلیق کی بنا پر آدمؑ کے مقابلے میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے ان کے سامنے اکڑ گیا"۔

شیطان کی مذمت

{ فَعَدُوُّ اللهِ اِمَامُ الْمُتَعَصِّبِيْنَ، وَ سَلَفُ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ، الَّذِىْ وَضَعَ اَسَاسَ الْعَصَبِيَّةِ، وَ نَازَعَ اللهَ رِدَآءَ الْجَبَرِيَّةِ، وَ ادَّرَعَ لِبَاسَ التَّعَزُّزِ، وَ خَلَعَ قِنَاعَ التَّذَلُّلِ }.

چنانچہ یہ دشمن خدا عصبیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے کہ جس نے تعصب کی بنیاد رکھی، اللہ سے اس کی ردائے عظمت و کبریائی کو چھیننے کا تصور کیا، تکبر و سرکشی کا جامہ پہن لیا اور عجز و فروتنی کی نقاب اتار ڈالی"۔

{اَلَا تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللهُ بِتَكَبُّرِهٖ، وَ وَضَعَهٗ بِتَرَفُّعِهٖ، فَجَعَلَهٗ فِى الدُّنْيَا مَدْحُوْرًا، وَ اَعَدَّ لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ سَعِيْرًا؟!}.

"پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اسے بڑے بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنایا اور بلندی کے زعم کی وجہ سے کس طرح پستی دی۔ دنیا میں اسے راندۂ درگاہ بنایا اور آخرت میں اس کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی"۔

یہ خطبہ نہج البلاغہ کا سب سے طویل خطبہ ہے اور اس میں امامؑ نے شیطان کے تکبر اور اس وجہ سے اُس کے دھتکارے جانے کا تذکرہ کیا اور اُسے دُشمن خدا کے عنوان سے پیش کیا۔ اس خطبہ میں امامؑ نے عظمتِ پروردگار کو بیان کیا اور اِس عظمت و کبریائی کو اللہ ہی سے مخصوص قرار دیا۔ یہ خطبہ حقیقت میں سامعین کو تکبر کے مرض سے بچانے اور بندگی کے آداب سکھانے کے لیے بیان فرمایا۔ اس خطبہ کے اختتام پر رسول اللہؐ کی رسالت کی گواہی کے لیے درخت کے چل کر آنے اور آپؐ کے سب سے پہلے کلمہ توحید کہنے کو بیان کیا۔

(خطبہ:۱۹۱)

بے نیاز ذات

{فَاِنَّ اللهَ ـ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى ـ خَلَقَ الْخَلْقَ حِيْنَ خَلَقَهُمْ غَنِيًّا عَنْ طَاعَتِهِمْ، اٰمِنًا مِّنْ مَّعْصِيَتِهِمْ، لِاَنَّهٗ لَا تَضُرُّهٗ مَعْصِيَةُ مَنْ عَصَاهُ، وَ لَا تَنْفَعُهٗ طَاعَةُ مَنْ اَطَاعَهٗ، فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ مَعَايِشَهُمْ، وَ وَضَعَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا مَوَاضِعَهُمْ}.

"اللہ سبحانہ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو ان کی اطاعت سے بے نیاز اور ان کے گناہوں سے بے خطر ہو کر کارگاہ ہستی میں انہیں جگہ دی، کیونکہ اسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس نے زندگی کا سر و سامان ان میں بانٹ دیا ہے اور دنیا میں ہر ایک کو اس کے مناسب حال محل و مقام پہ رکھا ہے"۔

یہ خطبہ متقیوں کے سو سے زائد اوصاف پر مبنی ہے۔ اس خطبہ کو معرفت الٰہی کے انسان کی زندگی پر اثرات کے عنوان سے دیکھا جانا چاہیے۔ اس خطبہ کی ابتدا میں امامؑ نے مخلوق سے خالق کی بے نیازی کو بیان کیا۔ اور جب خالق و مخلوق کا تعلق مضبوط ہو جائے تو اُس کی نگاہ میں بس خالق ہی ہوتا ہے باقی سب کچھ حقیر ہو جاتا ہے اور اِسے آپ نے یوں بیان فرمایا:

{عَظُمَ الْخَالِقُ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهٗ فِیْۤ اَعْيُنِهِمْ}

''خالق کی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے اسی لیے خالق کے سوا ہر چیز اُن کی نظروں میں حقیر ہوتی ہے''۔

(خطبہ:۱۹۲)

اللہ توفیق کا مرکز

{ يَصِفُ فِيْهَا الْمُنَافِقِيْنَ: نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا وَفَّقَ لَهٗ مِنَ الطَّاعَةِ، وَ ذَادَ عَنْهُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، وَ نَسْئَلُهٗ لِمِنَّتِهٖ تَمَامًا، وَ بِحَبْلِهٖ اعْتِصَامًا}.

"ہم اس کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس نے اطاعت کی توفیق بخشی اور معصیت سے روک کر رکھا۔ ہم اس سے نعمتوں کے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اور اس سے (اسلام کی) رسی سے وابستہ رہنے کا سوال کرتے ہیں"۔

امامؑ اکثر خطبوں کو حمد سے شروع فرماتے ہیں اور اُس حمد میں اللہ کی توصیف بیان فرماتے ہیں جس سے معرفتِ الٰہی کے بڑے بڑے سبق حاصل ہوتے ہیں۔ اس خطبہ کے پہلے دو جملوں میں دو عظیم معنوی نعمات کو بیان فرمایا کہ اطاعت کی توفیق اور معصیت سے بچاؤ کی سعادت عطا کرنے والا اللہ ہی ہے اور پھر دو جملوں میں اللہ سے نعمات کے تمام ہونے اور اسلام سے وابستہ رہنے کی دُعا کی۔

(خطبہ: ۱۹۳)

عرفان پروردگار

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَظْهَرَ مِنْ اٰثَارِ سُلْطَانِهٖ، وَ جَلَالِ كِبْرِيَآئِهٖ، مَا حَيَّرَ مُقَلَ الْعُيُوْنِ مِنْ عَجَآئِبِ قُدْرَتِهٖ، وَ رَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوْسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهٖ}.

"تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے اپنی فرمانروائی وجلالِ کبریائی کے آثار کو نمایاں کر کے اپنی قدرت کی عجیب وغریب نقش آرائیوں سے آنکھ کی پتلیوں کو محوِ حیرت کر دیا ہے اور انسانی واہموں کو اپنی صفتوں کی تہ تک پہنچنے سے روک دیا ہے"۔

توحید و رسالت کی گواہی

{وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، شَهَادَةَ اِيْمَانٍ وَّ اِيْقَانٍ، وَ اِخْلَاصٍ وَّ اِذْعَانٍ. وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ وَ اَعْلَامُ الْهُدٰى دَارِسَةٌ، وَ مَنَاهِجُ الدِّيْنِ طَامِسَةٌ، فَصَدَعَ بِالْحَقِّ، وَ نَصَحَ لِلْخَلْقِ، وَ هَدٰى اِلَى الرُّشْدِ، وَ اَمَرَ بِالْقَصْدِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ}.

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ایسا اقرار جو سراپا ایمان، یقین، اخلاص اور فرمانبرداری ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندہ و رسول ہیں، جنہیں اس

وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے اور دین کی راہیں اُجڑ چکی تھیں۔آپؐ نے حق کو آشکارا کیا، خلق خدا کو نصیحت کی، ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اور (افراط وتفریط کی سمتوں سے بچ کر) درمیانی راہ پر چلنے کا حکم دیا۔خدا ان پر اور ان کے اہل بیتؑ پر رحمت نازل کرے“۔

بخشش وعطا کا سوال

{ وَ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! اَنَّهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا، وَ لَمْ يُرْسِلْكُمْ هَمَلًا، عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِهٖ عَلَيْكُمْ، وَ اَحْصٰى اِحْسَانَهٗ اِلَيْكُمْ، فَاسْتَفْتِحُوْهُ وَ اسْتَنْجِحُوْهُ، وَ اطْلُبُوْٓا اِلَيْهِ وَ اسْتَمْنِحُوْهُ، فَمَا قَطَعَكُمْ عَنْهُ حِجَابٌ، وَ لَاۤ اُغْلِقَ عَنْكُمْ دُوْنَهٗ بَابٌ، وَ اِنَّهٗ لَبِكُلِّ مَكَانٍ، وَ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَّ اَوَانٍ، وَ مَعَ كُلِّ اِنْسٍ وَّ جَانٍّ، لَا يَثْلِمُهُ الْعَطَآءُ، وَ لَا يَنْقُصُهُ الْحِبَآءُ، وَ لَا يَسْتَنْفِدُهٗ سَآئِلٌ، وَ لَا يَسْتَقْصِيْهِ نَآئِلٌ، وَ لَا يَلْوِيْهِ شَخْصٌ عَنْ شَخْصٍ، وَ لَا يُلْهِيْهِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ، وَ لَا تَحْجُزُهٗ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ، وَ لَا يَشْغَلُهٗ غَضَبٌ عَنْ رَّحْمَةٍ، وَ لَا تُوْلِهُهٗ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ، وَ لَا يُجِنُّهُ الْبُطُوْنُ عَنِ الظُّهُوْرِ، وَ لَا يَقْطَعُهُ الظُّهُوْرُ عَنِ الْبُطُوْنِ }۔

”اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ اس نے تم کو بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ یونہی کھلے بندوں چھوڑ دیا ہے۔جو نعمتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان کی مقدار سے آگاہ اور جو احسانات تم پر کئے ہیں ان کا شمار جانتا ہے۔اس سے فتح وکامرانی اور حاجت روائی چاہو، اس کے سامنے دستِ طلب پھیلاؤ، اس سے بخشش وعطا کی بھیک مانگو۔تمہارے اور اس کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اور نہ تمہارے لئے اس کا دروازہ بند ہے۔وہ ہر جگہ اور ہر ساعت وہر آن اور ہر جن وانسان کے ساتھ موجود ہے۔نہ جود وسخا سے اس میں کوئی رخنہ پڑتا ہے نہ داد ودہش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے، نہ مانگنے والے اس کے خزانوں کو ختم کر سکتے ہیں، نہ بخشش و فیضان اس کی نعمتوں کو انتہا تک پہنچا سکتا ہے، نہ ایک طرف التفات دوسروں سے اس کی توجہ کو موڑ سکتا ہے اور نہ ایک آواز میں محویت دوسری آواز سے اسے بے خبر بناتی ہے، نہ اسے

(بیک وقت) ایک نعمت کا دینا دوسری نعمت کے چھین لینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ غضب (کے شرارے) رحمت (کے فیضان) سے اُسے روکتے ہیں اور نہ لطف وکرم اسے تنبیہ وعقاب سے غافل کرتا ہے۔ اس کی ذات کی پوشیدگی اس کے آثار کی جلوہ پاشیوں پر نقاب نہیں ڈالتی اور نہ آثار کی جلوہ طرازیاں اس کی ذات سے پوشیدگی کو الگ کرسکتی ہیں"۔

{ قَرُبَ فَنَاٰی، وَ عَلَا فَدَنَا، وَ ظَهَرَ فَبَطَنَ، وَ بَطَنَ فَعَلَنَ، وَ دَانَ وَ لَمْ يُدَنْ، لَمْ يَذْرَاِ الْخَلْقَ بِاحْتِيَالٍ، وَ لَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ }.

"وہ قریب پھر بھی دور ہے اور بلند مگر نزدیک ہے، وہ ظاہر مگر اسی کے ساتھ باطن، وہ پوشیدہ مگر آشکارا ہے۔ وہ جزا دیتا ہے مگر اسے جزا نہیں دی جاسکتی، اس نے خلقت کائنات کو سوچ سوچ کر ایجاد نہیں کیا اور نہ تکان کی وجہ سے ان سے مدد لینے کا محتاج ہے"۔

اس خطبہ میں معرفت الٰہی کی بہت سی راہیں روشن فرمائیں اور لفظ عرفان بھی استعمال کیا۔ توحید کی گواہی دیتے ہوئے اُس کے چار مراحل بیان فرمائے: ایمان، یقین، اخلاص اور اطاعت وفرماں برداری۔ امامؑ نے نئی نئی تعبیرات سے توحید شناسی کی طرف رہنمائی فرمائی۔ مثلاً پہلے جملے میں فرمایا اللہ نے اپنی سلطنت وکبریائی سے خود کو ظاہر فرمایا اور آخری حصہ میں چودہ مختلف جملوں میں اللہ کی صفات بیان فرمائیں۔ ان جملوں میں فصاحت وبلاغت کے بہت سے باریک نکات بیان ہوئے ہیں۔

(خطبہ: ۱۹۵)

علی علیہ السلام مطیع خدا

{ وَ لَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ اَنِّيْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللهِ وَ لَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ }.

"پیغمبرؐ کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کیلئے بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام سے سرتابی نہیں کی"۔

امامؑ کا یہ جملہ ایک طرف آپؑ کی عظمت کو بتاتا ہے اور ساتھ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ معرفتِ الٰہی کا

انسانی زندگی پر کیا اثر ہونا چاہئے۔ امامؑ کا یہ ایسا جملہ ہے کہ بعد از نبیؐ کسی سے ایسا جملہ ممکن ہی نہیں۔ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے زندگی میں ایک لحظہ کے لئے رسول اللہؐ کے حکم کی نافرمانی بھی نہیں کی۔ یہ جملہ امامؑ کی عصمت کی بھی دلیل ہے۔

(خطبہ:۱۹۶)

رازوں سے آگاہ اللہ

{يَعْلَمُ عَجِيْجَ الْوُحُوْشِ فِي الْفَلَوَاتِ، وَ مَعَاصِيَ الْعِبَادِ فِي الْخَلَوَاتِ، وَ اخْتِلَافَ النِّيْنَانِ فِي الْبِحَارِ الْغَامِرَاتِ، وَ تَلَاطُمَ الْمَآءِ بِالرِّيَاحِ الْعَاصِفَاتِ}.

"وہ (خداوند عالم) بیابانوں میں چوپاؤں کے نالے (سنتا ہے)، تنہائیوں میں بندوں کے گناہوں سے آگاہ ہے اور اتھاہ دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد و شد اور تند ہواؤں کے ٹکراؤ سے پانی کے تھپیڑوں کو جانتا ہے"۔

{وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا نَّجِيْبُ اللهِ، وَ سَفِيْرُ وَحْيِهٖ، وَ رَسُوْلُ رَحْمَتِهٖ}.

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ، اس کی وحی کے ترجمان اور رحمت کے پیغامبر ہیں"۔

حالت خوف میں پناہگاہ

{اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِيْ ابْتَدَاَ خَلْقَكُمْ، وَ اِلَيْهِ يَكُوْنُ مَعَادُكُمْ، وَ بِهٖ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمْ، وَ اِلَيْهِ مُنْتَهٰى رَغْبَتِكُمْ، وَ نَحْوَهٗ قَصْدُ سَبِيْلِكُمْ، وَ اِلَيْهِ مَرَامِيْ مَفْزَعِكُمْ. فَاِنَّ تَقْوَى اللهِ دَوَآءُ دَآءِ قُلُوْبِكُمْ، وَ بَصَرُ عَمٰى اَفْئِدَتِكُمْ، وَ شِفَآءُ مَرَضِ اَجْسَادِكُمْ، وَ صَلَاحُ فَسَادِ صُدُوْرِكُمْ، وَ طُهُوْرُ دَنَسِ اَنْفُسِكُمْ، وَ جِلَآءُ عَشَا اَبْصَارِكُمْ، وَ اَمْنُ فَزَعِ جَاْشِكُمْ، وَ ضِيَآءُ سَوَادِ ظُلْمَتِكُمْ}.

"میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں پیدا کیا اور جس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔ وہی تمہاری کامرانیوں کا ذریعہ اور تمہاری آرزوؤں کی منزل منتہا ہے۔ تمہاری راہِ حق اسی کی طرف پلٹتی ہے اور وہی خوف و ہراس کے وقت تمہارے لئے پناہ گاہ ہے۔ (دل میں اللہ کا خوف رکھو) کیونکہ یہ تمہارے دلوں کے روگ کا چارہ، فکر و شعور کی تاریکیوں کیلئے اجالا، جسموں کی بیماریوں کیلئے شفا، سینے کی تباہ کاریوں کیلئے اصلاح، نفس کی کثافتوں کیلئے پاکیزگی، آنکھوں کی تیرگی کیلئے جلا، دل کی دہشت کیلئے ڈھارس اور جہالت کی اندھیاریوں کیلئے روشنی ہے"۔

اطاعتِ خدا

{فَاجْعَلُوْا طَاعَةَ اللهِ شِعَارًا دُوْنَ دِثَارِكُمْ، وَ دَخِيْلًا دُوْنَ شِعَارِكُمْ، وَ لَطِيْفًا بَيْنَ اَضْلَاعِكُمْ، وَ اَمِيْرًا فَوْقَ اُمُوْرِكُمْ، وَ مَنْهَلًا لِّحِيْنِ وُرُوْدِكُمْ، وَ شَفِيْعًا لِّدَرَكِ طَلِبَتِكُمْ، وَ جُنَّةً لِّيَوْمِ فَزَعِكُمْ، وَ مَصَابِيْحَ لِبُطُوْنِ قُبُوْرِكُمْ، وَ سَكَنًا لِّطُوْلِ وَحْشَتِكُمْ، وَ نَفَسًا لِّكَرْبِ مَوَاطِنِكُمْ. فَاِنَّ طَاعَةَ اللهِ حِرْزٌ مِّنْ مَتَالِفَ مُكْتَنِفَةٍ، وَ مَخَاوِفَ مُتَوَقَّعَةٍ، وَ اُوَارِ نِيْرَانٍ مُّوْقَدَةٍ}.

"صرف ظاہری طور پر اللہ کی اطاعت کا جامہ نہ اوڑھ لو، (بلکہ) اسے اپنا اندرونی پہناوا بناؤ، نہ صرف اندرونی پہناوا، بلکہ ایسا کرو کہ وہ تمہارے باطن میں اتر جائے اور پسلیوں کے اندر (دل میں) رچ بس جائے اور اسے اپنے معاملات پر حکمران اور (حشر میں) وارد ہونے کے وقت سرچشمہ، منزل مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ، خوف کے دن کیلئے سپر، نہاں خانۂ قبر کیلئے چراغ، (تنہائی کی) طویل وحشتوں کیلئے ہمنوا و دمساز اور منزل کی اندوہناکیوں سے رہائی (کا ذریعہ) قرار دو، کیونکہ اطاعت خدا گھیرنے والے مہلکوں، پیش آئند خوف و دہشت کے مرحلوں اور بھڑکتی ہوئی آگ کی لپکوں کیلئے پناہ گاہ ہے"۔

اس خطبہ میں معرفتِ الٰہی کے درجنوں اسباق ہیں۔ امامؑ نے علمِ الٰہی کو خوبصورت انداز میں بیان فرمایا۔ پھر رسول اللہؐ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے آپؐ کی اللہ سے تین خوبصورت جملوں میں نسبت واضح کی اور آپؐ کو اللہ

کا سفیر و ترجمان قرار دیا۔ ان جملات کی شارحین نے کافی تفصیل بیان کی۔

{ يَعْلَمُ عَجِيجَ الْوُحُوشِ فِي الْفَلَوَاتِ }.

''وہ (خداوند عالم) بیابانوں میں چوپاؤں کے نالے (سنتا ہے)''

زمین کے بہت بڑے حصے یا صحراؤں پر مشتمل ہیں یا دریاؤں پر مشتمل۔ عجیج کے معنی میں اہل لغت لکھتے ہیں یہ کسی کی فریاد کے لئے بولا جاتا ہے اور بعض لکھتے ہیں بلند آواز سے دُعا اور استغاثہ کے لیے لفظ عجیج استعمال ہوتا ہے۔ حدیث کے حوالے سے بعض نے کہا کہ بلند آواز سے اللہ کی توحید کا اقرار مراد ہے۔ اِن معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اِس جملے کی یوں وضاحت کی جاسکتی ہے کہ پوری زمین کے صحراؤں میں جہاں گھاس و پانی کی قلت ہوتی ہے۔ بڑی تعداد میں رہنے والے وحشی حیوان کونسی جگہ پر، کس وقت، کیا کہہ رہے ہیں اور کیا مانگ رہے ہیں وہ اللہ جانتا ہے۔ وہ آوازیں اُن کی تسبیح بھی ہوسکتی ہیں، تقدیس کی صدائیں، ضرورتوں کی پکار، مشکلوں سے چھٹکارے کے لیے آہیں اور سوال بھی بھی ہوسکتے ہیں۔ اللہ ان صداؤں کو سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ بلکہ اللہ اپنے مخصوص بندوں کو بھی اِن آوازوں کے سننے اور سمجھنے کی تعلیم اور طاقت دیتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا۔ ﴿ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ ﴾ (نمل ۱۶ (''اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی کی تعلیم دی گئی ہے''۔

جس طرح حضرتِ سلیمانؑ کو رب نے پرندوں کی بولیاں بتائیں۔ اسی انداز میں علی علیہ السلام بھی تمام وحشی حیوانات کے اُن کی بولی و زبان میں آہ و نالے، وحدانیتِ پروردگار کے نعرے، دُعا کی آوازیں، اور استغاثہ کی پکار سن رہے اور فرمار ہے ہیں خالق ان کو جانتا ہے۔ نماز استغاثہ کے موقعہ کے جملات خطبہ ۱۴۱ اور خطبہ ۱۱۳ میں گزر چکے ہیں۔ خطبہ ۱۴۱ میں امامؑ فرماتے ہیں: {بَعْدَ عَجِيجِ الْبَهَآئِمِ وَالْوِلْدَانِ} ۔ ''ہم تیری طرف نکلے ہیں اس وقت جبکہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور بچے چلا رہے ہیں''۔

یہ صحراؤں میں چوپاؤں کی صداؤں کے بارے اللہ کے علم کی بات ہے اور پھر سمندر کی گہرائی میں مچھلیوں کی حرکات کو جانتا ہے۔ مچھلیوں کی تعداد اور اُن کی اقسام کو بیان کیا جائے تو یہ ایک الگ علم ہے۔ مچھلی مچھلی کو کھاتی ہے، پرندے مچھلی کو کھاتے ہیں انسان مچھلی کو کھاتا ہے، اور گہرے سمندر پھر بھی مچھلیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ٹنوں کے وزن کی بھی مچھلیاں اور چند گرام کی بھی مچھلیاں ان کی حرکات کو بھی اللہ جانتا ہے اور اِن کے رزق کا بھی خود کفیل ہے۔ اِن چار جملات میں سے ایک انسان کے ساتھ متعلق ہے اور وہ یہ کہ اللہ تنہائیوں میں بندے سے سرزد ہونے والے گناہوں اور نافرمانیوں کو جانتا ہے۔ انسان سارے جہاں سے چھپا رہا ہوتا ہے اور اگر یہ جملہ علی علیہ السلام کا یاد

رہے کے اللہ تو جانتا ہے تو بہت سے گناہوں سے خود کو بچا لے گا۔

تقویٰ بطور ڈھال

{فَمَنْ اَخَذَ بِالتَّقْوٰی عَزَبَتْ عَنْهُ الشَّدَآئِدُ بَعْدَ دُنُوِّهَا، وَ احْلَوْلَتْ لَهُ الْاُمُوْرُ بَعْدَ مَرَارَتِهَا، وَ انْفَرَجَتْ عَنْهُ الْاَمْوَاجُ بَعْدَ تَرَاكُمِهَا، وَ اَسْهَلَتْ لَهُ الصِّعَابُ بَعْدَ اِنْصَابِهَا، وَ هَطَلَتْ عَلَيْهِ الْكَرَامَةُ بَعْدَ قُحُوْطِهَا، وَ تَحَدَّبَتْ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ بَعْدَ نُفُوْرِهَا، وَ تَفَجَّرَتْ عَلَيْهِ النِّعَمُ بَعْدَ نُضُوْبِهَا، وَ وَبَلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ بَعْدَ اِرْذَاذِهَا. فَاتَّقُوا اللهَ الَّذِیْ نَفَعَكُمْ بِمَوْعِظَتِهٖ، وَ وَعَظَكُمْ بِرِسَالَتِهٖ، وَ امْتَنَّ عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِهٖ، فَعَبِّدُوْا اَنْفُسَكُمْ لِعِبَادَتِهٖ، وَ اخْرُجُوْا اِلَيْهِ مِنْ حَقِّ طَاعَتِهٖ}۔

"جو تقویٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو مصیبتیں اس کے قریب ہونے کے باوجود دور ہٹ جاتی ہیں، تمام امور تلخی و بدمزگی کے بعد شیریں و خوشگوار ہو جاتے ہیں، (تباہی و ہلاکت کی) موجیں ہجوم کرنے کے بعد چھٹ جاتی ہیں اور دشواریاں سختیوں میں مبتلا کرنے کے بعد آسان ہو جاتی ہیں، قحط و نایابی کے بعد لطف و کرم کی جھڑی لگ جاتی ہے، رحمت برگشتہ ہونے کے بعد پھر جھک پڑتی ہے، زمین میں پایاب ہونے کے بعد پھر نعمتوں کے سرچشمے اُبل پڑتے ہیں اور پھوار کی کمی کے بعد رحمت و برکت کی دھواں دھار بارشیں ہونے لگتی ہیں۔ اس اللہ سے ڈرو! کہ جس نے پند و موعظت سے تمہیں فائدہ پہنچایا، اپنے پیغام کے ذریعے تمہیں وعظ و نصیحت کی، اپنی نعمتوں سے تم پر لطف و احسان کیا۔ اس کی بندگی و نیازمندی کیلئے اپنے نفسوں کو رام کرو اور اس کی فرمانبرداری کا پورا پورا حق ادا کرو"۔

امامؑ نے اس خطبہ کے اس حصے میں علمِ الٰہی کے بعد تقویٰ اسلام، رسول اللہؐ اور قرآن کے بارے میں تفصیل بیان فرمائی اور واضح فرمایا کہ اللہ کو پہچاننے اور اللہ سے تعلق جوڑنے کے یہ ہی ذرائع ہیں۔ آپؑ نے تقویٰ کے متعدد اوصاف اور آٹھ فوائد بیان فرمائے۔ پھر اطاعتِ پروردگار کے ضمن میں دس جملات ارشاد فرمائے۔ اسلام کے درجنوں فوائد اور اسلام ہی کو اللہ کی پہچان کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کا ذکر اور نو جملات میں اُس زمانے کے حالات کی وضاحت فرمائی۔ خطبہ کے آخری حصہ میں قرآن مجید کے بیالیس صفات ارشاد فرمائے۔

یوں ان ذرائع سے امامؑ اللہ تک پہنچنے کی راہیں روشن فرما رہے ہیں۔ اور ان سب ذرائع کی وضاحت اور عظمت بیان کر کے گویا اپنا فریضہ امامت بھی نبھا رہے ہیں اور واضح فرما رہے ہیں کہ اگر میری بات سنو اور سمجھو گے تو میں معرفتِ الٰہی کا معلّم ہوں۔ معرفتِ الٰہی کے کمال کے حصول کے لیے علی علیہ السلام کو امام بنا لیا جائے تو یقیناً وہ منزل حاصل ہوگی۔

علامہ اقبال کے شعر پر بات ختم کرتے ہیں۔

کمال عشق و مستی ظرف حیدر
زوال عشق و مستی حرف رازی

(خطبہ:۱۹۷)

تنہائیوں کے گواہ

{اِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ مَا الْعِبَادُ مُقْتَرِفُوْنَ فِیْ لَیْلِهِمْ وَ نَهَارِهِمْ، لَطُفَ بِهٖ خُبْرًا، وَ اَحَاطَ بِهٖ عِلْمًا، اَعْضَآؤُكُمْ شُهُوْدُهٗ، وَ جَوَارِحُكُمْ جُنُوْدُهٗ، وَ ضَمَآئِرُكُمْ عُیُوْنُهٗ، وَ خَلَوَاتُكُمْ عِیَانُهٗ}.

"یہ بندگان خدا رات (کے پردوں) اور دن (کے اجالوں) میں جو گناہ کرتے ہیں وہ اللہ سے ڈھکے چھپے ہوئے نہیں۔ وہ تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور ہر شے پر اس کا علم محیط ہے۔ تمہارے ہی اعضاء اس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اس کے لاؤ لشکر ہیں اور تمہارے ہی قلب وضمیر اس کے جاسوس ہیں اور تمہاری تنہائیوں (کے عشرت کدے) اس کی نظروں کے سامنے ہیں"۔

اس خطبہ میں امامؑ نے احکامِ شریعت کا فلسفہ بیان فرمایا اور نماز کی اہمیت وعظمت کو تفصیل سے پیش کیا۔ نماز کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ قرار دیا اور کلام کی آخر میں علمِ الٰہی کا ذکر کیا اور قرآنی آیات کی اپنے الفاظ میں تفسیر بیان فرمائی کہ اللہ کا علم اپنے مقام پر ہر شے پر حاوی ہے اور ساتھ ہی جن اعضاء کو آپ اپنا کہتے ہیں وہی آپ کے خلاف اللہ کے سامنے گواہی دیں گے۔

(خطبہ:۲۰۹)

اللہ کی نقش آرائیاں

{وَ كَانَ مِنِ اقْتِدَارِ جَبَرُوْتِهٖ، وَ بَدِيْعِ لَطَآئِفِ صَنْعَتِهٖ، اَنْ جَعَلَ مِنْ مَّآءِ الْبَحْرِ الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ، يَبَسًا جَامِدًا}.

"اللہ سبحانہ کے زورِ فرمانروائی اور عجیب وغریب صنعت کی لطیف نقش آرائی ایک یہ ہے کہ اس نے ایک اتھاہ دریا کے پانی سے کہ جس کی سطحیں تہ بہ تہ اور موجیں تھپیڑے مار رہی تھیں ایک خشک و بے حرکت زمین کو پیدا کیا"۔

{ ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ اَطْبَاقًا، فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمٰوٰتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا، فَاسْتَمْسَكَتْ بِاَمْرِهٖ، وَ قَامَتْ عَلٰى حَدِّهٖ وَ اَرْسٰى اَرْضًا يَّحْمِلُهَا الْاَخْضَرُ الْمُثْعَنْجِرُ، وَ الْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ، قَدْ ذَلَّ لِاَمْرِهٖ، وَ اَذْعَنَ لِهَيْبَتِهٖ، وَ وَقَفَ الْجَارِىْ مِنْهُ لِخَشْيَتِهٖ}.

"پھر یہ کہ اس نے پانی (کے بخار) کی تہوں پر تہیں چڑھا دیں جو آپس میں ملیں ہوئی تھیں اور انہیں الگ الگ کر کے سات آسمان بنائے جو اس کے حکم سے تھمے ہوئے اور اپنے مرکز پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور زمین کو اس طرح قائم کیا کہ اسے ایک نیلگوں گہرا اور (فرمان الٰہی کے حدود میں) گھرا ہوا دریا اٹھائے ہوئے ہے جو اس کے حکم کے آگے بے بس اور اس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہے اور اس کے خوف سے اس کی روانی تھمی ہوئی ہے"۔

{وَ جَبَلَ جَلَامِيْدَهَا، وَ نُشُوْزَ مُتُوْنِهَا وَ اَطْوَادِهَا، فَاَرْسَاهَا فِیْ مَرَاسِيْهَا، وَ اَلْزَمَهَا قَرَارَاتِهَا، فَمَضَتْ رُؤُسُهَا فِى الْهَوَآءِ، وَ رَسَتْ اُصُوْلُهَا فِى الْمَآءِ، فَاَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُوْلِهَا، وَ اَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِیْ مُتُوْنِ اَقْطَارِهَا، وَ مَوَاضِعِ اَنْصَابِهَا، فَاَشْهَقَ قِلَالَهَا، وَ اَطَالَ اَنْشَازَهَا، وَ جَعَلَهَا لِلْاَرْضِ عِمَادًا، وَ اَرَّزَهَا فِيْهَآ اَوْتَادًا، فَسَكَنَتْ عَلٰى حَرَكَتِهَا مِنْ اَنْ تَمِيْدَ بِاَهْلِهَا، اَوْ تَسِيْخَ بِحِمْلِهَا، اَوْ تَزُوْلَ عَنْ مَّوَاضِعِهَا}.

”اور ٹھوس چکنے پتھروں، ٹیلوں اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان کو ان کی جگہوں پر نصب اور ان کی قرار گاہوں میں قائم کیا۔ چنانچہ ان کی چوٹیاں فضا کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہیں اور بنیادیں پانی میں گڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح اس نے پہاڑوں کو پست اور ہموار زمین سے بلند کیا اور ان کی بنیادوں کو ان کے پھیلاؤ اور ان کے ٹھہراؤ کی جگہوں میں زمین کے اندر اتار دیا، ان کی چوٹیوں کو فلک بوس اور بلندیوں کو آسمان پیما بنا دیا اور انہیں زمین کیلئے ستون قرار دیا اور میخوں کی صورت میں انہیں گاڑا، چنانچہ وہ ہچکولے کھانے کے بعد تھم گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے رہنے والوں کو لے کر جھک پڑے یا اپنے بوجھ کی وجہ سے دھنس جائے یا اپنی جگہ چھوڑ دے“۔

{فَسُبْحَانَ مَنْ اَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَجَانِ مِيَاهِهَا، وَ اَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوْبَةِ اَكْنَافِهَا، فَجَعَلَهَا لِخَلْقِهٖ مِهَادًا، وَ بَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشًا! فَوْقَ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ رَّاكِدٍ لَّا يَجْرِیْ، وَ قَآئِمٍ لَّا يَسْرِیْ، تُكَرْكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ، وَ تَمْخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ، ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾}.

”پاک ہے وہ ذات کہ جس نے پانی کی طغیانیوں کے بعد زمین کو تھام رکھا اور اس کے اطراف و جوانب کو تر بتر ہونے کے بعد خشک کیا اور اسے اپنی مخلوقات کیلئے گہوارہ (استراحت) بنایا اور ایک ایسے گہرے دریا کی سطح پر اس کیلئے فرش بچھایا جو تھما ہوا ہے، بہتا نہیں اور رُکا ہوا ہے جنبش نہیں کرتا، جسے تند ہوائیں ادھر سے اُدھر دھکیلتی رہتی ہیں اور برسنے والے بادل اسے متھ کر پانی کھینچتے رہتے ہیں۔“ بیشک ان چیزوں میں سر و سامان عبرت ہے اس شخص کیلئے جو اللہ سے ڈرے“۔

اس خطبہ میں امامؑ نے زمین و آسمان کی خلقت کی باریکیاں بیان فرمائیں جس سے آپؑ کے علم کی وسعت اور اللہ سبحانہ وتعالی کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسی درجنوں آیات ہیں جو زمین و آسمان کی خلقت میں دقت اور ظرافت کی نشاندہی کرتی ہیں۔ امامؑ نے یہاں اُن کی تفسیر بیان کی ہے۔ علامہ جواد مغنیہ ان جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں: زمین کا یہ نظام اللہ کی قدرت کی گواہی دیتا ہے اور ہر ذی شعور و صاحب سماعت کو واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے، میرے ساتھ رب اعلیٰ کی تسبیح کریں جس نے ہر شے کو پیدا کیا اور ان میں توازن قائم کیا۔ جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔

(خطبہ:۲۱۱)

توصیف سے بالاتر

{اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ عَنْ شَبَہِ الْمَخْلُوْقِیْنَ، الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِیْنَ، الظَّاهِرِ بِعَجَآئِبِ تَدْبِیْرِهٖ لِلنَّاظِرِیْنَ، الْبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِهٖ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِیْنَ، الْعَالِمِ بِلَا اكْتِسَابٍ وَّ لَا ازْدِیَادٍ، وَ لَا عِلْمٍ مُّسْتَفَادٍ، الْمُقَدِّرِ لِجَمِیْعِ الْاُمُوْرِ بِلَا رَوِیَّةٍ وَّ لَا ضَمِیْرٍ، الَّذِیْ لَا تَغْشَاهُ الظُّلَمُ، وَ لَا یَسْتَضِیْٓءُ بِالْاَنْوَارِ، وَ لَا یَرْهَقُهٗ لَیْلٌ، وَ لَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ نَهَارٌ، لَیْسَ اِدْرَاكُهٗ بِالْاَبْصَارِ، وَ لَا عِلْمُهٗ بِالْاِخْبَارِ}.

”تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند تر، توصیف کرنے والوں کے تعریفی کلمات سے بالا تر، اپنے عجیب و غریب نظم و نسق کی بدولت دیکھنے والوں کے سامنے آشکارا اور اپنے جلالِ عظمت کی وجہ سے وہم و گمان دوڑانے والوں کے فکر و اوہام سے پوشیدہ ہے۔ وہ عالم ہے بغیر اس کے کہ کسی سے کچھ سیکھے یا علم میں اضافہ اور کہیں سے استفادہ کرے اور وہ بغیر فکر و تامل کے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ نہ اسے تاریکیاں ڈھانپتی ہیں، نہ وہ روشنیوں سے کسب ضیاء کرتا ہے، نہ رات اسے گھیرتی ہے، نہ (دن کی) گردشوں کا اس پر گزر ہوتا ہے اور اس کا جاننا بوجھنا آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں اور نہ اس کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے“۔

اس خطبہ میں امامؑ نے بارہ اوصافِ الٰہی بیان فرمائے اور واضح فرمایا کہ اللہ سبحانہ مخلوق سے تشبیہ نہیں رکھتا اور محدود بھی نہیں ہے۔

(خطبہ:۲۱۳)

اللہ کے احسانات

{اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یُصْبِحْ بِیْ مَیِّتًا وَّ لَا سَقِیْمًا، وَ لَا مَضْرُوْبًا عَلٰی عُرُوْقِیْ بِسُوْٓءٍ، وَ لَا مَاْخُوْذًا بِاَسْوَاِ عَمَلِیْ، وَ لَا مَقْطُوْعًا دَابِرِیْ، وَ لَا

مُرْتَدًّا عَنْ دِيْنِيْ، وَ لَا مُنْكِرًا لِّرَبِّيْ، وَ لَا مُسْتَوْحِشًا مِّنْ اِيْمَانِيْ، وَ لَا مُلْتَبِسًا عَقْلِيْ، وَ لَا مُعَذَّبًا بِعَذَابِ الْاُمَمِ مِنْ قَبْلِيْ. اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ظَالِمًا لِّنَفْسِيْ، لَكَ الْحُجَّةُ عَلَيَّ وَ لَا حُجَّةَ لِيْ. وَ لَآ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَآ اَعْطَيْتَنِيْ، وَ لَآ اَتَّقِيَ اِلَّا مَا وَقَيْتَنِيْ} .

"تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے اس حالت میں رکھا کہ نہ مردہ ہوں، نہ بیمار، نہ میری رگوں پر برص کے جراثیم کا حملہ ہوا ہے، نہ برے اعمال (کے نتائج) میں گرفتار ہوں، نہ بے اولاد ہوں، نہ دین سے برگشتہ، نہ اپنے پروردگار کا منکر ہوں اور نہ ایمان سے متوحش، نہ میری عقل میں فتور آیا ہے اور نہ پہلی اُمتوں کے سے عذاب میں مبتلا ہوں۔ میں اس کا بے اختیار بندہ اور اپنے نفس پر ستم ران ہوں۔ (اے اللہ!) تیری حجت مجھ پر تمام ہو چکی ہے اور میرے لئے اب عذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ خدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا اس کے کہ جو تو مجھے عطا کر دے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت نہیں سوائے اس کے کہ جس سے تو مجھے بچائے رکھے"۔

اللہ سے سوال

{ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَفْتَقِرَ فِيْ غِنَاكَ، اَوْ اَضِلَّ فِيْ هُدَاكَ، اَوْ اُضَامَ فِيْ سُلْطَانِكَ، اَوْ اُضْطَهَدَ وَ الْاَمْرُ لَكَ!} .

"اے اللہ! میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود فقیر و تہی دست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا جاؤں، جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں"۔

{ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِيْ اَوَّلَ كَرِيْمَةٍ تَنْتَزِعُهَا مِنْ كَرَآئِمِيْ، وَ اَوَّلَ وَدِيْعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ وَّدَآئِعِ نِعَمِكَ عِنْدِيْ!} .

"خدایا! میری ان نفیس چیزوں میں جنہیں تو چھین لے گا، میری روح کو اوّلیت کا درجہ عطا کر اور مجھے سونپی ہوئی ان امانتوں میں جنہیں تو پلٹا لے گا اسے پہلی امانت قرار دے"۔

{اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَّذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ، اَوْ نُفْتَتَنَ عَنْ دِيْنِكَ، اَوْ

تَتَابَعَ بِنَآ اَهْوَآؤُنَا دُوْنَ الْهُدَى الَّذِيْ جَآءَ مِنْ عِنْدِكَ!}.

”اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلبگار ہیں اس بات سے کہ تیرے ارشاد سے منہ موڑیں، یا ایسے فتنوں میں پڑ جائیں کہ تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں برائی کی طرف لے جائیں“۔

اس خطبہ میں امامؑ نے معنوی و مادی نعمات پر اللہ سبحانہ کی حمد ادا کی اور پھر تین حصوں میں ”اَللّٰھُمَّ“ کے ذریعہ دُعا کی۔ دُعا کے دوسرے حصہ میں امامؑ نے اللہ سے سوال کیا کہ مجھے تو نے کریم نعمات دی ہیں تو اُن میں سے مہم میری روح ہے مجھ سے سب سے پہلے یہی روح لے لینا یعنی باقی آنکھ، کان، زبان وغیرہ جب تک روح و جان ہے نہ لینا۔ ایسی ہی ایک دُعا رسول اکرمؐ سے پندرہ شعبان کی مناسبت سے منقول ہے۔ خدایا! کان، آنکھ اور جسم کی طاقت جب تک زندہ ہوں باقی رکھ۔

(خطبہ:۲۲۰)

اللہ سے انس

{كُنْ لِلّٰهِ مُطِيْعًا، وَ بِذِكْرِهٖ اٰنِسًا، وَ تَمَثَّلْ فِيْ حَالِ تَوَلِّيْكَ عَنْهُ اِقْبَالَهٗ عَلَيْكَ، يَدْعُوْكَ اِلٰى عَفْوِهٖ، وَ يَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِهٖ، وَ اَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ}.

”اللہ کے مطیع وفرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ۔ ذرا اس حالت کا تصور کرو! وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو اور وہ تمہیں اپنے دامن عفو میں لینے کیلئے بلا رہا ہے اور اپنے لطف و احسان سے ڈھانپنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اس سے روگرداں ہو کر دوسری طرف رخ کئے ہوئے ہو“۔

اللہ کریم

{فَتَعَالٰى مِنْ قَوِيٍّ مَّآ اَكْرَمَهٗ! وَ تَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِيْفٍ مَّآ اَجْرَاَكَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ! وَ اَنْتَ فِيْ كَنَفِ سِتْرِهٖ مُقِيْمٌ، وَ فِيْ سَعَةِ فَضْلِهٖ مُتَقَلِّبٌ، فَلَمْ

يَمْنَعْكَ فَضْلَهٗ، وَلَمْ يَهْتِكْ عَنْكَ سِتْرَهٗ، بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُطْفِهٖ مَطْرَفَ عَيْنٍ فِيْ نِعْمَةٍ يُحْدِثُهَا لَكَ، اَوْ سَيِّئَةٍ يَسْتُرُهَا عَلَيْكَ، اَوْ بَلِيَّةٍ يَصْرِفُهَا عَنْكَ، فَمَا ظَنُّكَ بِهٖ لَوْ اَطَعْتَهٗ! }.

"بلند و برتر ہے وہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے اور تو اتنا عاجز و ناتواں اور اتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے، حالانکہ اسی کے دامن پناہ میں اقامت گزیں ہے اور اسی کے لطف و احسان کی پہنائیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے، بلکہ اس کی کسی نعمت میں جو اس نے تیرے لئے خلق کی، یا کسی گناہ میں کہ جس پر اس نے پردہ ڈالا، یا کسی مصیبت و ابتلا میں کہ جس کا رخ تجھ سے موڑا، تو اس کے لطف و کرم سے لحظہ بھر کیلئے محروم نہیں ہوا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب تو اس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر تو اس کی اطاعت کرتا ہوتا"۔

نہج البلاغہ کے اس حصہ میں خطبہ ۲۱۸، ۲۱۹ اور ۲۲۰ امامؑ نے قرآن مجید کے سورہ تکاثر، آیت ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾[1] اور آیت ﴿يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾[2] کی تفسیر نے بیان فرمائی۔ اس خطبہ میں معرفت الٰہی کے درجنوں اسباق ہیں۔ آیتِ مجیدہ میں ارشاد ہے "اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے کریم پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے" یہ انسان کو بیدار کرنے اور رب کو پہچاننے کو بہترین انداز ہے۔ امامؑ قرآن مجید کے ان حصوں کی تفسیر میں لفظ بدل بدل کر انسان کو رب کی طرف رجوع کی تلقین فرما رہے ہیں۔ یہاں مذکورہ جملات میں امامؑ نے خصوصیت سے اللہ کے کرم اور بندے کی بے توجہی کو بیان فرمایا۔ اللہ کے کرم کے ان جملات کی عظمت پر غور کریں۔ "ذرا اس حالت کا تصور کرو! وہ اللہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو"۔

---

[1] نور ۳۷۔

[2] انفطار ۶۔

(خطبہ:۲۲۲)

اللہ کا فقیر

{اَللّٰهُمَّ صُنْ وَّجْهِیْ بِالْیَسَارِ، وَ لَا تَبْذُلْ جَاهِیْ بِالْاِقْتَارِ، فَاَسْتَرْزِقَ طَالِبِیْ رِزْقِكَ، وَ اَسْتَعْطِفَ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَ اُبْتَلٰی بِحَمْدِ مَنْ اَعْطَانِیْ، وَ اُفْتَتَنَ بِذَمِّ مَنْ مَّنَعَنِیْ، وَ اَنْتَ مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ وَلِیُّ الْاِعْطَآءِ وَ الْمَنْعِ، ﴿اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ }.

”خدایا! میری آبرو کو غنا و تو انگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگدستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں اور تیرے بندوں کی نگاہِ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اس کی مدح و ثنا کرنے لگوں اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا ہو جاؤں اور ان سب چیزوں کے پس پردہ تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے“۔

اس مختصر سی دُعا میں امامؑ نے آٹھ مطالب پیش کئے ہیں۔ یہ دُعا بھی ہے اور اللہ سے تعلق کی راہ بھی ہے۔ یہاں اللہ سبحانہ کی معرفت کے بارے میں عقیدہ پختہ کرنے کا درس ہے اور اُس درس کے لئے امامؑ نے قرآن مجید کی آیت بھی پیش کی اور وہ عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر چیز پر قادر اللہ ہی ہے۔

(خطبہ:۲۲۴)

ذکرِ خدا سے اُنس

{اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اٰنَسُ الْاٰنِسِیْنَ لِاَوْلِیَآئِكَ، وَ اَحْضَرُهُمْ بِالْكِفَایَةِ لِلْمُتَوَكِّلِیْنَ عَلَیْكَ. تُشَاهِدُهُمْ فِیْ سَرَآئِرِهِمْ، وَ تَطَّلِعُ عَلَیْهِمْ فِیْ ضَمَآئِرِهِمْ، وَ تَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَآئِرِهِمْ. فَاَسْرَارُهُمْ لَكَ مَكْشُوْفَةٌ، وَ قُلُوْبُهُمْ اِلَیْكَ مَلْهُوْفَةٌ، اِنْ اَوْحَشَتْهُمُ الْغُرْبَةُ اٰنَسَهُمْ ذِكْرُكَ، وَ اِنْ

صُبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَآئِبُ لَجَؤُوْا اِلَى الْاِسْتِجَارَةِ بِكَ، عِلْماً بِاَنَّ اَزِمَّةَ الْاُمُوْرِ بِيَدِكَ، وَ مَصَادِرَهَا عَنْ قَضَآئِكَ}.

"اے اللہ! تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام اُنس رکھنے والوں سے زیادہ مانوس ہے اور جو تجھ پر بھروسا رکھنے والے ہیں اُن کی حاجت روائی کیلئے ہمہ وقت پیش پیش ہے۔ تو ان کی باطنی کیفیتوں کو دیکھتا اور ان کے چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا اور ان کی بصیرتوں کی رسائی سے باخبر ہے۔ ان کے راز تیرے سامنے آشکارا اور اُن کے دل تیرے آگے فریادی ہیں۔ اگر تنہائی سے ان کا جی گھبراتا ہے تو تیرا ذکر ان کا دل بہلاتا ہے، اگر مصیبتیں اُن پر پڑتی ہیں تو وہ تیرے دامن میں پناہ لینے کیلئے ملتجی ہوتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ سب چیزوں کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے اور اُن کے نفاذ پذیر ہونے کی جگہیں تیرے ہی فیصلوں سے وابستہ ہیں"۔

مصلحتوں کا راہنما

{اَللّٰهُمَّ اِنْ فَهِهْتُ عَنْ مَّسْئَلَتِيْ، اَوْ عَمِيْتُ عَنْ طِلْبَتِيْ، فَدُلَّنِيْ عَلٰى مَصَالِحِيْ، وَ خُذْ بِقَلْبِيْ اِلٰى مَرَاشِدِيْ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنُكْرٍ مِّنْ هِدَايَاتِكَ، وَ لَا بِبِدْعٍ مِّنْ كِفَايَاتِكَ. اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِيْ عَلٰى عَفْوِكَ، وَ لَا تَحْمِلْنِيْ عَلٰى عَدْلِكَ}.

"خدایا! اگر میں سوال کرنے سے عاجز رہوں یا اپنے مقصود پر نظر نہ ڈال سکوں تو تُو میری مصلحتوں کی طرف رہنمائی فرما اور میرے دل کو (صلاح و بہبودی کی) صحیح منزل پر پہنچا۔ یہ چیز تیری رہنمائیوں اور حاجت روائیوں کو دیکھتے ہوئے کوئی نرالی نہیں۔ خدایا! میرا معاملہ اپنے عفو و بخشش سے طے کر، نہ اپنے عدل و انصاف کے معیار سے"۔

دُعا کے انداز میں اللہ کی معرفت کرانا اللہ والوں کا پسندیدہ طریقہ ہے۔ رب کی معرفت کا پہلا جملہ جو اِس دُعا میں امامؑ نے بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ اللہ اپنے دوستوں اور اولیا کے ساتھ تمام انس رکھنے والوں سے زیادہ اُنس و محبت رکھتا ہے۔ اگر اسی صفتِ الٰہی پر عقیدہ پختہ ہو جائے تو انسان کمالِ معرفت کی بہت سی منزلیں طے کر لے گا۔ اس دُعائے امامؑ میں توحید کے جو پھول پیش کئے اگر وہ دلِ انسان میں پرورش پا جائیں تو اس عقیدہ کی خوشبو اُس کے عمل سے ظاہر ہوگی۔ نہ مشکلات میں تنہائی کا احساس ہوگا اور نہ مصیبتوں میں احساس غربت۔ یہ دُعا اوجِ معرفت اور کمال

خدا شناسی کا سبب ہے۔ایک ایک جملہ بندگی کی معراج کے لیے سیڑھی ہے۔آخری دو جملوں میں ’’اَللّٰھُمَّ ‘‘ سے پروردگار کو خطاب کر کے امامؑ نے عفو و بخشش کا تقاضا کیا کہ میرے بارے میں اپنے فیصلے عفو و بخشش کی بنا پر فرما۔اس لیے کہ اگر تیرے فیصلے میرے اعمال اور تیرے انصاف کے مطابق ہوں تو میں یقینا خسارے میں رہوں گا۔

خطبات میں سے معرفتِ خدا کے موضوع کو اس دُعا کے اس جملہ پر ختم کرتے ہیں کہ ’’اگر میں سوال کرنے سے عاجز رہوں تو تُو میری بہتری و مصلحت کی طرف میری رہنمائی فرما‘‘۔

مکتوبات و وصیتیں

(خط:۱۵)

امیدوں کا مرکز

{اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ اَفْضَتِ الْقُلُوْبُ، وَ مُدَّتِ الْاَعْنَاقُ، وَ شَخَصَتِ الْاَبْصَارُ، وَ نُقِلَتِ الْاَقْدَامُ، وَ اُنْضِیَتِ الْاَبْدَانُ}.

"بارالٰہا! دل تیری طرف کھنچ رہے ہیں، گردنیں تیری طرف اٹھ رہی ہیں، آنکھیں تجھ پر لگی ہوئی ہیں، قدم حرکت میں آچکے ہیں اور بدن لاغر پڑ چکے ہیں"۔

{اَللّٰھُمَّ قَدْ صَرَّحَ مَکْنُوْنُ الشَّنَاٰنِ، وَ جَاشَتْ مَرَاجِلُ الْاَضْغَانِ}.

"بارالٰہا! چھپی ہوئی عداوتیں ابھر آئی ہیں اور کینہ وعناد کی دیگیں جوش کھانے لگی ہیں"۔

{اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَشْکُوْٓا اِلَیْكَ غَیْبَةَ نَبِیِّنَا، وَکَثْرَةَ عَدُوِّنَا، وَتَشَتُّتَ اَھْوَآئِنَا}.

"خداوندا! ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے نظروں سے اوجھل ہو جانے، اپنے دشمنوں کے بڑھ جانے اور اپنی خواہشوں میں تفرقہ پڑ جانے کا شکوہ کرتے ہیں"۔

{﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ﴾}.

پروردگارا! تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے"۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام جنگ کے موقعہ پر یہ دُعا پڑھتے اور ساتھیوں کو اس طرف توجہ کرتے تھے کہ ہمارا یہ عمل اللہ کی خاطر ہو یعنی جنگ کا ہدف رضائے خدا اور قدم وکلام بھی خدا کے لئے ہو۔ ساتھ یہ بھی واضح فرمادیا کہ ذوالفقار جیسی تلوار ہاتھ میں ہو تو بھی سہارا تلوار کے بجائے پروردگار پر ہونا چاہیے۔

(خط: ۲۷)

{فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰی یُسَآئِلُکُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهٖ عَنِ الصَّغِیْرَةِ مِنْ اَعْمَالِکُمْ وَ الْکَبِیْرَةِ، وَ الظَّاهِرَةِ وَ الْمَسْتُوْرَةِ، فَاِنْ یُّعَذِّبْ فَاَنْتُمْ اَظْلَمُ، وَ اِنْ یَّعْفُ فَهُوَ اَکْرَمُ}.

"کیونکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تمہارے چھوٹے بڑے، کھلے ڈھکے اعمال کی تم سے باز پرس کرے گا اور اس کے بعد اگر وہ عذاب کرے تو یہ تمہارے خود ظلم کا نتیجہ ہے اور اگر وہ معاف کردے تو وہ اس کے کرم کا تقاضا ہے"۔

یہ خط جناب محمد بن ابی بکر کے نام لکھا گیا۔ اس خط میں چند جملات اللہ سبحانہ تعالیٰ کی معرفت و تعلق کے ہیں۔ مذکورہ جملات پر عقیدہ مضبوط ہوجائے تو اس کا اثر زندگی پر ظاہر ہوگا۔

{وَ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ یَشْتَدَّ خَوْفُکُمْ مِنَ اللهِ، وَ اَنْ یَّحْسُنَ ظَنُّکُمْ بِهٖ، فَاجْمَعُوْا بَیْنَهُمَا، فَاِنَّ الْعَبْدَ اِنَّمَا یَکُوْنُ حُسْنُ ظَنِّهٖ بِرَبِّهٖ عَلٰی قَدْرِ خَوْفِهٖ مِنْ رَّبِّهٖ، وَ اِنَّ اَحْسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللهِ اَشَدُّهُمْ خَوْفًا لِّلّٰهِ}.

"اگر یہ کرسکو کہ تم اللہ کا زیادہ سے زیادہ خوف بھی رکھو اور اس سے اچھی امید بھی وابستہ رکھو، تو ان دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کرلو، کیونکہ بندے کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی امید بھی ہوتی ہے جتنا کہ اس کا ڈر ہوتا ہے۔ اور جو سب سے زیادہ اللہ سے امید رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ اس سے خائف ہوتا ہے"۔

شرح ابن ابی الحدید اور پیامِ امام میں آقای مکارم نے ان جملات کی کافی وضاحت لکھی کہ خوف و رجاء سعادت کی طرف پرواز کے دو پر ہیں۔ انسان کو اگر اللہ سبحانہ سے تعلق اور عقیدے کے معیار کو پہچاننا ہو تو یہ فرمان اس کے لیے ترازو بن سکتا ہے۔

{وَ لَا تُسْخِطِ اللهَ بِرِضٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ. فَاِنَّ فِی اللهِ خَلَفًا مِّنْ غَیْرِهٖ، وَ لَیْسَ مِنَ اللهِ خَلَفٌ فِیْ غَیْرِهٖ}.

"اور مخلوقات میں سے کسی کو خوش کرنے کیلئے اللہ کو ناراض نہ کرنا، کیونکہ اوروں کا عوض تو اللہ میں مل سکتا ہے مگر اللہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا"۔

انسان کی زندگی میں کئی موارد ایسے پیش آتے ہیں کے خالق کی رضا کے خلاف مخلوق کی رضا میں فوائد زیادہ نظر آتے ہیں اور ایسے مواقع پر بہت سے افراد مادی فوائد کے لئے مخلوق کو راضی کرتے ہیں۔ امامؑ یہاں واضح فرمارہے ہیں کہ اللہ والوں کا فائدہ اللہ کی رضا ہی ہوتا ہے۔

(وصیت:۳۱)

وصیت اکتیس امیر المؤمنینؑ کا اپنے بیٹے کو تفصیلی وصیت نامہ ہے۔ اس میں آپؑ نے بیٹے کے لیے زندگی کے تمام دستور العمل ارشاد فرمائے۔ یہ دستور فقط بیٹے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے دستور العمول اور زندگی کا اصول نامہ ہے۔ اس وصیت میں آپؑ نے معرفتِ پروردگار سے متعلق متعدد مقامات پر وصیت کی اور مختلف مقامات پر اور مختلف جملات میں اللہ اور بندے کے رشتہ کی مضبوطی کو بیان کیا۔ یہ معرفتِ خدا کے لئے بہترین جملے ہے۔

{فَاِنِّیۡ اُوۡصِیۡكَ بِتَقۡوَی اللهِ۔ اَیۡ بُنَیَّ۔ وَ لُزُوۡمِ اَمۡرِهٖ، وَ عِمَارَةِ قَلۡبِكَ بِذِكۡرِهٖ، وَ الۡاِعۡتِصَامِ بِحَبۡلِهٖ، وَ اَیُّ سَبَبٍ اَوۡثَقُ مِنۡ سَبَبٍ بَیۡنَكَ وَ بَیۡنَ اللهِ اِنۡ اَنۡتَ اَخَذۡتَ بِهٖ!}.

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اس کے احکام کی پابندی کرنا، اس کے ذکر سے قلب کو آباد رکھنا اور اسی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا، تمہارے اور اللہ کے درمیان جو رشتہ ہے اس سے زیادہ مضبوط رشتہ ہو بھی کیا سکتا ہے؟ بشرطیکہ مضبوطی سے اسے تھامے رہو“۔

{فَتَفَهَّمۡ یَا بُنَیَّ وَصِیَّتِیۡ، وَاعۡلَمۡ اَنَّ مَالِكَ الۡمَوۡتِ هُوَ مَالِكُ الۡحَیٰوةِ، وَ اَنَّ الۡخَالِقَ هُوَالۡمُمِیۡتُ وَاَنَّ الۡمُفۡنِیَ هُوَ الۡمُعِیۡدُ، وَاَنَّ الۡمُبۡتَلِیَ هُوَ الۡمُعَافِیۡ}.

”اب اے فرزند! میری وصیت کو سمجھو اور یہ یقین رکھو کہ جس کے ہاتھ میں موت ہے اسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور جو پیدا کرنے والا ہے وہی مارنے والا بھی ہے اور جو نیست و نابود کرنے والا ہے وہی دوبارہ پلٹانے والا بھی ہے اور جو بیمار کر ڈالنے والا ہے وہ ہی صحت عطا کرنے والا بھی ہے“۔

{فَاعۡتَصِمۡ بِالَّذِیۡ خَلَقَكَ وَ رَزَقَكَ وَ سَوَّاكَ، وَ لۡیَكُنۡ لَّهٗ تَعَبُّدُكَ، وَ اِلَیۡهِ رَغۡبَتُكَ، وَ مِنۡهُ شَفَقَتُكَ}.

”لہٰذا اُسی کا دامن تھامو، جس نے تمہیں پیدا کیا اور رزق دیا اور ٹھیک ٹھاک بنایا، اُسی کی بس

پرستش کرو، اسی کی طلب ہو، اسی کا ڈر ہو"۔

{وَ اعْلَمْ یَا بُنَیَّ! اَنَّهٗ لَوْ کَانَ لِرَبِّكَ شَرِیْكٌ لَّاَتَتْكَ رُسُلُهٗ، وَ لَرَاَیْتَ اٰثَارَ مُلْكِهٖ وَ سُلْطَانِهٖ، وَ لَعَرَفْتَ اَفْعَالَهٗ وَ صِفَاتِهٖ، وَ لٰكِنَّهٗۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ، لَا یُضَادُّهٗ فِیْ مُلْكِهٖۤ اَحَدٌ، وَ لَا یَزُوْلُ اَبَدًا وَّ لَمْ یَزَلْ، اَوَّلٌ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ بِلَاۤ اَوَّلِیَّةٍ، وَ اٰخِرٌۢ بَعْدَ الْاَشْیَآءِ بِلَا نِهَایَةٍ، عَظُمَ عَنْ اَنْ تَثْبُتَ رُبُوْبِیَّتُهٗ بِاِحَاطَةِ قَلْبٍ اَوْ بَصَرٍ}۔

"اے فرزند! یقین کرو کہ اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اور اس کی سلطنت و فرمانروائی کے بھی آثار دکھائی دیتے اور اس کے افعال و صفات بھی کچھ معلوم ہوتے، مگر وہ ایک اکیلا خدا ہے، جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے، اس کے ملک میں کوئی اس سے ٹکر نہیں لے سکتا، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ بغیر کسی نکتہ آغاز کے تمام چیزوں سے پہلے ہے اور بغیر کسی انتہائی حد کے سب چیزوں کے بعد ہے، وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی ربوبیت کا اثبات قلب یا نگاہ کے گھیرے میں آجانے سے وابستہ ہو"۔

{فَاِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ كَمَا یَنْۢبَغِیْ لِمِثْلِكَ اَنْ یَّفْعَلَهٗ فِیْ صِغَرِ خَطَرِهٖ، وَ قِلَّةِ مَقْدِرَتِهٖ، وَ كَثْرَةِ عَجْزِهٖ، وَ عَظِیْمِ حَاجَتِهٖ اِلٰی رَبِّهٖ فِیْ طَلَبِ طَاعَتِهٖ، وَ الرَّهْبَةِ مِنْ عُقُوْبَتِهٖ، وَ الشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهٖ، فَاِنَّهٗ لَمْ یَاْمُرْكَ اِلَّا بِحَسَنٍ، وَ لَمْ یَنْهَكَ اِلَّا عَنْ قَبِیْحٍ}۔

"جب تم یہ جان چکے تو پھر عمل کرو ویسا جو تم ایسی مخلوق کو اپنی پست منزلت، کم مقدرت اور بڑھی ہوئی عاجزی اور اس کی اطاعت کی جستجو اور اس کی سزا کے خوف اور اس کی ناراضگی کے اندیشہ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف بہت بڑی احتیاج کے ہوتے ہوئے کرنا چاہیے، اس نے تمہیں انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جو اچھی ہیں اور انہی چیزوں سے منع کیا ہے جو بری ہیں"۔

توحید کے لئے امیر المومنین کی واضح اور مشہور دلیلوں میں سے چند دلیلیں مندرجہ بالا جملات میں موجود ہیں اور علمِ کلام کے علماء نے اسے باقاعدہ توحید کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی اللہ سبحانہ کی قدرت و ربوبیت کا بیان بھی ہے۔

{وَ اعْلَمْ ! اَنَّ الَّذِیْ بِيَدِهٖ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قَدْ اَذِنَ لَكَ فِي الدُّعَآءِ، وَ تَكَفَّلَ لَكَ بِالْاِجَابَةِ، وَ اَمَرَكَ اَنْ تَسْئَلَهٗ لِيُعْطِيَكَ، وَ تَسْتَرْحِمَهٗ لِيَرْحَمَكَ، وَ لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ مَنْ يَّحْجُبُهٗ عَنْكَ، وَ لَمْ يُلْجِئْكَ اِلٰى مَنْ يَّشْفَعُ لَكَ اِلَيْهِ، وَ لَمْ يَمْنَعْكَ اِنْ اَسَاْتَ مِنَ التَّوْبَةِ، وَ لَمْ يُعَاجِلْكَ بِالنِّقْمَةِ، وَ لَمْ يُعَيِّرْكَ بِالْاِنَابَةِ، وَ لَمْ يَفْضَحْكَ حَيْثُ الْفَضِيْحَةُ بِكَ اَوْلٰى، وَ لَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ فِيْ قَبُوْلِ الْاِنَابَةِ، وَ لَمْ يُنَاقِشْكَ بِالْجَرِيْمَةِ، وَ لَمْ يُؤْيِسْكَ مِنَ الرَّحْمَةِ، بَلْ جَعَلَ نُزُوْعَكَ عَنِ الذَّنْبِ حَسَنَةً، وَ حَسَبَ سَيِّئَتَكَ وَاحِدَةً، وَ حَسَبَ حَسَنَتَكَ عَشْرًا، وَ فَتَحَ لَكَ بَابَ الْمَتَابِ، فَاِذَا نَادَيْتَهٗ سَمِعَ نِدَائَكَ، وَ اِذَا نَاجَيْتَهٗ عَلِمَ نَجْوَاكَ، فَاَفْضَيْتَ اِلَيْهِ بِحَاجَتِكَ، وَ اَبْثَثْتَهٗ ذَاتَ نَفْسِكَ، وَ شَكَوْتَ اِلَيْهِ هُمُوْمَكَ، وَ اسْتَكْشَفْتَهٗ كُرُوْبَكَ، وَ اسْتَعَنْتَهٗ عَلٰى اُمُوْرِكَ، وَ سَئَلْتَهٗ مِنْ خَزَآئِنِ رَحْمَتِهٖ مَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى اِعْطَآئِهٖ غَيْرُهٗ، مِنْ زِيَادَةِ الْاَعْمَارِ، وَ صِحَّةِ الْاَبْدَانِ، وَ سَعَةِ الْاَرْزَاقِ}.

"یقین رکھو کہ جس کے قبضہ قدرت میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اس نے تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم مانگو تا کہ وُہ دے، رحم کی درخواست کرو تا کہ وُہ رحم کرے، اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان کھڑے نہیں کئے جو تمہیں روکتے ہوں، نہ تمہیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کیلئے لاؤ تب ہی کام ہو اور تم نے گناہ کئے ہوں تو اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا)، نہ ایسے موقعوں پر اس نے تمہیں رسوا کیا کہ جہاں تمہیں رسوا ہی ہونا چاہیے تھا اور نہ اس نے توبہ کے قبول کرنے میں (کڑی شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے، نہ گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے، بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور بُرائی

ایک ہوتو اُسے ایک (بُرائی) اور نیکی ایک ہوتو اسے دس (نیکیوں) کے برابر ٹھہرایا ہے، اس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے، جب بھی اسے پکارو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو وہ جان لیتا ہے، تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو اور اسی کے سامنے دل کے بھید کھولتے ہو، اسی سے اپنے دُکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد مانگتے ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا، جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت"۔

{ثُمَّ جَعَلَ فِيْ يَدَيْكَ مَفَاتِيْحَ خَزَآئِنِهٖ بِمَآ اَذِنَ لَكَ فِيْهِ مِنْ مَّسْئَلَتِهٖ، فَمَتٰى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالدُّعَآءِ اَبْوَابَ نِعْمَتِهٖ، وَ اسْتَمْطَرْتَ شَآبِيْبَ رَحْمَتِهٖ، فَلَا يُقَنِّطَنَّكَ اِبْطَآءُ اِجَابَتِهٖ، فَاِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلٰى قَدْرِ النِّيَّةِ، وَ رُبَّمَآ اُخِّرَتْ عَنْكَ الْاِجَابَةُ، لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ اَعْظَمَ لِاَجْرِ السَّآئِلِ، وَ اَجْزَلَ لِعَطَآءِ الْاٰمِلِ، وَ رُبَّمَا سَئَلْتَ الشَّیْءَ فَلَا تُؤْتَاهُ، وَ اُوْتِيْتَ خَيْرًا مِّنْهُ عَاجِلًا اَوْ اٰجِلًا، اَوْ صُرِفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّكَ، فَلَرُبَّ اَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهٗ فِيْهِ هَلَاكُ دِيْنِكَ لَوْ اُوْتِيْتَهٗ، فَلْتَكُنْ مَّسْئَلَتُكَ فِيْمَا يَبْقٰى لَكَ جَمَالُهٗ، وَ يُنْفٰى عَنْكَ وَبَالُهٗ، فَالْمَالُ لَا يَبْقٰى لَكَ وَ لَا تَبْقٰى لَهٗ}۔

"اور اس پر اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دی ہیں اس طرح کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا، اس طرح جب تم چاہو دُعا کے ذریعہ اس کی نعمت کے دروازوں کو کھلوا لو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسا لو، ہاں! بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو تو اس سے نا اُمید نہ ہو، اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی، مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمہیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی بہتر مفاد کے پیشِ نظر تمہیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمہیں دے دی

جائیں تو تمہارا دین تباہ ہو جائے، لہٰذا تمہیں بس وہ چیزیں طلب کرنا چاہیے جس کا جمال پائیدار رہو اور جس کا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو، رہا دنیا کا مال تو نہ یہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کیلئے رہو گے"۔

وصیت کے اس حصہ میں معرفتِ الٰہی کے متعدد اسباب بیان فرمائے۔ خاص کر دُعا کی اہمیت اور عطا کے اللہ کے وعدوں کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کیا۔ اور دُعا کبھی قبول نہیں ہوتی تو اِس کی وجہ بھی بیان کی۔

{وَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ بَيْنَكَ بَيْنَ اللهِ ذُوْ نِعْمَةٍ فَافْعَلْ، فَاِنَّكَ مُدْرِكٌ قِسْمَكَ، وَ اٰخِذٌ سَهْمَكَ، وَ اِنَّ الْيَسِيْرَ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهٗ اَعْظَمُ وَ اَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيْرِ مِنْ خَلْقِهٖ وَ اِنْ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُ}۔

"اگر ہو سکے تو یہ کرو کہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی ولی نعمت کو واسطہ نہ بننے دو، کیونکہ تم اپنا حصہ اور اپنی قسمت کا پا کر رہو گے، وہ تھوڑا جو اللہ سے بے منت خلق ملے اس بہت سے کہیں بہتر ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے ملے، اگرچہ حقیقتاً جو ملتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے"۔

معرفت کا یہ درجہ حاصل کرنے کی امامؑ وصیت تو اپنے بیٹے کو فرما رہے ہیں مگر حقیقت میں ہر توحید پرست کے لیے یہ سبق ہے۔ رب کو اس انداز سے پہچانیں اور ایسا تعلق رکھیں کہ درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ البتہ اس سے وسیلہ و توسل کے انکار کو نہیں سمجھنا چاہیے اس لیے کہ اللہ سبحانہ نے بعض اوقات خود وسیلے بنائے ہیں۔ اولاد کی پرورش اللہ نے بطور وسیلہ ماں باپ سے کروائی، رب کے دربار میں گستاخی ہو جائے تو معافی کے لئے اللہ نے وسیلہ بنائے۔ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے باپ سے کہتے ہیں ﴿يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ﴾ [۱] "بیٹوں نے کہا اے ہمارے باپ گناہوں کی مغفرت کے لیے دُعا کیجئے ہم ہی خطا کار تھے"۔ بیٹوں نے گناہوں کی توبہ کے لئے اپنے باپ کو جو اللہ کے نبی تھے وسیلہ بنایا اور اللہ کے نبی نے بھی فرمایا "میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، مہربان ہے"۔

(خط:۵۲)

امیر المؤمنینؑ کا یہ خط نہج البلاغہ کا طویل ترین خط ہے۔ یہ خط آپؑ نے مالک اشتر کو مصر کے گورنر کے طور پر منتخب کرتے وقت دستور العمل کے طور پر تحریر فرمایا۔ یہ خط کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور اقوام متحدہ کے ایوانوں تک

[۱] سورہ یوسف:۹۷۔

میں اس کی صدا گونج چکی ہے۔ انگلش اور اردو میں متعدد اداروں کی طرف سے یہ خط شائع ہو چکا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس خط میں یہ وضاحت ہے کہ اللہ کی معرفت رکھنے والوں کا طرز حکمرانی کیسا ہوتا ہے تو یہ کہنا مناسب ہوگا۔ یہاں اس خط میں درج معرفت پروردگار سے مربوط جملات نقل کیے جاتے ہیں۔

اس خط کی ابتدا ہی میں امامؑ نے اللہ سے تعلق کی تلقین کی۔ تقویٰ نہج البلاغہ کا ایک مہم موضوع ہے اور تقویٰ کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان احساس ذمہ داری پیدا کرے اور خالق کے امر کی خلاف ورزی سے پرہیز کرے۔ امامؑ نے مالک اشترؒ کو دل و ہاتھ و زبان سے اللہ کی مدد کا حکم دیا اور یہ یاد دہانی کرائی کہ قرآن کے وعدہ کے مطابق جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی مدد کرتا ہے۔

{اَمَرَهٗ بِتَقْوَى اللهِ، وَ اِيْثَارِ طَاعَتِهٖ وَ اتِّبَاعِ مَاۤ اَمَرَ بِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ: مِنْ فَرَآئِضِهٖ وَ سُنَنِهٖ، الَّتِيْ لَا يَسْعَدُ اَحَدٌ اِلَّا بِاتِّبَاعِهَا، وَ لَا يَشْقٰى اِلَّا مَعَ جُحُوْدِهَا وَ اِضَاعَتِهَا، وَ اَنْ يَّنْصُرَ اللهَ سُبْحَانَهٗ بِقَلْبِهٖ وَ يَدِهٖ وَ لِسَانِهٖ، فَاِنَّهٗ جَلَّ اسْمُهٗ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَّصَرَهٗ، وَاِعْزَازِ مَنْ اَعَزَّهٗ}.

"انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، ان کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اپنے دل، اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی نصرت کرے گا، وہ اس کی مدد کرے گا اور جو اس کی حمایت کیلئے کھڑا ہوگا، وہ اسے عزت و سرفرازی بخشے گا"۔

{اِيَّاكَ وَ مُسَامَاةَ اللهِ فِيْ عَظَمَتِهٖ، وَ التَّشَبُّهَ بِهٖ فِيْ جَبَرُوْتِهٖ، فَاِنَّ اللهَ يُذِلُّ كُلَّ جَبَّارٍ، وَيُهِيْنُ كُلَّ مُخْتَالٍ}.

"خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ اور اس کی شانِ جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے"۔

{وَ اَنَا اَسْئَلُ اللهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهٖ، وَ عَظِيْمِ قُدْرَتِهٖ عَلٰۤى اِعْطَآءِ كُلِّ رَغْبَةٍ، اَنْ يُّوَفِّقَنِيْ وَ اِيَّاكَ لِمَا فِيْهِ رِضَاهُ، مِنَ الْاِقَامَةِ عَلَى الْعُذْرِ الْوَاضِحِ اِلَيْهِ وَ

اِلٰی خَلْقِهٖ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَآءِ فِی الْعِبَادِ، وَ جَمِیْلِ الْاَثَرِ فِی الْبِلَادِ، وَ تَمَامِ النِّعْمَةِ وَ تَضْعِیْفِ الْكَرَامَةِ، وَ اَنْ یَّخْتِمَ لِیْ وَ لَكَ بِالسَّعَادَةِ وَ الشَّهَادَةِ، وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاغِبُوْنَ، وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ، وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا﴾

"اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں، اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی، اور ملک میں اچھے اثرات، اور اس کی نعمت میں فراوانی، اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں، اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو۔ بیشک ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا، وَ السَّلَامُ"۔

اس دستور العمل کے آخر میں دعا کے انداز میں امامؑ نے اللہ سبحانہ کے چند اوصاف بیان فرمائے۔ حکمرانی کے اصولوں کی ابتدا تقویٰ کے بیان اور یادِ خدا سے اور اختتام بھی یادِ الٰہی اور دعا سے۔ امامؑ گویا واضح فرما رہے ہیں کہ تقویٰ اور دعا ہی ایک کامیاب حکمران کی نشانی ہے اس لیے اگر حکومت ہو تو اس کا مقصد اللہ کا قرب ہو۔ حکمران کی طرف سے جنگ ہو تو ھدف اللہ کی رضا ہو اور صلح کرنی پڑے تو بھی مدنظر خوشنودئ پروردگار ہو۔

حکم ومواعظ

(حکمت: ۲۴)

{يَابْنَ اٰدَمَ! اِذَا رَاَيْتَ رَبَّكَ سُبْحَانَهٗ يُتَابِعُ عَلَيْكَ نِعَمَهٗ وَ اَنْتَ تَعْصِيْهِ، فَاحْذَرْهُ}.

"اے آدم علیہ السلام کے بیٹے جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہ، تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس سے ڈرتے رہنا"۔

اللہ سبحانہ انسان کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے۔ کبھی نعمات روک کر آزمائش کرتا ہے تو کبھی نعمات دے کر۔ انسان کو متوجہ رہنا چاہیے کہ مالک کی عطائیں اگر اُسے مالک سے دور کر رہی ہیں تو مالک کے قرب کی خاطر اُن عطاؤں سے خبردار ہو جائے۔ یہ معرفتِ پروردگار کا ایک اہم موڑ ہے کہ وہ کیوں دیتا ہے اور کیوں لیتا ہے کی پہچان ہونی چاہیے۔

(حکمت: ۲۹)

{اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ! فَوَاللّٰهِ! لَقَدْ سَتَرَ، حَتّٰى كَاَنَّهٗ قَدْ غَفَرَ}.

"ڈرو! ڈرو! اس لیے کہ بخدا اس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی کی ہے، کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے"۔

اللہ سبحانہ کی صفات میں سے ایک ستّار العیوب ہونا ہے۔ انسان کو خبردار رہنا چاہیے کہ وہ اللہ کی اس صفت کی وجہ سے مغرور نہ ہو جائے۔

(حکمت: ۸۲)

{لَا يَرْجُوَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلَّا رَبَّهٗ، وَ لَا يَخَافَنَّ اِلَّا ذَنْبَهٗ}.

"تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے، اور اس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے"۔

اس فرمان میں امامؑ نے پانچ باتوں کی ہدایت کی اور فرمایا کہ ان کے حصول کے لیے اونٹ دوڑانے پڑیں تو دوڑاؤ۔اُن میں سے پہلی دو ہدایات معرفتِ پروردگار سے متعلق ہیں کہ امید بھی خدا سے اور خوف بھی فقط اُس کی ذات سے رکھو اور خوف و رجاء معرفت کے دو مہم اصول ہیں۔

(حکمت:۹۹)

{رَجُلًا يَّقُوْلُ: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِنَّ قَوْلَنَا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰٓى اَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ، وَ قَوْلَنَا: ﴿وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰٓى اَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ}.

"ایک شخص کو" اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ "" ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف پلٹنا ہے" کہتے سنا تو فرمایا کہ ہمارا یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے ہیں"۔اس کے مِلک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ "ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے"۔یہ اپنے لئے فنا کا اقرار ہے"۔

امام علیہ السلام نے اس مشہور آیات قرآنی کی مختصر تفسیر بیان فرمائی اور اس میں اللہ کی ملکیت اور انسان کے فنا ہونے کو مختصر الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ان دو حقیقتوں کا اقرار مکمل طور پر انسانی زندگی کو سمیٹے ہوئے ہے اور اللہ اور انسان کے تعلق کی وضاحت ہے۔

(حکمت:۱۰۰)

{اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِيْ مِنْ نَّفْسِيْ، وَ اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِيْ مِنْهُمْ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْرًا مِّمَّا يَظُنُّوْنَ، وَ اغْفِرْ لَنَا مَا لَا يَعْلَمُوْنَ}.

"اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اور ان لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہچانتا ہوں۔اے خدا جو ان لوگوں کا خیال ہے، ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان (لغزشوں) کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں"۔

دُعا کے انداز میں امامؑ نے علمِ الٰہی کو بیان کیا اور پھر رب سے ہدایت طلب کی اور لغزشوں کی بخشش کا سوال کیا۔

(حکمت:۱۲۶)

{عَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللّٰهِ، وَ هُوَ يَرٰى خَلْقَ اللّٰهِ}.

"اور مجھے تعجب ہے اس پر کہ جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے، اور پھر اللہ کے وجود میں شک کرتا ہے"۔

اس فرمان میں امامؑ نے پانچ چیزوں پر تعجب کا اظہار کیا۔ اُن میں سے دوسری چیز یہ فرمائی کہ انسان کائنات کی ہر شے جو خالق کی پیدا کی ہوئی ہے کو دیکھتا ہے مگر خالق کو نہیں پہچان سکتا۔ امامؑ متوجہ فرمارہے ہیں کہ اِس مخلوق سے خالق کو پہچانیں۔

(حکمت:۱۲۹)

{عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِي عَيْنِكَ}.

"اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کردے"۔

اگر کوئی عظمتِ پروردگار کی معرفت حاصل کرے تو اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُس عظیم کے سامنے ہر چیز چھوٹی لگتی ہے۔ اگر معرفتِ پروردگار کا معیار بلند ہو جائے تو پھر اپنے غم بھی کم لگتے ہیں اور دُنیا کے مال و دولت پر بھی نظر نہیں پڑتی۔

(حکمت:۲۰۳)

{اَيُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللهَ الَّذِيْٓ اِنْ قُلْتُمْ سَمِعَ, وَاِنْ اَضْمَرْتُمْ عَلِمَ}

"اے لوگو! اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے"۔

امیر المؤمنینؑ اس فرمان میں اللہ سبحانہ کے علم کی معرفت کرارہے ہیں کہ وہ کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے اور اَن کہی باتوں سے بھی آشنا ہے۔ یعنی دل کے رازوں سے آگاہ ہے۔ انسان اگر اس انداز سے اللہ کو پہچانے تو اکیلا رہ کر بھی خود کو تنہا نہیں سمجھتا اور اللہ کے بھروسے پر دنیا کے بڑے سے بڑے ظالم کے مقابلے میں حق بات کہتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون کے مقابلے میں جانے کا اللہ سبحانہ نے حکم صادر فرمایا تو اُنہیں تسلّی کے لیے فرمایا:

﴿فَاذْهَبَا بِاٰيَاتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ﴾ [1]

''آپ دونوں ہماری نشانیاں لے کر جائیں ہم آپ کے ساتھ سنتے رہیں گے''۔

(حکمت:۲۳۷)

{اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ, وَاِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَهْبَةً

---

[1] شعراء ۱۵۔

فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ}۔

"ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت وخواہش کے پیشِ نظر کی، یہ سودا کرنے والوں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی، اور یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے ازروئے شکر و سپاس گزاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے"۔

معرفت خدا کے یہ وہ جملات ہیں جن کو علی علیہ السلام ہی ارشاد فرما سکتے ہیں۔ معرفت کے باب میں آپ کے یہ جملات زبان زدِعام ہیں۔ نہ کسی لالچ نہ کسی خوف کی وجہ سے عبادت بلکہ

شکر کی خاطر عبادت کرتا ہوں۔ اسی کے قریب الفاظ علامہ مجلسیؒ نے آپ سے یوں نقل کئے۔

مَا عَبَدْتُکَ خَوْفًا مِنْ نَّارِکَ وَلَا طَمْعًا فِیْ جَنَّتِکَ لٰکِنْ وَجَدْتُکَ اَھْلًا لِلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُکَ۔

''میں نے نہ جہنم کے خوف سے نہ جنت کے لالچ میں تیری عبادت کی بلکہ تجھے لائق عبادت پایا تو عبادت کی''۔

یہ جملات حقیقت میں معرفت کا بہت بڑا سبق ہیں اور اہل بیتؑ کے ہاں ایسے جملات مختلف الفاظ میں سنائی دیتے ہیں۔ کربلا میں امام حسینؑ کے الفاظ ہیں ''سب کچھ تیری رضا کی خاطر کر رہا ہوں''۔

(حکمت: ۲۵۰)

{عَرَفْتُ اللهَ سُبْحَانَهٗ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ، وَحَلِّ الْعُقُوْدِ، وَ نَقْضِ الْهِمَمِ}۔

"میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے، اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے"۔

اس فرمان میں امامؑ نے معرفتِ پروردگار کا ایک ذریعہ بیان فرمایا ہے۔ اس ذریعے سے اللہ کی ذات اور اس کی قدرت کی بھی پہچان ہوتی ہے۔ علامہ مفتی جعفر حسینؒ اس فرمان کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ارادوں کے ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوند عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ارادوں کا اُدلنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالادست قوت کارفرما

ہے جو انہیں عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے کی قوت وطاقت رکھتی ہے، اور یہ امر انسان کے احاطہ اختیار سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے اپنے سے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں ردّ و بدل کرتی رہتی ہے۔

(حکمت: ۲۷۶)

{اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ اَنۡ تُحَسِّنَ فِیۡ لَامِعَةِ الۡعُیُوۡنِ عَلَانِیَّتِیۡ، وَ تُقَبِّحَ فِیۡمَاۤ اُبۡطِنُ لَكَ سَرِیۡرَتِیۡ، مُحَافِظًا عَلٰی رِیَآءِ النَّاسِ مِنۡ نَّفۡسِیۡ بِجَمِیۡعِ مَاۤ اَنۡتَ مُطَّلِعٌ عَلَیۡهِ مِنِّیۡ، فَاُبۡدِیَ لِلنَّاسِ حُسۡنَ ظَاهِرِیۡ، وَ اُفۡضِیَ اِلَیۡكَ بِسُوۡٓءِ عَمَلِیۡ، تَقَرُّبًا اِلٰی عِبَادِكَ، وَ تَبَاعُدًا مِّنۡ مَّرۡضَاتِكَ}.

"اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی چشمِ ظاہر بین میں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں، وہ تیری نظروں میں بُرا ہو۔ درآں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنے نفس کی ان چیزوں سے نگہداشت کروں کہ جن سب سے تو آگاہ ہے۔ اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں، اور تیرے سامنے اپنی بداعمالیوں کو پیش کرتا رہوں جس کے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں، اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں"۔

اس فرمان میں امامؑ نے دُعا کے انداز میں دکھلاوے وریا کی برائی کو بیان فرمایا۔ انسان اگر معرفتِ الٰہی کے اس مرتبہ تک پہنچ جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کے باطن کو جانتا ہے تو وہ اللہ کی رضا کی کوشش کرے گا نہ کہ فقط بندوں کی خوشنودی کا خریدار بنے گا۔

(حکمت: ۲۹۰)

{لَوۡ لَمۡ یَتَوَعَّدِ اللّٰهُ عَلٰی مَعۡصِیَتِهٖ لَكَانَ یَجِبُ اَنۡ لَّا یُعۡصٰی شُكۡرًا لِّنِعَمِهٖ}.

"اگر خداوند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا، جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا، کہ اس کی معصیت نہ کی جائے"۔

معرفتِ الٰہی کا ایک ذریعہ احسان کرنے والے کی پہچان ہے۔ عقل کا تقاضا ہے کہ کوئی اچھائی کرے تو اس کو پہچانے کہ وہ کون ہے تاکہ اُس کا شکریہ ادا کر سکے۔ اللہ وہ ہے جو زندگی کی ابتدا سے بھی پہلے دینے لگا ہے اور ساری زندگی دیتا ہے۔ اِس لیے اُس کی معرفت ضروری ہے اور اُس کا شکریہ لازم ہے۔

(حکمت: ۳۱۰)

{لَا يَصْدُقُ إِيْمَانُ عَبْدٍ، حَتّٰى يَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدِ اللّٰهِ أَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِيْ يَدِهٖ}.

"کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونے والے مال سے اس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے"۔

ایمان کے معیار کو جانچنے کے لئے اللہ پر اعتماد کو امامؑ نے پیمانہ قرار دیا ہے۔ اگر انسان کو اللہ کی قدرت وصداقت کی صحیح معرفت ہوگی تو وہ اپنی ذات سے بھی زیادہ اللہ پر بھروسا واعتماد کرے گا اور یہی سچے ایمان کی نشانی ہے۔

(حکمت: ۳۲۴)

{إِتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ فِي الْخَلَوَاتِ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ}.

"تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے"۔

معرفتِ الٰہی کے اس پہلو کو امامؑ نے مختلف الفاظ میں بیان فرمایا۔ یہاں اللہ کے عالم، گواہ اور حاکم ہونے کی صفات بیان فرمائیں۔ کسی عمل کے گواہ کو حاکم رد کر سکتا ہے مگر اللہ تو وہ گواہ ہے جو خود ہی حاکم وفیصلہ کرنے والا ہے ۔اگر یہ عقیدہ پختہ ہو جائے تو انسان جو اکثر چھپ کر گناہ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کوئی نہیں جانتا تو وہ خود کو گناہ ومعصیت سے بچائے گا۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اللہ کے علم وگواہ ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں جن کا مفہوم امامؑ نے اپنے انداز میں پیش فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾[1] "تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے"۔

(حکمت: ۴۰۴)

{وَ قَدْ سُئِلَ عَنْ مَّعْنٰى قَوْلِهِمْ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ:
إِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَ لَا نَمْلِكُ إِلَّا مَا مَلَّكَنَا. فَمَتٰى مَلَّكَنَا مَا هُوَ
أَمْلَكُ بِهٖ مِنَّا كَلَّفَنَا، وَ مَتٰى أَخَذَهٗ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيْفَهٗ عَنَّا}.

"حضرتؑ سے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" (قوت وتوانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے) کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا:

---

[1] سورہ حدید آیہ ۴۔

ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہی پر اختیار رکھتے ہیں۔ تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں۔ اور جب اس چیز کو واپس لے گا، تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا۔

اللہ سبحانہ کی معرفت کا ایک پہلو اُس کی قدرت کی پہچان ہے۔ امامؑ نے واضح فرمایا کہ اصل قدرت و طاقت اللہ کی ہے۔ باقی افراد کو جس حد تک ملکیت و طاقت دی ہوئی ہے وہ اللہ ہی کی دی ہوئی ہے۔ اور جب تک یہ قوت دی ہوئی ہے ذمہ داریاں بھی لگائیں اور جب کوئی طاقت لے لیتا ہے تو ذمہ داری بھی ختم ہو جاتی ہے۔

(حکمت: ۴۷۰)

{اَلتَّوْحِيْدُ اَنْ لَّا تَتَوَهَّمَهٗ، وَ الْعَدْلُ اَنْ لَّا تَتَّهِمَهٗ}.

”توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ اور یہ عدل ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ“۔

امامؑ نے اس فرمان میں توحید و عدل کی مختصر ترین تشریح بیان فرمائی۔ آپؑ نے متعدد مقامات پر یہ واضح فرمایا کہ اللہ وہم میں نہیں سماتا۔ جو انسانی اوہام میں آتا ہے وہ محدود ہوگا اور اللہ محدود نہیں۔ اور عدل یہ ہے کہ ظلم و قبح کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اُن کی نفی کی جائے اور اسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے۔

اس فرمان پر معرفت باری تعالیٰ کی بحث اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ سب کو اپنی معرفت کی سعادت عطا فرمائے۔

یادداشت